بسم اللہ الرحمن الرحیم

قائد ملت کے عقیدت مندوں میں سرفہرست شخصیتوں میں ان کا شمار ہوتا ہے
نواب صاحب کی اوائل عمری سے ان کے اور ان سے ان کی قومی خدمت گزاری
کے جذبہ کا پتہ چلتا ہے۔ بلاد الاسلام کے ۱۹۳۱ء کے دورے کے
موقعہ پر نواب صاحب نے آپ کے نام خطوط تحریر فرمائے تھے
جو بلاد الاسلام کی سیر کے زیر عنوان شائع ہوئے
اپنی زندگی کے آخری ایام میں انہوں نے ۳۲۵ صفحات
پر مشتمل اپنے یاد ایام کو ۴۰ عنوانات کے تحت
قلمبند فرمایا۔ ان کی اس یادداشت میں 137 مقامات پر
قائد ملت کا ذکر ہے۔

تصور صاحب کا دل قوم ہندویہ کی خدمت کے جذبہ سے معمور تھا
جس کا اظہار یادداشت کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ ساتھ ہی نواب صاحب
کے عقیدے کے متعلق قوم ہندویہ کے بعض افراد کو جو غلط فہمی
ہے کہ وہ راسخ العقیدہ نہیں ہے ان حضرات کی
غلط فہمی اور الزام تراشی کا جواب، نواب صاحب
سے تصور صاحب کی آخری ملاقات (جو شہادت کے دن ہوئی)
کے موقعہ پر قائد ملت کے ارشادات سے ہوتی ہے
قائد ملت کی شہادت کے بعد ۱۰۰ اشعار پر مشتمل
ایک کمپوزیشن جناب تصور صاحب نے شائع فرمایا تھا۔ یہ کلام

ان کا طبع زاد ہے۔ تائید مستکی یا دیں منعقد ہونے والے
ہر جلسے میں یہ شریک ہوا کرتے تھے۔
درج ذیل صفحات پر نواب صاحب کا ذکر مذکور ہے

28, 30, 32, 33, 34, 37, 42, 43
46 To 58, 61, 69, 70, 105 To 108
110, 113, 114, 116 To 122, 124 To 127
121, 134, 136, 137, 139, 140, 142
144, 146 To 152, 159, 161 To 165
167, 169, 170, 172 To 182
185 To 193, 199, 203, 204, 207 To
212, 214 To 216, 218 To 220, 223,
229, 230, 232 To 238, 240
242 To 244, 249, 250, 251, 253 T
255, 259 To 265, 267, 268, 2
305, 306, 308, 311 To 319, 324
End

قوم کے نام بہت میں نے کئے ہیں لیکن
میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور ہیں

خود کو بھول کر کی قوم کی خدمت تصور نے
تو ظاہر ہے نتیجہ ہمکا ذلت کے سوا کیا ہے

صفحہ

ابتدائی تعلیم و تربیت اور قومی خدمات کی ابتدا	۵	✓
قیام دارالمطالعہ	۸	✓
انجمن مہدویہ چل گڑھ کی رکنیت انتظامی و نائب معتمدی	۱۱	✓
ریک نو مصدق برحم کی نقش حاصل کرنے کی کوشش	۱۰	✓
مہدویوں کیلئے دو مخصوص تعلیمات اور وظیفہ جس خدا شناسی کی حقیقت	۲۸	✓
رسالہ المصدق کا اجراء	۳۹	✓
شرکت کیلئے سیاہ نویسی	۴۲	✓
قیام ادارۂ اعانت طلباء مہدویہ	۴۴	✓
انجمن مہدویہ چل گڑھ کو قومیانے کی کوشش اور کامیابی	۴۶	✓
تحریک تعمیر روضۂ رانا حضرت مہدی موعود علیہ السلام	۵۷	✓
معتمدی مدرسۂ سبزہ کاران مہدویہ	۶۲	✓
کلاہ شہر آباد میں مرکز کی پیش و تاسیس مہدویہ کلب شہر آباد	۶۷	✓
اور روئی توقیف مہدویہ کلب شہر آباد	۷۳	✓
مہدویہ کلب شہر آباد میں کمیٹی کی تشکیل	۷۶	✓
[illegible]	۷۷	✓
قیام ٹرسٹ بورڈ مہدویہ کلب شہر آباد	۸۴	✓
تشکیل ادارۂ فراہ مبارک فاؤنڈیشن	۹۲	✓

	صفحہ
کانفرنس مہدویانِ ہند منعقدہ جنا پٹن (عدد قہ مسعود)	۱۰۵
دوسری کانفرنس مہدویانِ ہند کا انعقاد۔	۱۱۳
مجلس اتحاد المسلمین سے ہماری دلچسپی	۱۲۴
تنظیم اصلاح نظم و نسق (شعبۂ مجلس اتحاد المسلمین)۔	۱۲۹
مجلس خیر بیاگ گراؤنڈ کام کا نمونتاً ایک اور واقعہ۔ حیدرآباد	۱۵۳
بہ زبانِ ہندی جلسۂ مہدویہ (مہدویین) میں نواب صاحب کی ایک تقریر کی رجعت کا مطالعہ	۱۶۱
معاشی کمیٹی کے شعبۂ نشر و اشاعت کی معتمدی۔	۱۷۶
تنظیم مسلم رضاکار	۱۸۲
خان بہادر احمد عبد الحق (احمد نواز جنگ) کا مجلس اتحاد المسلمین پر اعتراض اور اس کا رد عمل	۱۹۴
مہدوی کمیٹی سکندرآباد کے ایک غلط اقدام پر احتجاج۔	۲۰۳
ایک دلچسپ واقعہ (عدد و اعلیٰ نمبری)	۲۱۴
انجمن وسلہ مہدیہ مشرآباد کی معتمدی	۲۲۴
تائید ملت کو میری معاشی شرکی فکر	۲۲۹
نواب بہادر یار جنگ کے قومی و ملی احساسات	۲۶۱
میری سرکاری ملازمت	۲۷۲
~~فراہم ملک فاؤنڈیشن~~	~~۲۹۳~~
قصہ نادی میں آپ کی خوشگوار کیا کیا خطرہ تھا کے بعد آخر مہدوی کی مخالفت	۲۹۷

۳۰۱	تعلقہ اوسہ ضلع شمال آباد میں سید دولہا شاہ ولی تاقی کا خطبہ نکاح	۳
۳۰۵	اندرہ ندوۃ المہدویہ	۳
۳۰۶	مولوی سید محمد پاشاہ حسینی کا معتمد مجلس علمائے دکن لفظ سید دیر الفراقی	۳
۳۱۱	معتمدی کمیٹی دہلی از زور اقرو شاہ	۳
۳۱۸	شاکنین سید مہدی کو ملخوبتہ دعوت طعام	۳
۳۲۰	معتمدی کمیٹی زیر نظام مسجد حضرت مہتاب عالمگیر مرحوم	۳
۳۲۳	اردو زبان کا جائیدادہ دار السلام	۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۱ مدارج تعلیم و تربیت اور
حالات کی ابتداء

کچھ سے ستر پچھتر سال پہلے تعلیم کے ایسے وسائل و انتظامات نہیں تھے
جیسے آجکل ہیں۔ اس زمانے میں اکثر و بیشتر خواندگی مدارس ہوا کرتے تھے جنکو
مکتب کہا جاتا تھا۔ تسمیہ خوانی کے بعد ایک ایسے ہی مدرسہ میں مجھے بھی شریک
کیا گیا جسکو حضرت مولانا مولوی سید محمود صاحب افسوس نے محلہ بسیط پورہ بنارس
قریب چاوڑی نانا میاں قایم فرمایا تھا۔
حضرت افسوس صاحب حضرت سید عبد الحی عرف شاہ صاحب کے (والد سید عبد الحکیم صاحب آسی)
کے حقیقی ماموں تھے۔ مولانا موصوف عربی و فارسی کے زبردست عالم تھے۔
میں آپکے مدرسہ میں آپ ہی کے مدرسہ میں ختم قرآن شریف اور اردو کی تعلیم
کے بعد گلستاں وغیرہ فیز عربی تعلیم کی ابتدائی درس شروع کر دیا تھا لیکن یہ سلسلہ
ایک طویل مدت کیوجہ سے ختم ہو گیا۔ صحت یاب ہونے کے بعد علی میاں بازار
کے ایک نیم سرکاری اسکول جسکا نام مدرسہ عیسیاں تھا شریک ہو کر تین چار
سال تک تعلیم حاصل کرتا رہا لیکن افسوس ہے کہ یہ سلسلہ تعلیم بھی کسی
نہ کسی وجہ سے ختم ہو گیا۔ بیماری کے چند ماہ مولانا سید عبد الدین صاحب توفیق
سے جو رشتہ میں میرے ماموں ہوتے تھے فارسی کی درس اور خطاطی کی مشق شروع کی۔
حضرت توفیق صاحب بعد کے بیان ہمیشہ شعر و شاعری کا تذکرہ رہا کرتا تھا اور
حضرت موصوف کے شاگرد حضرت سید عبد الحکیم صاحب آسی۔ مولوی سید یوسف صاحب تنویر
مولوی سید رحمت علی صاحب رفیق وغیرہ بغرض اصلاح اکثر آیا کرتے تھے چنانچہ

روزانہ کی ان صحبتوں میں بچپن ہی سے شعر کہنے کا شوق ہوا۔ ابتدا تو تخلص رکھ کر غزلیں لکھتا اور مولانا توفیق صاحب قبلہ سے اصلاح لیتا رہا۔ لیکن طبیعت کا رجحان شاعری سے زیادہ قومی کاموں کی طرف تھا اس لئے شاعری سے بالکل معطل رہا۔

انہی قومی کاموں کے سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت غازی ملت رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد واقع بسیط پورہ (ہائیکورٹ) میں سیدہ دو عرس مبارک حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام کے مجالس کا آغاز کیا گیا۔ سنہ ۱۳۲۲ھ میں پہلی جلسہ سیدہ مبارک منعقد کی گئی تو میری خواہش پر حضرت مولانا توفیق صاحب نے جو قصیدہ لکھا تھا وہ ایک تاریخی حیثیت کا حامل ہے اسلئے اسکو یہاں نقل کر رہا ہوں۔

قصیدہ مبارک

قصیدہ مطلع آخر ہم جب پر تو پڑا تیرا — ظہور مطلع ہستی بنا ہر نقش پا تیرا

ترے ادراک میں ادراک بے ادراک ہے یعنی — گمان و وہم سے باہر ہے شاہا مرتبا تیرا

خدا سے فیض لیتا ہے تو دیتا ہے خدائی کو — خدائی مقتدی تیری خدا ہے مقتدا تیرا

حقیقت میں تری رویت ہے رویت ذات باری کا — جو دیکھا چشم حق بیں سے تو پردہ کھل گیا تیرا

نبوت میں چراغ طور کے پروانہ موسیٰ تھے — ولایت میں چراغ طور پر پروانہ بنا تیرا

تو ہے کروبیں سر غیب الغیب ہے شاہا — کنار لامکاں منظور جو ہو آشنا تیرا

ہوئے کونین جب پیدا ترا جلوہ نظر آیا — ظہور آفرینش گویا آئینہ بنا تیرا

حقیقت کی جہت سے ناظر و منظور تھے باہم — تو آئینہ محمد کا محمد آئینہ تیرا
تو وہ مخزن و مرجع ہے محمد کی وجہت کا — ہوئے سب انبیاء سیراب جب دریا بہا تیرا
ہے تیری گویا جہت تیری حقیقت کی — حقیقت میں حقیقت ہی تری ہے مرتبا تیرا
تو دورِ اولین و آخرین دونوں کا مرکز ہے — ازل ہے ابتدا تیری ابد ہے منتہا تیرا
ملک آدم کے ساجد تھے تو تو مسجودِ آدم تھا — یہ جب کی بات ہے گنجِ خفی میں خود تھا تیرا
حقیقت تیری ہی بالذات اصلِ کل جہاں ہے — مدارِ عالمِ کُن ہے شہا نشو نما تیرا
عیاں اک نقطۂ وحدت سے دو خط ہیں برابر — کہ پہلا دور ہے دورِ نبوت دوسرا تیرا
نبی نے خود خبر دی ہے دوبارہ اپنے آمد کی — تری آمد پہ جب پیشِ نبی ذکر آ گیا تیرا
نہایت تیری پیدا ہے تری شانِ بدیعت سے — جو دورِ ابتدا ہے وہ دورِ انتہا تیرا
جہاں ہے ابتدا تیری وہیں ہے انتہا تیری — ملا ہے نقطۂ وحدت سے ایسا سلسلہ تیرا
خدا کے بعد از روئے کمالِ رفعتِ ذاتی — محمد کا رتبہ شاہ دیں یا مرتبا تیرا

خدا وہ دن بھی دیکھے کہ بزمِ خاص میں تیری
نوا گر ہو شہا توفیقِ آشفتہ نوا تیرا

یہ جلسہ نہایت کامیاب رہا جس میں علماء کرام و مقررین کے علاوہ حسبِ ذیل شعراء نے حصہ لیا

حضرت نور — حضرت تسکین — مولانا المعی — مولانا توقیر (برادر حضرت توفیق)
مولانا تنویر — وغیرہ وغیرہ — [illegible] اس جلسہ میں اصناف و [illegible] کی [illegible]

کثیر تعداد میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

(۲)

قیام دارالمطالعہ

انہیں ایام میں طلبہ کے چند ذی علم نوجوانوں نے میری تحریک پر بزم ادب کے نام سے ایک ادارہ تشکیل دیا جس کی معتمدی کے فرائض میرے ذمہ کئے گئے۔ اس ادارہ کے زیر نگرانی ایک دارالمطالعہ بہ حجرۂ مسجد حضرت غازی میاں صاحب قائم کیا گیا جس میں ملک و بیرون ملک کے اخبارات و رسائل سے اہل علم استفادہ کرتے رہے۔ ایک عرصہ تک یہ ادارہ بڑی کامیابی سے چلتا رہا۔

ادارہ کی نگرانی

(۳)

انجمن مہدیہ خیر گڑھ کی کارکنی انتظامی و خدمت نائب معتمدی

سنہ ۱۳۲۹ھ میں حضرت مولانا سید شاہ امین صاحب کی تحریک پر مجھے انجمن مذکور کے اراکین عاملہ میں شریک کر لیا گیا۔ چند ماہ بعد جب مولوی غلام علی تجری صاحب بنگلور سے حیدرآباد تشریف لائے اور انجمن مہدویہ کے اجلاس اٹینڈ کرنے لگے تو موصوف کی تحریک پر مجھے نائب معتمد بنایا گیا۔ انجمن کی معتمدی مولوی محمد عباس خالص وکیل

نائب تھے۔ انجمن کے رئیس اور ممبران عاملہ میں نواب صاحب انجمن کرام وسیاحت کا
انجمن کے اجلاس آگرہ عاملہ میں اصلاحی و رفاہی اسکیمیں پاس ہوتی تھیں اور
علیحدہ علیحدہ سب کمیٹیاں بنائی جاتیں لیکن کام کچھ نہ ہوتا اسکی وجہ یہ تھی کہ
سیاحت انجمن کرام کے علاوہ اکثر ارکان سن رسیدہ تھے جو بلحاظ عمر و پیشہ
عملی کاموں میں حصہ لینے سے معذور تھے اور بڑی مصیبت یہ تھی کہ دو ایک
نوجوان کچھ کام کرنا چاہتے تو ان سے تمام دن یہی انتظار کیا جاتا تھا۔
انجمن کا چھوٹا سا چھاپہ بھی مولانا سعید تھا۔ اور انجمن کا تبدیلی مرضی کے
مطابق انتظام کیا جا سکتا تھا۔ یہ اسباب تھے کہ انجمن ایک بے عمل انجمن بنکر
رہ گئی تھی جسکی وجہ سے میری نسبت بھی تحریک کا دلچسپی انجمن سے
ختم ہوگئی اور میری مصروفیت بھی دوسری طرف منتقل ہوگئی۔

* کیونکہ حضرت مولانا سعید شاہ صاحب اصلاحی انجمن کو ایک ذاتی ادارہ کے
طور پر استعمال فرماتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ملکی ادارہ کی حیثیت
اسکے جملہ حقوق داخلی و خارجی بلا شرکت غیرے مجھے حاصل ہیں۔

(۴) ایک نومصدق مرحوم کی نعش حاصل کرنے کی کوشش۔

ایک اہل سنت الجماعت نوجوان سردار جان خان سے
جناب محمد عبدالعلی خان عرف جانی میاں صاحب کے (نبیرہ محمد عثمان خان صاحب
سردار خان) کے گہرے دوستانہ تعلقات تھے اس سلسلہ میں حضرت نور الحق
نور کی مسجد میں صبح شام کی نشست، بہ خواہشات نیز یہودیوں سے غیر معمولی
ربط کے باعث سردار خان نے یہودی مذہب اختیار کر کے حضرت نور الحق
کے مرید ہو گئے تھے۔ اس غریب کو مصدق و مرید ہو کر دیڑھ ایک سال ہوا تھا کہ
مرض ٹائیفائڈ میں مبتلا ہو کر بتاریخ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۳ء کو فوت ہو گئے۔
حضرت ازیں میاں صاحب۔ حکیم محمد ابراہیم خان صاحب۔ جانی میاں صاحب نیز محلہ کے
دس بارہ حضرات مرحوم کی نعش لے کر مظفرہ شاہ ابراہیم میں دفن کرنے کی
غرض سے مرحوم کے مکان پر جا کر مرحوم کے اعزہ سے نعش کا مطالبہ کیا۔
لیکن حضرت نے نہ صرف نعش دینے سے انکار کیا بلکہ ان سب کو مغلظ گالیاں
دیکر واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ یہ سب بے نیل و مرام واپس آ کر حضرت کے
دس بجے حضرت نور الحق صاحب کی مسجد کے چبوترے پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے
ایسے میں ان شہر سے آ کر اس اجتماع کا وجہ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت
سردار خان مرحوم کے اعزہ کی گالیاں کھا کر بغیر نعش واپس ہوئے ہیں۔
یہ سنکر مجھے بیحد صدمہ ہوا۔ میں نے حضرت سے کہا اگر آپ میں نعش حاصل
کرنے کی ہمت نہیں ہے تو اپنے اپنے گھر جا کر سو رہیئے۔ عورتوں کی طرح

کرنے سے نقش ملنے سے رہی۔ اگر مذہبی حمیت ہے تو اپنی جان کی پروا نہ کرتے
نقش حاصل کرنے کی کوشش کیجئے۔ مولوی حکیم اور مسلم خالصہ نے مرنے سے رہنا
ہے۔ انہوں نے پانی پر ایک دفعہ حصول نقش کی کوشش کیا ہے۔ میں بھی
سب کو لیکر ان حضرات کے ساتھ جاؤں گا۔ ہم سب مرد کے مکان
پر پہنچے۔ اعزہ مرحوم سے تبرز تبرز گفتگو ہوئی۔ ہم پانچوں نے
نقش حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ ہندوستانی پولیس کو علم ہو گیا
تحریک سے اور مدعیان نے اعزہ مرحوم کی طرف سے کی اور انکو نقش
دینے کی طرف پر منع کرنے کی اجازت دیدی۔ ویسے میں نے آگے بڑھ کر
مدعیان سے کہا کہ آپ کے ہوا حقدار نہیں ہے کشت و خون کا ذمہ
پیدا ہوگا جس کے آپ ذمہ دار ہونگے۔ اور کہا پولیس کا سر پشت
ایک انقلاب سر پشت کر اسکو اپنے طور پر فیصلہ کرنے کا قانونی حق
نہیں ہے یہ ایک مذہبی نزاع ہے کہ اگر فیصلہ تو حاکم جانب کر سکے گا
پولیس کتوں کی طرح جب تک عزت نقش کی حفاظت کر سکتی ہے۔ بیچ میں
دیوانی قانونی فیصلہ ہوگا۔ مدعیان اپنے اعتقاد کے نشہ میں اور ہم مذہبی
جوش میں ایک دوسرے کو گالی سخت و سست کہا۔ بالآخر میں اپنے
ساتھیوں کو نقش کی حفاظت کرنے کی ہدایت کر کے جان بچانے کو جانب
لیکر کر تو اس جانب کے مکان پر پہنچا۔ وقت رات کے ۱۲½ بجے تھے۔

کوتوال صاحب کو بھیجا اور کہا کہ آپ نے ہمارا مقدمہ کیوں دیا (شاید ٹیلیفون پر انکو
ہمارا واقعہ کا اطلاع مل چکا تھا) اسلئے ہم پر کوتوالی کا رعب جماتے ہوئے
بکواس و سست کہتے ہوئے بات آغاز کر غلط ٹھہرایا۔ میں نے بھی اسکے
پر جواب ترکی بہ ترکی جواب دیا گیا جس سے وہ غصہ اور تیز ہو گیا
کوتوال صاحب نے کہا تم لوگ فساد برپا کر کے نقص امن کے مرتکب
ہوئے ہیں۔ میں نے جواباً کہا اگر ہم نقص امن برپا کرنا چاہتے تو آدھی رات کو
آپکے بنگلہ پر کیوں آتے۔ نقص امن کا باعث تو خود پولیس ہو رہی ہے
اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پیدائشی پولیس کے خلاف نقص امن
کا مقدمہ میں درج کیا جائیگا۔ اور کہا۔ کیا میں جناب سے دریافت کر سکتا ہوں
کہ پولیس کو عدالتی اختیارات کب اور کن احکام کے تحت ملے ہیں جو آپکے
ہوشیار جناب نے اعزازی سیٹ کو نقص امن کرنے کا اجازت دیدی ہے
میں اس سے کہکر آیا ہوں کہ پولیس کے فرائض کتوں کے فرائض سے زیادہ بہتر ہیں
پولیس مال المتاع چیز کی حفاظت کرتے ہیں مگر جانور کے پاس جو شخص مر گیا ہو
وہ خود عدالتی اختیارات آپ ہی لیکر فیصلہ کرنے کا جائز نہیں ہے۔ اگر پولیس
ایسی نامناسب اقدام کرے گی تو پبلک پانچ سو بیس ہو جائیگا اور سو سو کر
پولیس والوں کی نقش تیز بنی نظر آئیگی اسکی ذمہ داری صرف پولیس پر
ہوگی۔ یہ سنکر جناب ڈپٹی کلکٹر صاحب کوتوال صاحب پر

اور نہایت غصہ سے سابق میں عہد و پیمان کے اخراج کا حوالہ دیتے ہوئے اپنی
کوتوالی کا پورا زور جو وہ استعمال کر سکتے تھے زبانی استعمال کیا۔
بیچہ پر بھی ایک خوشی کی سی کیفیت طاری تھی۔ اُنکے ہر سوال کا نہ صرف معقول
بلکہ زندہ دلی شگفتہ جواب دیتا رہا۔ نتیجتہً جناب کوتوال صاحب نے ہتھیار
ڈال دیا۔ فرمانے لگے آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟
میں نے عرض کیا تاوقتیکہ ہماری وہ بیہودہ پولیس صبح تک نعش کی حفاظت کرے
صبح میں ہم ناظم صاحب اور مذہبی سے رجوع ہو کر اس نزاع کے تصفیہ کی کوشش
کریں گے کیونکہ اس تدفین میں کچھ مذہبی مسائل پیدا ہو گئے ہیں جو تصفیہ نہ ہونے
وہ فریقین کیلئے قابل قبول ہوگا۔ جناب کوتوال صاحب نے فرمایا اچھا جناب
ناظم صاحب سے تصفیہ کرنے کو دو گھنٹے کی اجازت دیجاتی ہے۔ میں کہا آپ
ایسے حکم ہی کیوں دیتے ہیں جسکی تعمیل کرنے کی آپ میں قدرت نہیں رکھتے
ناظم صاحب اتنی مدت کو آئے نہیں۔ تصفیہ صبح ہی کو ہوگا اور پولیس کو
نعش کی حفاظت کرنی ہی پڑے گی ورنہ کشت و خون یقینی ہے جس کی ذمہ داری
بالکل آپ پر ہوگی۔ غرض اسی گفتگو کے بعد میں اور جانی میاں مقام واردات
پر آئے جہاں کہ پولیس کو جمعیت اور مدد کر کے اس سخت احکامات کا بھیج دیا گیا
پولیس کثیر تعداد میں طلب کر لی گئی تھی۔ میرے یہاں پہونچنے پر حضرت والا جناب
جو اس بھیج میں شریک تھے میرے پاس سے دو تلوار منگوا لیے جسکو میں کوتوال صاحب

پاس گئے تھے۔ یہاں سے جانی میاں کے بیٹے مولوی محمد ابراہیم صاحب کو لیکر جس گاڑی سے
سیدھے بھائی صاحب کے یہاں گئے۔ دوسرے دن کھانے پر مولوی سید توقیر صاحب تشریف لائے
تھے آپ سے ملاقات بیان کرکے مولوی سید صاحب نے بھائی صاحب قبلہ کو جناب نظام صاحب اور مجھ کے
یہاں آنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مولوی سید توقیر صاحب نے فرمایا بھائی صاحب
اپنی اہلیہ کی صحت عیادت کی وجہ سے کل دیوبند تشریف لے گئے ہیں۔ اگر
آپ نواب صاحب کو مجھ کے ساتھ چلتا ہوں۔ ہماری آمد کی خبر آپ اور بھائی صاحب
شیروانی پہنکر ہمارے ساتھ تانگے میں سوار ہو گئے۔ ٹھیک دو بجے عدالت کے نظام
کے مکان پر پہونچے۔ یہاں معلوم ہوا کہ نواب اختر میاں صاحب آج چار بجے شام کو
دہلی سے تشریف لاتے ہیں۔ اسکے مہمان موصوف کو بیدار کرنے سے انکار کر دیا
پھر اندر پر بھیجا نظام صاحب کو اطلاع دیا۔ مولوی سید توقیر صاحب صدر صاحب
کے سامنے پہنچا نظام صاحب فوراً باہر آئے مصافحہ پر تپاک سے ملاقات کی مولانا صاحب
اتنی مدت کے بعد ملاقات آپ ہی مولوی سید توقیر صاحب ملاقات کا اظہار
فرما کر خواہش کی اتنی مدت کے تو کوئی تصنیف نہیں کی ہے" جواب دیا صحیح ہے تصنیف کر
بعد تصنیف تصنیف فرائض تعلیم پولیس کے ہیں کہ ملک کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے
جناب نظام صاحب نے اسی وقت کو قرار دیا کہ مولوی صاحب کے بعد سے زیادہ آپ تصنیف
مطلب ہو جائے اس لئے میں آکر ہر تصنیف کا تصنیف کروں گا۔ ہم نظام صاحب
کی خدمت تعلیم کی کامیابی چاہتے ہوئے واپس ہوئے۔ مولوی سید توقیر کو

سامان پر چھوڑ کر مقام واردات پر آ گئے۔ یہاں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ
تقریباً رات کو کثیر مجمع جمع ہو گیا ہے جس میں مختلف علاقوں کے حضرات شامل ہیں۔
میں حاضرین سے کہا اب آپ حضرات تشریف لے جائیں صبح دفتر پر ملاقات
اور وہیں تشریف لا کر تعزیت فرمائیں گے۔

دوسرے دن صبح نو بجے سے مقامی حضرات کے علاوہ بیشتر کاروبار۔ بجلی بازار
ہیں گھنٹے وغیرہ سے مجمع دیوانہ آنا شروع ہو گیا۔ جن میں اکثر حضرات بیمار بھی
تھے۔ یہ دو ڈھائی سو مجمع کا جس میں پندرہ بیس مشائخین کرام بھی تھے سب
جائے مجلس پہنچے جہاں مرحوم کا مکان تھا۔ پولیس کثیر تعداد میں طلب کر لی گئی تھی
مکان کے اطراف پولیس حلقہ باندھے کھڑی تھی۔ اہل سنت الجماعت بھی تین چار سو
جمع ہو گئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ مجمع میں غیر معمولی جوش پایا جا رہا تھا۔
پولیس پر دو فریق کے پندرہ بیس منتخب افراد کو مرحوم کے مکان تک جانے کی اجازت دی
باقی حضرات کو پولیس کے حلقہ سے باہر روک دیا گیا۔ مرحوم کے مکان کے سامنے
میدان میں تخت کر سیاں اور کھاٹیں ڈالدی گئیں تھیں جہاں ہم لوگ بیٹھ گئے
تشریف فرما ہے ناظم جامعہ اور خود میں نے جناب نادر شاہ عالمی صاحب مہتمم اوقاف کو
بزبان تعزیت ادا فرمایا۔

دوران سیاق جب صدر مجلس پر سپاہ جو بارے قریب بیٹھے تھے اور نادر شاہ عالمی صاحب
گفتگو شروع کی۔ آپ نے فرمایا میں اپنے مرحوم کو اپنے ہی مخصوص جذبات میں

دفن کیا کرتے ہیں۔ رہا یہ عمل مذہب یا عقیدہ کی بنا پر نہیں بلکہ عمل در آمد کے
طور پر چلا آ رہا ہے۔ مولوی نادر شاہ خالص نے فرمایا میں محترمہ بیگم مانو
ہمایوں رہتا ہوں اسلئے آپکے قومی طریقوں سے بخوبی واقف ہوں آپنے جو فرمایا
بالکل صحیح ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ مولوی سید شاہ ابوالحسن صاحب تشریف لے آئے
سب حاضرین آپکی تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے۔ مولانا تشریف رکھتے ہوئے فرمایا کہ
فرقہ اہل اسلام سے ہیں۔ نادر شاہ خالص نے کہا کہ بجا ارشاد ہے میں نے اپنا
تعلق بھی شرع شریف کے دھرم کے تحت ہونا چاہئے۔ یہ کہکر نادر شاہ خالص نے
مولانا سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر مرحوم کی والدہ قرآن سر پر رکھکر یہ بیان
کریں کہ مرحوم سے یہ بیان بھی غلط ہوا تھا تو کیا آپ اسکے اس بیان پر
صبر فرمائینگے۔ مولانا سید شاہ ابوالحسن صاحب نے فرمایا "جب قرآن کے نیچے رکھکر حلفیہ
بیان دیا جائے تو ہم تسلیم کر لینگے"۔

یہ سنتے ہی نادر شاہ خالص نے مرحوم کے ورثاء سے کہا کہ مرحوم کی والدہ کو
قرآن شریف لیکر دروازہ پر آنے کیلئے کہو اور انکی شناخت کیلئے کسی بیوہ
عورت کو بھی حاضر رکھو۔ میں خود مرحوم کی والدہ کو حلف دیکر وہاں بیان قلمبند
کرونگا۔ یہ تجویز سنکر میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر کہا کہ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے
اسلئے کہ مرحوم کے ہندو مذہب اختیار کرنے کے بیسیوں گواہ موجود ہیں جو شرع کے پابند ہو
ہو سکتا ہے مرحوم اپنے گھر والوں سے اپنے تبدیل مذہب کا اظہار نہ کیا ہو۔

اسکے مرحوم کی والدہ کو اس بات پر حلف دلوانا چاہئے کہ مرحوم اپنے آخری وقت میں
کیا ہوکر کسی غلطی سے بھٹک گیا تھا اسے رجوع کرتا ہوں اور اپنے مذہب اسلام
ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ یہ سنکر مولوی محمد عبدالحق صاحب مہتمم بابت بکڈپو
جو پرے باندھے بیٹھے تھے ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے فرمایا کہ
میاں آپ بیٹھ جائیے حضرت مولانا صاحب آپکی نیابت کر رہے ہیں۔
یہ سن اور مہتمم صاحب کی گفتگو دیکھکر حضرت والا صاحب نے فرمایا تم خاموش رہو کیونکہ
مہتمم صاحب سے اچھے رہے ہو۔ پھر یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جناب نادر شاہ خان صاحب نے
مرحوم کی والدہ کو حلف دلوکر پولیس کے حوالہ کر دیا اور وہ عاملین سے کہا کہ مولانا شاہ عبدالحق
بڑی بی کے حلف سے مطمئن ہیں لہذا "مرحوم کے ورثاء کو نعش اپنے طریق پر
دفنانے کی اجازت دیجائی ہے" انکے اس اعلان پر مجمع نے تعجب ہوگیا
ایک شور اٹھایا۔ لوگ مدافعت پر اتر آئے۔ الغرض یہ ہنگامہ جو تمام رات
پریشان کر رکھا تھا اسطرح ختم ہوگیا۔
مدافعت پر آتے ہوئے مولانا ابو سلیم خان صاحب نے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ
اس لڑکے نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالکر جو جدوجہد کی تھی وہ باوجود جستجو
ہونے کے مولانا شاہ عبدالحق صاحب غلط فہمی سے نادم ہوگئے اور فرمایا
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ہندوؤں کو بااختیار نیز پولیس کی کثیر تعداد
دیکھکر پریشان ہوگئے اور پاگل جیسے ہوگئے ہیں۔ یہ قصہ ختم ہوجائے

ہر واقعہ کی چار پانچ روز بعد ہائیکورٹ سے اپیل دائر کی کوتوال صاحب نے نیوی تھانہ
ایک طویل مراسلہ سر اکبر حیدری معتمد عدالت کو کوتوالی کو لکھا جس میں قسم کھا کر
سید یوسف حیدری ملزم عدالت فوجداری کا بتایا کسی خود دراز مقام پر کر دیا ہے۔
سر اکبر حیدری نے ہائیکورٹ سے استفسار کیا اور ہائیکورٹ نے بالآخر تک نقل مقدمہ
کوتوال صاحب جناب ناظم صاحب عدالت فوجداری وغیرہ کی طرف سے دریافت کی۔
ناظم صاحب عدالت نے پولیس کی بے ضابطہ و غیر قانونی کارروائی پر افسوس
کا اظہار کرتے ہوئے نہایت معقول جواب دیا لیکن نقل تبادلہ کے متعلق کچھ
تعلق ہونے سے انکار دیا۔
ہائیکورٹ نے جناب ناظم صاحب کے مراسلہ کی نقل سر اکبر حیدری کو روانہ کرتے ہوئے
لکھا کہ اس خصوص میں آئندہ جو حکم ہو حسب کی تعمیل کیجئے گی۔
سر اکبر حیدری نے جناب ناظم صاحب عدالت کے مراسلہ کی بنا پر کارروائی ختم
کرنے کا "حکم" تجویز فرمایا۔
عالیجناب کوتوال صاحب بہادر کی شکایت صدر بھر ابھر کر رہ گئی۔

جناب کرنال صاحب کے مراسلہ اور جناب قاسم صاحب جوائنٹ مراسلہ کے نقول جو ذیل میں ہیں

نقل مراسلہ صدر محکمہ کرنالی بلدہ واقع ۳۰ ثور ۱۳۲۹ ف ۷۲۴ ف نشان جاریہ (بصفحہ ۱۰ راز)

جناب کرنال صاحب انور دولت بہادر بلدہ } مقدمہ
خدمت معتمد صاحب عدالت و کرنالی و امور عامہ سرکار عالی } بتاریخ سید یوسف مدعی مقدمہ خلاف

محلہ لاچکوڑہ میں بتاریخ ۲۶ ثور ۱۳۲۹ ف ایک شخص مسمی محمد سردار
عرف سردار میاں ولد محمد قاسم عمر ۲۲ سال بعارضہ بخار شب سے بے اشتمال کا
اسکی والدہ مسماۃ حسین بی و بھائی محمد حافظ و عبد القیوم وغیرہ اسکی تجہیز و تکفین
کرنا چاہتے تھے۔ اسی دوران میں سید عبد الکریم مشائخ و سرگروہ مہدویہ اپنے ساتھ
سید یوسف مہدوی مدعی عدالت فوجداری بلدہ اور چند دیگر اشخاص کو لیکر
محمد سردار عرف سردار میاں کے مکان پر پہونچے اور متوفی کی والدہ سے کہے کہ
محمد سردار ہمارے مذہب مہدویہ میں لگا ہے لہذا ہم اسکی تدفین کرینگے نعش ہمیں دیجئے
متوفی کی والدہ حسین بی نے کہا کہ اسکے تبدیل مذہب کا مجھے علم نہیں ہے اسکے میت
کو دینا نہیں چاہتی۔ اسکے جواب میں گروہ مہدویہ نے کہا کہ اگر تم میت کو نہ
دوگے تو ہم مکان میں داخل ہوکر بالجبر میت لے جائینگے۔ اس بحث و تکرار کے بعد جو گروہ
مہدویہ آمادہ شر و فساد تھا عبد القیوم برادر متوفی نے شیخ نور سے جو الہام عدی

میں نے ذیل میں فوری موقع پر پہنچ کر دریافت حال کیا اور اپنی متعلقہ کو دیا
دریافت کیا جب عدد اپنی سمت موقع پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت
بیدیوں کا گروہ تقریباً کوشناس کے قریب بغض اپنی مسلح ہیں بے بیت
باجبر لے جانے پر مصر ہیں۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ اسکے بعض متوفی کے
تبدیل مذہب کا کسی ایسی عہد و قرارداد حق کے انکار والے تک کہ ہم نے
متوفی اپنی بات میں کسی کے روبرو اسکا تذکرہ کیا جس سے سرگروہ
بیدیوں کا تائید ہو سکتی ہے۔ دریافت سے ثابت نہیں ہوا بعض گروہ بیدیوں
کے اس مجرد بیان پر کہ وہ بیدیوں مذہب اختیار کر کے مرید ہو گیا ہے بیت
سے بغیر لیا جا سکتی تھی۔ نیز بیت کی وارث اسکی والدہ جس کی خود اسکی
سپرد گی میں سخت ناراضی پائی گئی جس کا دیہ اپنی سرگروہ بیدیوں کو
جب ریاست سے تقسیم کیا گیا کہ وہ حکم دے کہ بیدیوں کا رجوع ہو کر اپنا حکم
حاصل کریں۔ اس عرصہ میں بیدیوں کا اور دوسرے کوشناس کا جمع ہو گیا
اور وہ آمادہ شر و فساد پائے گئے۔ چنانچہ انہیں سے بعض بیدیوں پر حملہ آور
ہو گئے تھے جن میں ایک بیدی عہدہ دار محکمہ عدالت ذیلداری بھی اور دیگر
عورت جانی جاں بحق ہو گئے تھے اور خاص مبارک بھی شریک تھے جن میں سے
تلوار کا قبضہ بھی ایک خود پر سے مرد بھی بے آرام نہایت اشتعال انگیز حالت میں
بار بار کہہ رہا تھا کہ ہم اپنے مذہب کے لئے ہر وقت جان دینے اور جان لینے

آمادہ و تیار ہیں۔ صدر امین متعلقہ کے ارد گرد و جمع کے لوگوں سے بھی یہی
کہہ رہے تھے کہ اگر اہل سنت الجماعت میت اٹھائیں گے تو خون کے دریا بہہ جائیں گے۔
پھر مل جل کر نے سید یوسف صاحب اور ان کے بھرائی کو خوب سرزنش کی اور سمجھایا۔
بہت طویل مباحثہ و تفہیم کے بعد وہ چار گھنٹے کی مہلت دینے کے بعد اور وہیں پر
میت کے ہمراہ پولیس کا معقول انتظام کر دیا گیا کہ کسی قسم کا فساد و ہنگامہ نہ ہونے پائے
اس کے بعد صبح کو نماز جنازہ ادا کی گئی۔ منتظم احمد بھی بھی حسب ایما ناظم صاحب اور بھی
موقع پر آئے۔ ان سے سرگروہ مہدویہ وغیرہ کی وہی نامعلوم گفتگو رہی۔
بالآخر شوق کی والدہ کے حلف پر منتظم صاحب تجہیز و تکفین کی اجازت دیدی۔
میت کے دفن تک قوم مہدویہ کے چند مسلح افراد نامعلوم سے کچھ ہوئے مشورہ
کر رہے تھے جس سے ایک قسم کا خیال جھگڑے کا پیدا ہو رہا تھا۔ لیکن بالفعل ابھی
بخیر و عافیت گزری اور نعش کی تجہیز و تکفین بہ مقابلہ مدعیان اہل
سنت الجماعت کرا دی۔

سید یوسف کی اشتعال انگیزی و فضول گوئی میں خود بالمشافہ دیکھ لی اور
ارد صدر امین صاحب کی تحریر سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ بالآخر فساد میں شخص تھا
چونکہ یہ وقت غیب تھا نیز دوسرے محلہ کے اہل سنت الجماعت کو اس کی اطلاع
نہ تھی۔ اگر علاوہ حیدرآباد کے جاہل اہل تسنن افراد و عرب اور اہل کو اس کی
خبر اطلاع مل جاتی کہ مہدویوں نے پھر وہی چرچا چھیڑا شروع کر دیا ہے تو

اسلام احتمال تھا کہ دور دراز فرقوں میں مثل زمانہ گزشتہ کے مذہبی عناد پیدا ہو کر
ہمیشہ اندیشہ نقص امن کا باقی رہتا۔ سید یوسف ایلچی سب میں زیادہ
شریر النفس و بانی فساد پایا گیا اسلئے اسکی نسبت کم سے کم یہ ہونا چاہئے
کہ بلدہ سے رشتہ تبادلہ کیسی دور دراز مقام پر کر دیا جانا مناسب ہے تاکہ
آئندہ اس قسم کے مذہبی تنازعات کا قطعی انسداد ہو جائے۔
براہ کرم بعد حظ و وقعات مندرجہ بالا سید یوسف
ایلچی کے متعلق جلد مناسب انتظام فرمایا جائے تو مناسب و بہتر ہوگا

شہر مدکتط
ونکٹ راما ریڈی کو قتل کیا

نقل مراسلہ دفتر معتمدی عدالت و کوتوالی و امور عامہ سرکار عالی ۳۵۴ نشان محکمہ سرکار
صیغہ عدالت ۔ مورخہ ۵ مہر ۱۳۲۹ فصلی

از طرف محمد اکبر علی حیدری معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ
خدمت نواب معتمد صاحب مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی

بتوسط معتمد تبادلہ سید یوسف مہدوی

بتوسیل نقل مراسلہ کوتوالی بلدہ نشان نمبر ۷۱۲ مورخہ ۳۰ شہریور ۱۳۲۹ فصلی (بصیغہ راز)
بمعتمد صدر نگارش ہے کہ اگر سید یوسف مہدوی کا تبادلہ اضلاع میں
کسی جگہ کیا جا سکتا ہو تو تبادلہ کر کے نتیجہ سے ورنہ کیفیت سے مطلع فرمائیں۔

حسب الحکم عالیجناب نواب صدر الجام بہادر
شہر مہر سنگھ
معتمد محکمہ سرکار

جواب ناظم صاحب اول عدالت فوجداری بلدہ

بجواب مراسلہ سررشتہ انتظامی مورخہ ۸/ آبان ۱۳۲۹ گذارش ہے کہ
اگر عالیجناب نواب صدر الہام بہادر محض پولیس کی رپورٹ پر سید یوسف
علی خان عدالت بلدہ کے تبادلہ کی رائے رکھتے ہیں تو یہ بڑی کیا مجال ہے کہ میں
اس معاملہ میں کچھ عرض کروں۔ عدالت العالیہ نے ذریعہ مراسلہ زیر جواب
مجھ سے رائے طلب فرمائی ہے اسلئے باستشال حکم گذارش کرنا پڑتا ہے کہ
عدالتی نکتہ نظر سے اسطرح کی کارروائی پر بلا اخذ جواب تبادلہ کسی شخص کا
کردینا نہ صرف بعید از انصاف ہے بلکہ سخت خطرناک ہے ہر ملازم سرکار ایک
غیر یقینی حالت میں رہیگا۔ جب یہ جائز کہا جائے کہ محض پولیس کی رپورٹ پر
رشتہ قطع قمع ہوجاتا ہے۔ مجھے پولیس کے نقل مراسلہ ۱۳۲۹ مورخہ ۳۰/ آبان
مسئلہ مراسلہ زیر جواب کے معائنہ سے تعجب ہوا کہ قانون کے اصل اصول پذیر
نظر نہ رہے ایسی بیہودہ کارروائیاں ہوتی ہیں اور انکو بصیغہ راز پیش کیا جاتا ہے
جرائم خلاف امن عامہ قابل دست اندازی پولیس ہیں شدہ و مدکیسا تہ باجبر علیہ
ارتکاب ہوتا ہے۔ ضابطہ و قانون جس حاکم عدالت کو امن عامہ کا ذمہ دار
قرار دیتا ہے اسکو کسی قسم کی اطلاع پولیس سے نہیں دیجاتی ہے۔ جب صورت حال
یہی ہے جو الفاظ مراسلہ پولیس میں متشکل ہیں تو کیا یہ مجموعہ خلاف قانون نہ ہوگا

کیا جرم بلوہ کا مصداق رشتا مفہوم نہیں ہے؟ کیا یہ جرم قابل پولیس اندازی نہیں ہے؟ اگر ہیں تو کیوں جب منشا دفعہ ۱۶۰ غالباً فوجداری فرقہ اسکی اطلاع عدالت کو نہیں کیگئی؟ کیوں ایسے اشرار کے مقابلہ میں چالان نہیں کیا گیا؟ جو شخص ایسے مذہب امن عامہ جرم کے ارتکاب کا بانی مبانی ہو رشتا صرف تبادلہ کیا کافی تدارک خیال کیا جا سکتا ہے اسکو تو تعزیری سخت سزا ہونی چاہیے تھی شروع فساد کی بنیاد مستاصل ہو۔ ارتکاب جرم قابل رستہ اندازی کے تیقن کے بعد جب کہ ثبوت بھی موجود ہو اور وقوعہ غالباً میں سکوت غیر اختیاری پولیس ہے۔ رسکے سوا تعدد کی گنجائش نہیں ہے کہ تقسیم چاہ میں فرقہ مہدویہ کی برہمی کا اندیشہ تھا۔ صرف اعلیٰ ترین قدرت ہی مذہب قانون بحریہ بمصالح عامہ پابندی غالباً سے دستشناد کر سکتی ہے۔

اخیر میں اگر عدالت اسلامی کی یہ رائے ہو کہ واقعات مندرجہ بالا سے کوئی جرم قابل عدالت نہیں بنتا ہے اور مجھے اسکے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے تو اس تقدیر میں بھی یہ تبادلہ ایک الزامی حیثیت میں ہوگا نہ انتظامی۔ ایسی صورت میں جواب دہی ضرورت کا احساس قوی ہو جاتا ہے۔ بعد اخذ جو صورت جسکی مجھے اجازت نہیں دیتی ہے کہ عدالت کے دینے میں مجھے تامل ہے۔ بعض صورتوں میں تبادلہ جو ایک سزا انتظامی کا ہوا ہے اور شخص کے حق میں سخت تکلیف دہ و سنگین ہو جاتا اور آئندہ کے ترقی و مذہبی کا بدرجہ۔ یہ شخص عدالت کی سب سے آخری جائیداد ہوا جس بیس روپیہ پر مدت تک تعلقہ دار رہنے کے بعد

بہت حال میں یا دور ہونے میں اس طرح کا تبادلہ ممکن ہے اپنی نشو و نما و بہبودی کا
خاتم و مختل ہو۔ کم از کم جب ملزمین کا اس زمانہ گرانی میں دور دراز مقامات پر
تبادلہ سخت سزا کے مترادف ہے۔ اس امر کے بھی تسلیم کرنے میں مجھے تامل ہے کہ
اس تبادلے سے اندیشۂ مخوفہ کا قطعی انسداد (جیسا کہ بوس کے مراسلہ میں متعین ہے)
ہو جاتا ہے۔ جس شخص کے کثیر تعلقات بلدہ میں موجود ہوں اور اس کے عزیز بلدہ میں
ساکن ہوں بظاہر وہ ضرور بلدہ میں آتا رہے گا۔ قطعی انسداد تو شاید اسی صورت میں
ممکن ہے کہ ناجزہ خارج البلد محض پولیس کی حوالگی پر کر دیا جائے۔

مجھے اس آزادانہ اظہار رائے پر ہرگز کسی قسم کی طرفداری ملحوظ نہیں
مقصود اس سے زائد نہیں کہ جو حکم نافذ ہو وہ اصول و انصاف پر مبنی ہو۔

مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۲۹ء

شہید مصطفیٰ

مولوی محمد اسد اللہ صاحب صدیقی (صدیق یار جنگ بہادر)

ناظم اول عدالت فوجداری بلدہ

سرکار عالی

عالی جناب ناظم صاحب اول عدالت فوجداری بلدہ کے اس جوابی مراسلہ کو معتمد عدالت العالیہ نے جناب معتمد صاحب عدالت کو توالی و امور عامہ کی حکومت میں
بلدہ کو بھیجنے کا حکم فرمایا۔ جس کے معائنہ کے بعد سرکار کو حسب ذیل نے ناظم عدالت فوجداری کی تجویز کی ہے۔ اغراض
جناب کوتوال صاحب کی کوشش ہے تبادلے سے تعلق رکھنے والے ختم ہو جائیں۔ اکثر احباب خیال فرماتے ہیں کہ کوتوال کا کسی نہ کسی الزام میں پھنسا
پیدا کر کے پریشان کرنے کا۔ یہ خدشہ کا خصوصاً اس حال رہا۔

بہبودی کیلئے دو مخصوص تعطیلات اور وظیفہ حسن خدمت میں استثنا کا حکومت سے مطالبہ

یکسان خیال ہیں کہ حکومت جملہ پارسی و عیسائی
وغیرہ فرقوں کو انکے ایام متبرکہ میں مخصوص تعطیلات دیا کرتی ہے اسیطرح کیوں نہ
ہم بھی حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام کے میلاد و عرس مبارک کیلئے دو مخصوص
تعطیلیں حکومت سے مطالبہ کریں۔ نیز اسکے ساتھ ساتھ مدرسین مدارس کے
وظیفہ حسن خدمت میں استثنا کی اسطرح خواہش کیجانی چاہیئے کہ جو بہبودی
مدرس وظیفہ پر علیحدہ ہوکر اپنے مذہبی اصول کے تحت ترک دنیا کرنا چاہے تو
اسکا وظیفہ جاری رہے اسکے نام کے اسکی بیوی یا بچے یا جسکو وہ نامزد کرے اور اسکے نام پر
اجرا فرمایا جائے لیکن ایسی درخواست کسی قومی ذی اثر شخص کے توسط سے پیش کیجانا
مناسب ہے۔ ایک مدعی خواب محترم بابو ثانا جاب علی نے خواب میں یہ دیکھا کہ
اور ان سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور خواہش کی کہ یہ ہر دو درخواست آپکی جانب سے
بحیثیت نمائندہ قوم پیش کیجانا مناسب ہوگا۔ مجھے مسرت ہوئی کہ نواب صاحب نہایت خندہ پیشانی
سے آمادگی کا اظہار فرمایا۔ اسکے دوسرے دن درخواستوں کے مسودات بغرض ملک اضافہ
نواب صاحب کے ملاحظہ میں پیش کیا۔ ارشاد ہوا بیشک جز انکو خوشخط لکھا کر لوٹے دستخط کروتا ہوں
پھر نواب درخواستوں کو میں ہی پیش کرونگا لیکن چار پانچ ممتاز معزز قوم کے بھی دستخط ہوجائے تو
بہتر ہوگا۔ میں نے تعمیل کا وعدہ کیا۔

نقل درخواست بہ غرض تعطیل عید و عرس مبارک حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام

بحضور عالی جناب مہاراجہ بہادر عین السلطنت صدر اعظم بابِ حکومت سرکار عالیہ

عالیجاہ! ہماری سرکار دولت مدار پائیدار کے زیر سایہ متعدد و مختلف اقوام و ملل جس امن و اطمینان کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض و احکام کو ادا کرتے ہوئے زندگی بسر کر رہے ہیں وہ ہمارے لئے قابل فخر ہے۔ تعطیلات میں تمام مذاہب و فرقوں کے ایام متبرکہ کو ملحوظ رکھکر انکے روز تعطیل دیجاتی ہے تاکہ وہ فرصت و اطمینان سے اپنے رسوم مذہبی کو ادا کر سکیں۔ یہاں تک کہ ہر بار سیول و عیسائیوں کا قلیل التعداد جماعت کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے چنانچہ "نوروز" اور "کرسمس" کی تعطیلات دیجاتی ہیں۔ فرقہ مہدویہ اہل سلطنت کا وہ قدیم جانثار گروہ ہے جسکو تمام سلطنت سے آج تک برابر شرف خدمت گزاری حاصل رہا ہے۔ لیکن یہ گروہ سرکار کی عام فیاضی سے محروم ہے۔ سال میں ۴ دن یعنی ۱۴ جمادی الاول اور ۹ ذیقعدہ جو امام حضرت مہدی موعود آخر زمان مسیح محمد جونپوری علیہ السلام کے میلاد و عرس شریف کے ایام ہیں مخصوص تعطیل مرحمت فرمائی جانی چاہئے۔ یہ دن ہمیں ہر فرد بشر کی عقیدت و دلچسپی سے مشغول رہتا ہے مگر ان ایام متبرکہ میں گروہ مہدویہ کو تعطیل سے فتح موقع حاصل نہیں رہتا یا تو جنکو ان متبرک ایام کی شرکت کیلئے رخصت لینی پڑتی ہے یا سرکاری کام کی انجام دہی کا خیال جنکو ان متبرک ایام میں بھی اپنے مذہبی

کی ادائیگی سے باز رکھتا ہے۔ رسمی

ادا کا دستور جاری ہے کہ

جس طرح عید نوروز میں خاص پارسیوں کو نوروز کے مراسم میں خاص عیسائیوں کو
تعطیل دی جاتی ہے۔ اسیطرح سال میں صرف محرم ۱۲ ربیع الاول اور
۱۹ ذیقعدہ کو خاص گروہ مہدویہ کیلئے تعطیلات منظور فرمائی جائیں تاہم
اپنے مالک و ملک کے حق میں دست بدعا رہکر اپنے رسوم مذہبی
بہ اطمینان پورے کر سکیں ۔

المرقوم یکم امرداد ۱۳۲۹ فصلی

درخواست گزار

[redacted]

نائب گروہ مہدویہ

دستخط
مولوی محمد شریف صاحب
پروفیسر جامعہ عثمانیہ

دستخط
مولوی محمد علی فخری صاحب
ناظم کتب و صنعت و حرفت

دستخط
مولوی سید عبد القادر صاحب
تعلقدار محکمہ شرعیہ ریاست

دستخط
مولوی الحاج سید علی صاحب
رئیس و کمیشنر

دستخط
مولوی محمد عباس خان صاحب
وکیل

نقل — درخواست استشفاء بہ وظیفۂ حسن خدمت

عالیجناب! ہم جملہ افراد فرقۂ مہدویہ جن کو سرکار عالیہ کی ملازمت کا شرف حاصل ہے مستدعی ہیں کہ ہماری ملازمت سرکاری ختم ہونے پر تحت ضابطہ و قاعدہ حسن خدمت جو وظیفہ عطا فرمایا جاتا ہے وہ بجائے وظیفہ خوار کے نام پر اجراء ہونے کے اسکے متعلقین کے نام بطور وظیفۂ رعایتی منظور فرمایا جائے۔ کیونکہ اصول مذہب مہدویہ و اعمال کے منجملہ ہر شخص مہدوی کو اپنی حیات میں بغرض طلب دیدار خدا ترک دنیا کرنا فرض ہے۔ تارک دنیا کیلئے توکل لازمی ہے متوکل کو چاہئے کہ عملاً تمام معاشی تعلقات کو منقطع کرے ایسی صورت میں وظیفہ کا اپنے نام پر حاصل و متمتع کرنا ایسا فعل ہے جو ہمارے اعمال مذہبی کا عارض ہے۔ غیر ملازم مہدوی اشخاص اپنے معاشی جد و جہد کے زمانہ میں متعلقین کیلئے جیسی پرورش کا فرض اُن پر شرعاً و اخلاقاً عاید ہوتا ہے کچھ نہ کچھ انتظام کر لیتے ہیں، لیکن ملازم سرکار کو جو اپنے وظیفہ حسن خدمت کے سوا کسی قسم کا سرمایہ نہیں رکھتا سخت مشکلات پیش آتی ہیں۔ اگر وہ وظیفۂ حسن خدمت سے دست بردار ہو جائے تو اسکے متعلقین کو افلاس و فاقہ کشی سے دو چار ہونا پڑتا ہے اور اگر وظیفہ حاصل کرتا ہے تو اس پر غیر مبنا تارک فرض کا الزام عاید ہوتا ہے۔ اسلئے

امید ہے کہ التماس ہمارے جانثارانہ و وفادارانہ خدمات کے

بذریعہ جگہ جزیہ قواعد حسن خدمت سے مستثنیٰ فرمایا جائے تاہم
آزادی کیساتھ اپنے فرائض مذہبی کو انجام دیکر رعایا اور سلطنت کے
قیام و دوام کیلئے دعا دیتے ہوئے مشغول عبادت ہو سکیں۔

لہذا ہر اس مہدوی ملازم کو جو ایسی درخواست پیش کرے حالت
ملازمت یا وظیفہ پر بیٹھنے کے بعد اسکو مردہ تصور کرکے اسکے متعلقین
کو وظیفہ یا پنشن عطا کرے اور اہل وظیفہ تمام وظیفہ رعایتی بشرط
پرورش متعلقین سرفراز فرمایا جائے۔

ہمکو امید ہے کہ ہمارے ان مذہبی قیود و پابندیوں کا لحاظ
کرتے ہوئے ہماری عدل گستر و رعایا پرور حکومت درخواست ہذا کو
ضرور شرف قبول عطا فرمائے گی فقط

العارض یکم اپریل ۲۹ء

درخواست گزار

[illegible]

نوٹ۔ اس درخواست پر بھی ان عاملین قوم کے دستخطیں لی گئی ہیں جو تعطیلات کی
درخواست پر دستخط فرماتے ہیں۔

تو

درخواستیں تیار اور نواب صاحب کے دستخط کے لئے سب سے پہلے حضرت صدر شمسی
کے پیش کی گئیں۔ حج نواب صاحب کا وقت کا اتفاق سے نواب صاحب بھی بعد
جمعہ کے وہاں تشریف فرما تھے۔ نواب صاحب نے مولانا سے فرمایا تصور صاحب تم کا
جانب سے دو مفید تجویزات حکومت میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ درخواستیں حضور کے
سامنے رکھدیا انکو پڑھکر حضرت شمسی صاحب نے مجھے دعا دیتے ہوئے فرمایا
تقریباً چھ ڈھائی سو سال سے ہمارے جتنے اور اور سعادات وغیرہ بیان ہوئے
بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے بعض حضرت کو بادشاہ کا قرب بھی حاصل رہا مگر افسوس ہے
کسی نے بھی قوم کیلئے ایسے تخصصات حاصل نہیں کئے۔ یہ فرما کر نہایت صمیم قلب سے چند
آیات کی تلاوت فرماتے ہوئے درخواستوں پر دستخط فرمایا اور ہاتھ اٹھا کر
بارگاہ رب العزت میں کامیابی کی دعا کی۔ یہ رب تعالیٰ ہے کہ مولانا کی اس پر خلوص
دعا کی وجہ سے ہی میں اپنے مساعی میں کامیاب ہوسکا۔

حصول دستخط کے سلسلہ میں اختلاف ذہنی کے جو واقعات پیش آئے وہ اظہار
خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ایک قومی اعلیٰ عہدہ دار کے سامنے یہ درخواستیں پیش کی گئیں
تو ارشاد فرمایا کہ تعلیمات سے متعلق درخواست کی منظوری کی توقع کیا سکتی ہے
دوسرے پر دستخط کی درخواست قطعی نامنظور ہو جائیگی اسلئے کہ مخبر ہمارے
مذہبی اعمال کیلئے حکومت خالص ملازمت میں ترمیم کرنا ہرگز پسند نہ کرے گی
لہذا میں اگر درخواست پر دستخط نہیں کرونگا۔ چنانچہ مرحوم نے صرف تعلیمات کی

درخواست پر دستخط فرمایا۔ ایک اور اعلیٰ عہدہ دار کے دستخط جو بعد میں
درخواستیں پیش کی گئیں تو ارشاد ہوا کہ ہو سکتا ہے حکومت وظیفہ خوار
کی درخواست منظور کر لے لیکن تعلیمات کا مسئلہ اہم ہے اسکے منظوری کی توقع نہیں
موصوف نے وظیفہ پر مشتاق کی درخواست پر دستخط فرمایا۔ اسی سلسلہ میں ایک اور
اعلیٰ عہدہ دار کی خدمت میں یہ درخواستیں پیش کی گئیں۔ تو موصوف نے درخواستوں کو ناقابل
پیش رفت قرار دیا اور ان پر دستخط کرنے سے انکار فرمایا۔ ایک ایڈووکیٹ صاحب
جو قانون دانی میں کافی شہرت کے حامل تھے انکے پاس درخواستیں بغرض دستخط پیش کی گئیں تو
فرمایا "قومی کام کرنا تو میں جنون سمجھتا ہوں" میں عرض کیا ہے ارشاد ہوا جب تک
مجنونانہ رپورٹ سے کام نہیں لیا جاتا کامیابی نہیں ہو سکتی۔ یہ سنکر کچھ مجھے ہنسی آئی اور
دوسرا درخواستوں پر دستخط فرما دیا۔

ایک اور وکیل صاحب ان درخواستوں کو دیکھکر ایسے برکھپڑے اور فرمایا ایسی درخواستیں وکیل
کیا پیر ہمارے سروں پر ہتھوڑیاں مارنے کا ارادہ ہے۔ اس بے تکے جواب پر مجھے
غصہ آگیا میں نے کہا اچھے لیڈر ہیں آپ خیر دستخط نہ کیجئے۔ حکومت یہ تو
نہ کہے گی کہ ان درخواستوں پر ہندی وکیل صاحب کا دستخط نہیں ہے اسلئے نامنظور۔
یہ سنکر فرمایا آپ خفا ہو گئے لائیے میں دستخط کر دیتا ہوں۔ پھر کچھ تہہ سے درخواستیں
پھر دستخط فرما دیئے اور فرمایا [illegible] میں نے کہنا [illegible] کیا تھا۔

ایک اور لطیفہ ۔ میرے ایک قریبی رشتہ دار جو بے تکلف دوست بھی تھے
میں نے خود سنا کہ ایک مرتبہ فرمایا جن صاحب کا یہ تحریک ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے
دماغ کے پرزے ڈھیلے ہو گئے ہیں اور اس پاگل کو دیوانہ خانہ میں شریک کرا دو ۔
نیز فرمایا مہدویوں کی ملک میں بھی بہت تعداد ہے بعید نہیں آواز پر کیا کر دے گا!
آخری تخفیف تعلیمات کا مسئلہ حکومت کے زیر غور ہے ایسے وقت مزید
تعلیمات کا مطالبہ تعلق دماغ نہیں تو اور کیا ہے ۔ پھر فرمایا آپ کو اس بیہودہ تحریک
میں دلچسپی لے رہے ہیں ۔ آخر بتلائیے اس کے محرک کون صاحب ہیں ۔ میں کیا جواب
دیتا تھا کہ مجھے بھی آپ ہی کے ذریعہ سے اتفاق ہے وہ خود لکھ دیتا ہوں ۔ یہ کہکر چھٹکارا ۔
الغرض چار پانچ دن تعطیل کر کے وہ نوبیل نواب صاحب کو دیدیا ۔ آپ مقلوب خطوط کا
دوا نہ فرما دیے ۔ میں پھر ملا کرتا رہا ۔

خدا کا شکر ہے ایک سال کے اندر ہی مہدویوں کے لئے مخصوص تعلیمات کا نفاذ
شرف صدور پا گیا ۔ نواب صاحب نے مجھے مبارکباد دی ۔ قوم میں ایک مسرت کی
لہر دوڑ گئی ۔ ایسی تحریک عوام تو عوام تا نوابین و علماء دین کو بھی جس کا پایا
کی امید نہیں تھی بفضل خدا کامیاب ہو گئی ۔ اور ثابت ہو گیا کہ جو کام عزم صمیم و نیک نیتی
سے کیا جائے اللہ تبارک تعالیٰ ضرور کامیاب فرماتا ہے =

وظائف میں استثناء کی درخواست منظور نہیں ہو سکی تھی ۔
اس تحریک کا متعلق مسئلہ تاریخ صدور الہام مال کو بھی مفید تھا کہ ایک پہلے پیر

رشتہ دار کو کیسے مزدہ تصور کیا جائے۔ کونسل کے اور اور حال تو خاموش رہے لیکن
نواب ولی الدولہ بہادر صدر الجہاد نے تاریخ سے فرمایا ہمارے پیغمبر حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جسکو ہم حدیث کہتے ہیں تم قتل انتحار مرو
یعنی مرو تم مرنے سے پہلے۔ اس حکم کی بناء پر عہدیدار ترک دنیا کرکے گوشہ
نشین ہو جائے جس اسی لئے درخواست بذریعہ پیشکش لگی ہے۔ تاریخ نے کہا ایسا شخص اپنا
وظیفہ کسی ریجنٹ (مختار) کے ذریعہ حاصل کر سکتا ہے۔ اس نوبت پر نواب
فخر یار جنگ بہادر معتمد فینانس اس خیال سے کہ کہیں کارروائی ختم نہ کر دی جائے
فرمایا کہ اس ضرور میں درخواست گذار اول سے استرداد کرلایا جانا مناسب ہوگا۔
نواب صاحب کا یہ تو بیک طبیعتی اور کارروائی فی الحال ملتوی کیجائے۔
نواب فخر یار جنگ بہادر جن سے اس کارروائی کے سلسلہ میں مکرر ملاقات ہوا کرتی تھی
مجھے طلب کرکے کونسل کا رویہ ظاہر فرمایا۔ میں عرض کیا یہ طریقہ کار اگر
ممکن ہوتا تو ہم حکومت سے قواعد ملازمت میں استثناء کی خواہش کیوں کرتے۔
اس صورت میں یہ دشواری ہے کہ تارک دنیا کا نام کبھی وظیفہ خوار وثیقہ میں
موجود رہتا ہے تصدیق حیات کیلئے ہر سال دفتر خزانہ عامرہ کا خانہ لازمی ہوگا۔ نیز
ترک دنیا کیلئے ہجرت کا بھی لزوم ہے۔ ایسا شخص جب اندرون و بیرون
ملک کسی خاموش جگہ مقیم ہو کر یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے تو اسکے لئے
تدفین سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کیلئے کسی گزٹیڈ عہدہ دار کی تلاش کرنا قطعی

ناممکن ہے۔ اور سب سے بڑھ کر ماہوار معین آمدنی حاصل کرنا تو کل کے خلاف ہے۔
یہ سنکر نواب فخر یار جنگ نے فرمایا کہ صحیح ہے۔ آپ ایک وضاحتی عرضداشت
پیش کیجئے۔ میں آئندہ اجلاس میں پیش کر دونگا۔ تین دن اتفاقات کا اظہار کرتے ہوئے
وضاحتی درخواست پر نواب بہادر نواز جنگ کا دستخط لیکر نواب فخر یار جنگ بہادر کو
دیدیا۔ چار پانچ ماہ بعد بہادر یا شل جب شریک رہنمائے ہوئی اور وقت
نواب فخر یار جنگ بہادر طویل رخصت پر تھے۔ انکی جگہ مسٹر دلاور حسین
مستقل نیابتی شل کونسل میں پیش کیا۔ یہ غریب اسلام کے اصول کیا جانتے جو
وضاحت کرتے۔ صرف درخواست کا خواندگی کر کے خاموش ہو گئے۔
مسٹر ٹھریج صدر الہام نے کہا حکومت کسی فرقہ کے مستقدمات کے
تحت اپنے ضابطہ و اصول کو نہیں بدل سکتی۔ تاہم ہر فرقہ کے جانثارانہ
خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے اتنی رعایت کیجاتی ہے کہ "ایسے درخواستگذار
کو اسکی خواہش کے موافق اوسکو مردہ تصور کر کے اسکے نامزد شخص کو وظیفہ جاری
جو تحت ضابطہ مل سکتا ہے اجراء کر دیا جائے" یہ تجویز بالاتفاق منظور ہوئی۔
اور حسب قاعدہ جریدہ اعلامیہ میں شائع کیگئی۔ جسکا نقل ذیل ہے۔
اعلامیہ اجلاس باب حکومت مورخہ ۲۲ خرداد ۱۳۴۱ ف
بالاتفاق طے پایا کہ صرف فرقہ مہدویہ کا
مرنگ جس فرقہ کے کوئی شخص تارک الدنیا

ہوتا ہے اور اسی روز سے وہ فوت شدہ تصور کر کے
جو وظیفہ رعایتی اور کسی درثاء کو ایسی صورت میں
ایصال ہو سکتا ہے صرف اسی حد تک ایصال کیا جاتا ہے۔

تجویز صدر کے تحت وظیفہ رعایتی اتنی قلیل تعداد میں اجراء ہوتا ہے کہ کسی کو بھی
بھی اس سعدیہ میں انتظام نہیں کیا۔ البتہ حضرت والد صاحب جب ترک دنیا کرنے سے
قبل اپنا وظیفہ حکومت کو واپس فرما دیا تھا۔ حضرت والد صاحب کی جانب سے تقریباً دس سال
بعد میں نے احکام صدر کے حوالے سے اجرائی وظیفہ رعایتی کی درخواست پیش کی تھی
جو منظور کر لی گئی چنانچہ آج تک تقریباً ۳۳ سال سے برابر وظیفہ مل رہا ہے اور تا حیات
ملتا رہے گا۔

وظیفہ حسن خدمت میں رشتہ دار کی ۵ روپے اسلئے کیمیٹی تھی کہ وظیفہ کی موجودگی میں
اکثر حضرات ترک دنیا جیسے اہم فرض سے اجتناب کر رہے تھے اسلئے کہ حضرت
مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ "تعین کو لعین فرمایا ہے" مگر افسوس کہ جس اندیشہ کے تحت
یہ بلا وجہ جاری کی گئی تھی نا معلوم کیسوجہ سے وہ سامنے آ کر رہا۔

علماء ملت نے مسئلہ تعین کے تعلق سے ایسے تاویلی فتوے صادر فرمائے کہ قوم کو
ترک دنیا کرنے کے بعد بھی حصول وظیفہ کی سند جواز مل گئی۔ اکثر حضرات اب ترک دنیا
کر کے وظیفہ حسن خدمت بھی حاصل کر رہے ہیں اور فتوے اور خود انہوں نے بھی یہ نامبرد یا الم الیصار
بروز حشر اللہ تعالیٰ ایسے تارکین سے مواخذہ لے گا یا علماء ملت سے وہی پکڑ جائیں گے

(۶)

رسالہ المصدق کی اجرائی

بھائی سید محمود یداللہی اور میں ایک عرصہ سے قومی اخبار شائع کرنے کی تجویز پر غور کر رہے تھے۔
بالآخر یکم ماہ محرم ۱۳۴۳ھ کو المصدق نام کا پہلا پرچہ قوم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔
پہلے پہلے تو قوم نے پرچہ کی بڑی آؤ بھگت کی مقامی حضرات کے علاوہ اقطاع ہند کے مہدوی بھائیوں نے مبارکباد کے خطوط بھیجے۔ ضرور اپنے تخلیقات، ادبی و اہل قلم حضرات مضامین دینے نیز تعاون عمل کا وعدہ فرمایا۔
لیکن افسوس ہے کہ چھ سال کی قلیل مدت میں ان سب حضرات کی المصدق سے دلچسپیاں ختم ہو گئیں۔ خریداروں نے صرف تین روپے سالانہ چندہ دینے میں تساہل سے کام لیا اور اہل قلم حضرات مضامین دینے میں بے اعتنائی شروع کر دی جس کی وجہ سے مسلسل چھ سال خدمت کرنے کے بعد یہ قومی آرگن دم توڑ دیا۔
بھائی سید محمود یداللہی المصدق کے اخری نمبر میں اسکے بند کئے جانے کے تفصیلی وجوہ نوٹ فرمائے ہیں۔ اور میں ایک نظم نما پارٹ "دل" لکھا۔

مسی پارۂ دل

گفتے بردہ از دل برود ہر کہ از ینجیم ۔ من قاتل فروش دل مسی پارۂ خویشم

۱ کیا تمھارے تمہیں نہیں معلوم	پوچھتے ہو جو مجھ سے کیا کہیے
۲ چل بسا ہے مصلح قومی	اٹھیے اور رثا مرثیا کہیے
۳ حال کچھ اپنی قوم کا لکھیے	کچھ رسالے کا ماجرا کہیے
۴ بے وجہ بند کیوں ہوا لکھیے	بے سبب کیوں یہ رک گیا کہیے
۵ قوم نے اس غذا سے قوم کیا تھا	کیا کیا ہائے کچھ ذرا کہیے
۶ کیسے کیسے بزرگ ہیں مسنن	عقل گم ہے کہ انکو کیا کہیے
۷ لیڈر قوم و حامی ملت	نہیں اس سے بھی کچھ اور کہیے
۸ منتخب کیجیے انکو ملت کا	قوم کا ان کو پیشوا کہیے
۹ رہبر راہ رستگا کہیے	کشتی دین کے ناخدا کہیے
۱۰ درۃ التاج اہل فضل و ہنر	یا انہیں بحر علم کا کہیے
۱۱ بے کا کچھ تبحر علمی	مسند آرائے انبیا کہیے
۱۲ مختصر یہ کہ ان بزرگوں کو	ماحی و ماوا قوم کا کہیے
۱۳ باوجود تبحر اور جامعیت	المصدق کو کیا ہوا کہیے

۱۴ کتنے احباب سے مدد پہونچی - کتنے وعدے ہوئے وفا کیجیے
۱۵ مایۂ ناز قومی اہل قلم - کتنے مضمون دیئے ذرا کہیئے
۱۶ کیا ہوئے وعدہ ہائے امداد کا - کیا ہوا جوش قوم کا کہیئے
۱۷ ہاں اسی سلسلہ میں کچھ احوال - مستطیل از قوم کا کہیئے
۱۸ ذکر ترنگے عطا کا کچھ کیجیے - حال کچھ ترن کے بدل کا کہیئے
۱۹ کتنا مذہب کا ہے خیال انہیں - کس قدر مس ہے قوم کا کہیئے
۲۰ کتنے ارقم کی ضرورت ہے - کوئی پوچھا بھی ہے بھلا کہیئے
۲۱ کم سے کم ختم سال پر چندہ - کتنے احباب نے دیا کہیئے
۲۲ نام سب کے الگ الگ کہیئے - حال سب کا جدا جدا کہیئے
۲۳ بہائی محمود عقل حیراں ہے - نہ کہیں کیا - کہیں تو کیا کہیئے
۲۴ کون سنتا ہے اپنا نوحۂ غم - کس کو ہم اپنا مدعا کہیئے
۲۵ تلخی احساس کس کے کیجیے ارقم - کس کو ہمدرد قوم کا کہیئے
۲۶ ایک ہی جسم کے ہیں سب اعضا - کس کو اچھا کسے برا کہیئے
۲۷ منشی و مولوی ادیب و فقیہ - کیا مدد ہی انہوں نے کیا کہیئے
۲۸ کیوں کسی کی شکایت کیجیے - کیوں کسی کو برا بھلا کہیئے
۲۹ نفع اجرا سے اس رسالہ کیے - فائدہ اسمیں آپ کا کہیئے
۳۰ لیڈر قوم ہو چکے بس اب
گھر میں رہ کر خدا خدا کیجیے

(۲) ۴ شرکت کمیٹی "سیاسہ نویسی" و زکوٰۃ

بغیر اس میں نواب بہادر یار جنگ کے پیارے حسین کیشوا بھی شریک ہوتا رہا۔
جنکو نواب صاحب نے تشکیل دیا تھا۔ کمیٹی "ندوۃ المجددیہ" بڑے تعمیر روضۂ اقدس
"کمیٹی زکوٰۃ" "کمیٹی سیاسہ نویسی" ان کمیٹیوں کے ارکان میں مولانا حضرت
سید کتاب صاحب قبلہ۔ مولانا محمد سعادۃ اللہ نائب صاحب۔ مولوی ابوالحسن سید علی صاحب
ایڈوکیٹ۔ مولوی سید شاہ رکن الدین صاحب وکیل۔ مولوی غلام علی صاحب محمدی ناظم
نشر صنعت و حرفت ۴ اضلاع۔ مولوی محمد عارف صاحب مہتمم برقی شریک تھے۔
کمیٹی ندوۃ المجددیہ کے مقاصد و مسئولہ زکوٰۃ میں کوئی قابل لحاظ پیش رفت تو
نہ ہو سکی البتہ محکمہ سیاسہ نویسی کا مسئلہ طے ہو گیا۔ اس سلسلہ میں حکومت کا کہنا تھا کہ
ممالک محروسہ میں اسلام کے جو فرقوں میں بوقت تقرر نظام سیاسہ نویسی کا
عمل زیر انتظام حکومت رائج ہے سوائے مجددیوں کے۔ مجددیوں کے اس استثنا سے
بعض فرقوں کو شکایت پیدا ہو گئی ہے لہٰذا ایک نیت عمل کیجئے حکومت مناسب
سمجھتی ہے کہ مجددیوں میں بھی سیاسہ نویسی کا عمل رائج کیا جائے۔
اسکے جواب میں ہمارا ادعا یہ تھا کہ پہلے تو زمانہ اسلامی سیاسہ نویسی کا
لزوم لغو ہے۔ اسکے قطع نظر تقریباً دو سو سال یعنی قیام حکومت آصفیہ سے
آج تک مجددیوں میں سیاسہ نویسی کا عمل نہیں ہوا اور نہ مجددیوں کا اسکو ضروری سمجھتے ہیں
حکومت انتظاماً اب کرنا چاہتی ہے۔ لیکن یہ عمل اصول و رسم مجددیہ کے
مغائر ہے۔ غرض دو سال تک اس مسئلہ میں حکومت سے مراسلت چلتی رہی

کئی دفعہ میں اور نواب صاحب اس خصوص میں جناب ناظم صاحب اور مذہبی و عالیجناب
صدر الصدور صاحب عدالت العالیہ نیز صدر الہام متعلقہ اور صدر اعظم بہادر
مہاراجہ کشن پرشاد بہادر) سے ملاقات کرتے رہے بالآخر بفضل تعالیٰ ہماری
مساعی کامیاب ہوئیں - فرقۂ مہدویہ کو سیاہ قانون سے مستثنیٰ قرار دیا گیا
اور اس تصفیہ کی اطلاع تمام تعلقداروں اور مالک محروسہ سرکار عالی کو کر دی گئی -
اس سے کہ بعض اضلاع میں متعصب قاضی مہدویوں کو سیاہ قانون کے
مجبور کر رہے تھے - اور ہمیشہ جھگڑے و فساد کا اندیشہ رہتا تھا -

کمیٹی زکوٰۃ -

اسی طرح نواب صاحب نے جو کمیٹی زکوٰۃ ترتیب دی تھی اور جس کے ارکان میں جناب خان صاحب
عبد الکریم بابو خان صاحب - جناب محمد مقدم علی صاحب محمدی ناظم صنعت و حرفت - جناب
ابو الحسن سید علی صاحب ایڈووکیٹ - مولوی محمد سعادۃ اللہ خان صاحب راقم شامل ہے
زکوٰۃ کے قواعد و ضوابط ترتیب کرنے نیز مصارف زکوٰۃ کے منتخب اور انکے
مساوفہ کے لئے ایک مستقل کمیٹی تشکیل دی گئی جو نواب صاحب - مولوی
محمد سعادۃ اللہ خان صاحب راقم پر مشتمل تھی - اس کمیٹی نے دو ماہ میں اپنا موضوع
ختم کر دیا لیکن صدر کمیٹی کے ارکان جناب عبد الکریم بابو خان صاحب - مقدم علی
محمد صاحب و ابو الحسن سید علی صاحب کے عدم تعاون نیز نواب صاحب کے بڑھتے ہوئے
ضعف کی وجہ سے یہ زکوٰۃ کمیٹی اپنے مقصد کو پورا نہ کر سکی -

قیام ادارۂ اعانت طلباء مہدویہ

میری تحریک پر ایک ادارہ بنام ادارۂ اعانت طلباء مہدویہ تشکیل دیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اہل خیر حضرات سے رقمی امداد حاصل کر کے نادار طلباء کیلئے درسی کتب فراہم کئے جائیں تاکہ غریب طالب علم عدم دستیابی کتب کے باعث حصول علم ہی سے محروم نہ رہ جائیں۔ اس ادارہ کی رکنیت پر ہر محلہ سے ایک ذی علم و خوش کردار منتخب کیا گیا تھا۔ محلہ کاچیگوڑہ سے والد سید عبدالقادر صاحب اسحاقی بی۔ اے۔ بیگم بازار سے والد محمد بہادر خان صاحب بی۔ اے۔ گنگرا جاگیردار کالج۔ اچلی گوڑہ سے والد محمد منور خان صاحب بی۔ اے۔ مشیر آباد سے احقر۔ صدر ادارہ نواب بہادر یار جنگ بہادر تھے۔ معتمدی کی خدمت میرے تفویض کی گئی۔ اس کے اعزازی نواب صاحب کی ڈیوڑھی میں منعقد ہوتے تھے۔

ہر رکن کمیٹی اپنے محلہ کے مستحق و نادار طلباء کی فہرست مرتب و پیش کرتا تاکہ ان لڑکوں کو ان کی جماعت کی پوری کتابیں دلوائی جاتی۔ اسی طرح سالانہ ڈھائی تین سو روپیہ سے زیادہ کے کتب قریبی طلباء میں تقسیم کئے جاتے۔ اس ادارہ سے ابتدائی جماعتوں کے علاوہ بڑی جماعت مثلاً بی۔ اے۔ بی۔ ایس وغیرہ کے طلباء بھی اس ادارہ سے استفادہ کرتے تھے۔

یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔ میری معتمدی میں انجمن مہدویہ بن گئی

کے دور میں اس ادارہ کو انجمن مذکور میں ضم کر دیا گیا۔
ادارہ اعانت طلباء سے استفادہ کرنے والے اکثر و بیشتر
حضرات آج گزیٹڈ پوسٹ و اعلیٰ خدمات پر فائز ہیں۔

انجمن مہدویہ چیل گڈہ کو قومیانے کی کوشش اور کامیابی

ایک روز میں نواب بہادر یار جنگ سے عرض کیا کہ انجمن مہدویہ چیل گڈہ
کو شخصی اقتدار سے نکال کر اسکو ایک قومی جمہوری ادارہ بنانا چاہیے۔
اس انجمن کو قائم ہوئے تقریباً چالیس سال کا زمانہ منقضی ہوتا ہے۔ اس طویل مدت میں
اسکی کوئی نمایاں کارگزاری منظر عام پر نہیں آئی۔ کہا جاتا ہے کہ مدرسہ سلطانیہ
قیام انجمن ہی کی جانب سے عمل میں آیا ہے۔ لیکن مجھکو بعض بزرگوں سے اطلاع ملی ہے کہ
یہ مدرسہ سید عبد اللہ صاحب عرف سید دولہا صاحب وکیل سکندرآباد کی تنہا مساعی
جد و جہد سے قائم ہوا ہے۔ جسکے بعد میں انجمن مہدویہ کی کارگزاری میں شریک کر لیا گیا۔
لیکن تنگ نظری کے یہ مدرسہ ایک عرصہ تک نہایت کامیابی سے چلتا رہا۔
اس مدرسہ کے بعض طلباء معاشرے میں بہت بلند مقام حاصل کئے۔ جن میں قابل ذکر
نواب محمد امیر علیخان صاحب سابق صوبہ دار و مکین مال اور مولوی سید یحییٰ قاسم صاحب
نائب ناظم کوتوالی اضلاع نیز علامہ سید ابراہیم صاحب سابق دوم لعلقدار و مہتمم آبکاری
وغیرہ ہیں۔ یہ حضرات حکومت و قوم میں ایک امتیازی حیثیت کے حامل ہیں۔ مگر
انجمن مہدویہ اس چیل سالہ دور میں تہنیت و تعزیت کے جلسے عام تو ضرور
کراتی رہی۔ اسکے سوا کوئی ٹھوس و مفید قومی کام انجام نہیں دیا جو قابل تذکرہ ہو۔
اسکا وجود عدم کے برابر رہا۔ اسلئے میں نواب صاحب سے انجمن کے اس سکوت و جمود کو

ختم کر کے پھر ایسے تجویزات پر عمل کرنا چاہئے جو حال و مستقبل کی قوم کیلئے مفید ہوں
نواب صاحب نے فرمایا انجمن بڑے نام قومی ہے اسکو قائم کرنا یا اسکو قومی بنانے کی
کوشش کرنا اسلئے دشوار ہے کہ انجمن پر ایسے حضرات کا قبضہ ہے جنکا قوم میں
کافی اثر ہے۔ اس سے پہلے بھی اکثر حضرات جن میں جناب سید علی صاحب بیرسٹر
جناب ابوالحسن سید علی صاحب ریڈر کیٹ جناب سید اسحاق صاحب وغیرہ شامل ہیں انجمن کو
قومیانے کی بہت کوششیں کیں لیکن کسی کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ سید اسحاق صاحب
نے تو "خانہ مساز انجمن" کے نام سے بڑے بڑے پوسٹر شائع کئے اور انجمن کے
خلاف کافی پروپیگنڈہ بھی کیا گیا لیکن یہ سب جدوجہد بے نتیجہ و صدا بصحرا ثابت ہوئی
اور انجمن قومی نہ ہو سکی۔ نیز نواب صاحب نے فرمایا میں جانتا ہوں آپکو قومی کاموں سے
دلچسپی ہے بہتر یہ ہوگا کہ ایک علیحدہ انجمن تشکیل دیکر اسکو کامیاب بنانے کی کوشش کیجئے
میں اسمیں علی حسب حصہ لینے کے علاوہ معقول مالی امداد بھی کرتا رہوں گا۔
میں نے عرض کیا نواب صاحب ہمارا چھوٹی سی قوم میں دو انجمن کا وجود نہ صرف غیر مفید ہوگا
بلکہ یہ انجمنیں اختلافات کا مرکز بنکر رہ جائینگی۔ اسلئے میں انجمن مجلس
ہی کو قومیانے کی کوشش کرنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ اس خصوص میں چند تجاویز جو میرے
ذہن میں ہیں اسپر عمل کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپکی سرپرستی و تعاون مجھے
حاصل ہو۔ نواب صاحب نے حتی الوسع تعاون کرنے کا وعدہ فرمایا۔ نواب صاحب
کے اس یقین دہانی کے بعد میں نے ان تجاویز پر عمل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

جس پر عمل کرنے سے بچے کا بیاہ کی توقع ہے۔

سب سے پہلے میں حضرت مولوی سید شاہ یعنی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ
خان بہادر بابو خان صاحب صدر انجمن معیدیہ کو انتقال کئے ایک عرصہ ہوا اسکے بعد سے کسی صدر کا
انتخاب نہیں ہوا جس کی وجہ سے انجمن کے کاروبار میں جمود پیدا ہو گیا ہے لہذا کسی مناسب
شخص کو صدارت کیلئے انتخاب فرما کر انجمن کا کاروبار کی میں گرمی پیدا کیجئے تو
مناسب ہوگا۔ ارشاد ہوا میں ایک عرصہ سے اس معاملہ میں غور کر رہا ہوں اشخاص
پیش کر کہ صدارت کے قابل جو افراد ہیں وہ اس خدمت کو قبول کرنے آمادہ نہیں ہوتے۔
عرض کیا سابق صدر کے فرزند خان صاحب عبدالکریم بابو خان صاحب کو صدارت کیلئے آمادہ کرنا
بہتر ہوگا۔ اگر ارشاد ہو تو حضرت کی طرف سے جا کر انکو آمادہ کرنے کی کوشش کروں۔ ارشاد
ہوا ضرور کیجئے۔ میں جانتا تھا کہ حضرت کو قومی کاموں سے ذرہ برابر دلچسپی
نہیں ہے تکمیل حاصل کیلئے حضرت کا پیام پہونچایا۔ خان صاحب نے حسب توقع انکار
کر دیا۔ اسکی اطلاع حضرت کو دیتے ہوئے مولوی غلام علی تکمیل صاحب ناظم
مدرسہ نصرت و حضرت اور مولوی سید عبدالقادر صاحب تعلقدار آشاوتی سے بھی
تذکرہ کرنے کی اجازت حاصل کر لی۔ جب تک تمام دین میں سے کوئی بھی اس
بے عمل انجمن کا صدر بننے آمادہ نہ ہوگا غرض ہر تکو بھی حضرت کا پیام پہونچایا گیا نتیجہ
ان حضرات نے بھی انکار کر دیا یا یوں کہئے انکار کروایا گیا۔ مولوی کو اس سے مطلع
کرتے آخر میں عرض کیا کہ نواب محمد یار خان صاحب [illegible] نواب [illegible]

انجمن کی صدارت کیلئے موزوں رہیگا۔ ارشاد بھائی کو انجمن ذی علم اور ذہین
صدر کی حیثیت سے پسند کیا گیا۔ اگرچہ یہ آمادہ ہوجاتے تو غنیمت تھا ایک جلسہ عام کر کے
صدارت کا اعلان کر دیا جائیگا۔ میں عرض کیا اگر حضرت خود انکو طلب فرما کر
حضور میں ارشاد فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ ارشاد بھائی بہتر ہے آپ کسی روز انکو میرے
یہاں آنے کیلئے کہیئے۔ نواب صاحب کو مولانا کا پیام پہونچاتے ہوئے عرض کیا کہ کل چار
روز کے بعد مولانا سے ضرور ملئے اور معمولی طور پر رسمی کے بعد آمادگی کا اظہار فرمائیں۔
نواب صاحب مسکراتے ہوئے فرمایا آپ ایک بدنام شخص کا صدر بنا کر بے عزتی کرنا
چاہتے ہیں۔ میں کیا خود بخود سستے داموں پر بکر نہیں گیا۔ آپ مجھ سے ایسی توقع نہ رکھیئے
ملنے اور آپکی صدارت نہایت کامیاب رہے گی۔ آپ نے مجھ سے تعاون عمل کا
وعدہ فرمایا ہے اسلئے گذارش ہے کہ میری پیش کش کو قبول فرمائیے۔ ورنہ میں اپنے حکم
میں فیل ہو جاؤنگا۔ تھوڑی سی بحث و تمحیص کے بعد نواب صاحب آمادہ ہوئے۔
مولوی سید محمد صاحب ایڈیٹر صاحب تک سے عرضیات ہوئی جسمیں صدارت کا مسئلہ
طے پا گیا۔ اب سوال جلسہ عام کا تھا انجمن کے اور ممبران عام کی تعداد سو سو تھی
اور وہ ان علاقہ کے رہتے تھے۔ ان میں سے بھی نے پچھلے سال سے چندہ یا ہوا
یا چندہ سالانہ نہیں دیا تھا۔ پرچے دیئے گئے چندہ کی بے باقی کا لزوم تھا۔ ممبران
موصوف نے فرمایا کہ ممبران اور ممبران کو طلب کر کے صدارت کی تحریک کیجائے تاکہ
مناسب ہو۔ جسکی تعمیل کی گئی۔ میں نے اپنے مصارف سے جلسہ عام کا اعلان

شائع کر دیا۔ منعقدہ جلسہ میں حاضرین حال نے نواب صاحب کی صدارت
بالاتفاق منظور فرمائی۔

نواب صاحب کی صدارت میں پابندی سے اجلاس عالمہ کا انعقاد ہوتا رہا
ابتداً رکن سازی و ترتیب لوائح عمل وغیرہ مسائل پر غور ہوتا رہا۔
رکن سازی کی ذمہ داری میں نے قبول کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں کوشش کر کے
ہم خیال حضرات کو رکن عالم بنا دیا۔ انجمن سے میری غیر محلی دلچسپی اور میری
پرخلوص کوشش پر نواب صاحب کی تائید نے مزید اضافہ کیا۔ میں نے مولوی محمد علی صاحب
معتمد کو چونکا دیا۔ اب تجویزات حسب سابق برف دان میں نہیں رکھی جاتی تھیں
بلکہ عمل درآمد کی کوشش کی جاتی۔ جلسوں میں بحث و تمحیص رہتا۔ یہ رنگ دیکھ کر
بعض حضرات نے میری مخالفت شروع کر دی۔ حتیٰ کہ مجھے انجمن سے بے دخل کرنے کی
سازشیں ہونے لگیں۔ ان حالات سے نواب صاحب کو واقف رکھتا جس
وجہ سے نواب صاحب معتمد صاحب وغیرہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔

نواب صاحب اپنی ایجاد کی صدارت کے سلسلہ میں جب دہلی تشریف لے گئے تھے تو
بعض مولوی معتمد صاحب نے غیر آئینی طور پر مزید دو اور رکن عالمہ کا یہ تقرر اضافہ
کر دیا کہ یہ سب حضرات سابق میں رکن عالمہ تھے پھر آخر میں ان کے نام لکھنا
رہ گیا۔ اب ارکان عالمہ کی تعداد ۲۰ ہو گئی۔ نواب صاحب کو ان سب کاروائیوں
کی اطلاع دینے پر پتہ لگا کہ چند اہم مسائل کو آپ کی تشریف آوری تک روک رکھنے کی

کوشش کر رہا ہوں۔ مولوی سعید یوسف صاحب کی اصل پسندی نے مجھے سہارا دیا ہے ورنہ
رنجش تھا کہ ہم کشمکش میں پڑ جاتے اور اسکیم ختم توڑ دیتی۔

نواب صاحب یہیں سے تشریف لے جانے کے بعد عرض کیا کہ آئندہ جلسہ میں آپ
شریک ہوں گے۔ "جناب معتمد صاحب کو وہاں کی مصروفیت میں اتنا وقت
نہیں ملتا کہ وہ روز آئیں یا دوسرے تیسرے دن انجمن کے جاری کاموں سے مجھے
واقف کرا سکیں۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ تصور صاحب کو شریک معتمد بنا دیا جائے تاکہ
معتمد صاحب کی غیر موجودگی میں بحیثیت شریک معتمد وہ سارے سکول اور انجمن کے
کاروبار سے بھی واقف ہوتا رہوں۔"

میں کیا مجھے یقین ہے کہ حضرت مولانا سید اور معتمد صاحب اس تحریک کی سخت مخالفت کریں گے
کہ شریک معتمد کے نائب معتمد بنانے پر زور دیں گے۔ اس صورت پر آپ کا
اس سے برا مقصد پورا نہیں ہوگا کیونکہ جب معتمد صاحب اپنے پیشہ کے سلسلہ میں اضلاع
وغیرہ تشریف لے جائیں یا کسی وجہ سے انجمن کی کارروائی سے معذور ہوں تو بحیثیت
معتمد کسی سے کام نہ لے سکیں گے۔ نواب صاحب یہ تحریک جلسہ عالیہ میں پیش کی تو
وہی ہوا جس کا میں نے پیش گوئی کی تھی۔ میں حضرت نے مجھے نائب معتمد بنانے پر
مرتے اور نواب صاحب شریک معتمدی پر۔ آدھے گھنٹے سے زائد اس مسئلہ
پر تکرار و اصرار ہوتا رہا۔ جب اسمبلی کو تلخی پیدا ہونے لگی تو مولوی
سعید یوسف صاحب مداخلت کرتے ہوئے فرمایا۔ جب نواب صاحب اسمبلی میں

محسوس فرما رہے ہیں تو بہتر ہے تعزیہ کو شرکت معتمد بنا دیا جائے۔
اس تجویز کی کیوں مخالفت کیا ہی کی۔ موصوف نے اسی سخت لہجہ پر مولانا
معتمد صاحب خاموش ہو گئے۔ نواب صاحب کی تحریک بلند آواز منظور ہوئی کہ یہ مسئلہ ہے اسکیم کا اہم جزو تھا
اب ہمیں آزادانہ کام کرنے کے مواقع مل گئے۔ اکثر مسائل بلا دستخراج مخالفت و معتمد
طے پاتے۔ بعض اہم امور جس پر مخالفت کا اندیشہ ہوتا ویسے وقت تعلق میں پیش
کئے جاتے جب مولانا معتمد کی شرکت کا امکان نہ ہوتا۔ اسی طریقہ کار پر
سخت اعتراضات کئے جاتے لیکن نواب صاحب کی مداخلت کی وجہ سے معاملہ
ختم رفع ہو جاتا۔ نواب صاحب نے متعدد مرتبہ حالات معتمد سے خواہش کی کہ کئی سال سے
انجمن کی کوئی رپورٹ نہیں نکلی کم از کم گذشتہ سال کی کارگزاری کی رپورٹ
مرتب کر کے شائع کیجئے۔ متعدد تقاضوں و اصرار پر رپورٹ شائع ہوئی جو
سال ۵ سال کی نہیں بلکہ انجمن کی پورا چالیس سالہ کارگذاری پر مشتمل تھی۔
اور لطف یہ کہ غیروں کی کارگذاری کو بھی انجمن کی جدوجہد و کارکردگی میں شامل
کر لیا گیا۔ اس رپورٹ کو دیکھ کر نواب صاحب نے فرمایا یہ انجمن کی رپورٹ ہے یا
کسی سوانح عمری؟ اسکے گوشوارہ جمع و خرچ میں جو مستقل بتلائی گئی تھی
وہ صرف ۳ پائی تھی۔
انجمن کے دستور نامہ کے لحاظ سے ۱۰ ممبران عاملہ کا اور ۱۰ ممبران عام منتخب کرنے
اور معتمد و محاسب کو ۱۰ ممبران عاملہ۔

ختم سال پر ہونے انتخاب ارکان عاملہ جلسہ عام طلب کیا گیا۔ یہ وقت میرے لئے
سخت آزمائش کا تھا۔ گو میں نے کافی کیا ہو مگر ڈکٹیٹر ارکان عاملہ کو
چنانچہ خیال بنا لیا تھا لیکن انتخاب کا مسئلہ غیر یقینی ہوتا ہے۔
میں چاہتا تھا کہ ارکان عاملہ ایسے افراد پر مشتمل ہوں جو ذہنی علم و فن و حیات
ہونے کے علاوہ قومی امور سے بھی کچھ دلچسپی رکھتے ہوں۔ اس سلسلہ میں انتخاب
حضرات کی ایک فہرست طبع کروا کر ارکان عام میں تقسیم کروا دیا تھا۔ بہت اچھا
اثر ہوا مجھے ۹۹ فیصدی کامیابی ہوئی تقریباً وہ سب حضرات منتخب ہوئے جنکو
میں عاملہ کے اندر سلسلہ میں دیکھنا چاہتا تھا۔ سابق ارکان سے صرف مولوی سید محمد
اور حاجی محمد علی خاں گئے وہ منتخب ہوئے۔ اب سوال معتمد و صدر کے انتخاب کا تھا
صدر کیلئے تو کوئی رسکشا نہ ہوئے۔ معتمدی کیلئے میرے سوا دو ایسے سید حسین صاحب وکیل
اور بیگم بازار (منتخب رکن عاملہ) بھی خواہش مند تھے۔ وکیل صاحب موصوف نے ایک مطبوعہ
خط جلد ارکان عاملہ کی خدمت میں روانہ فرمایا جس میں اپنی قابلیت۔ خاندانی
وجاہت نیز قومی کاموں سے اپنی دلچسپی وغیرہ کا بڑے شد و مد سے اظہار
فرمایا تھا۔ اس سلسلہ میں کچھ زیادہ فکر نہ تھی کیونکہ ڈکٹیٹر ارکان عاملہ میرے ہی ہوتے تھے
تاریخ معلنہ پر پورے (۲۱) ارکان کی موجودگی میں انتخاب معتمدی کا دور
کا آغاز ہوا۔ مولوی سید حسین صاحب وکیل کو صرف (۴) ووٹ آئے بقیہ سب
میرے حق میں تھے۔ نواب صاحب کو میری اس غیر معمولی کامیابی پر بیحد خوشی ہوئی

خدا کا شکر ہے کہ یہ اسکیم کا یہ آخری مرحلہ بھی حسب دلخواہ طے پا گیا۔
اب انجمن کے کاروبار نواب بہادر یار جنگ کی سرپرستانہ قیادت میں انجام
پانے لگے۔ جدید دستور العمل کی تدوین عمل میں آئی جس میں ایک دفعہ ایسی
رکھی گئی کہ کوئی تارک الدنیا بزرگ انجمن کے رکن عاملہ یا رکن عام منتخب نہ ہو سکیں
البتہ یہ حضرات دینی امور کی سب کمیٹی کے منتخب ہو سکتے ہیں۔
الحاج محمد علی خان صاحب گو دار کو قومی کاموں سے غیر معمولی دلچسپی تھی
آپ ہر قومی کام میں نہایت کشادہ دلی سے حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ
موصوف نے اپنا ایک مکان بحق انجمن وقف فرما کر انجمن ہی کو اس کا
متولی قرار دیا تھا۔ جس میں انجمن کے اجلاس کے عاملہ منعقد ہوا کرتے تھے
اس مکان سے متعلق میں نے نواب صاحب کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ اس کو فروخت
کر کے زمین انجمن پر تین چار پختہ عمارتیں اس کے اوپر ایک ہال جس میں دفتر
و اجلاس کے عاملہ کی ضرورت پوری ہو سکے تعمیر کیا جائے۔
نواب صاحب نے فرمایا کہ اس مکان کی زیادہ سے زیادہ ہزار بارہ سو روپے
قیمت آئے گی۔ اس قلیل رقم میں پختہ عمارت و ہال کی تعمیر ناممکن ہے۔
میں نے عرض کیا۔ اس مکان کو ایک قومی اجتماع میں پیش کیا جائے اور اس کی قیمت
لگائی جائے کہ زیادہ سے زیادہ بولی لگانے میں قومی مفاد مضمر ہے۔ اور آئندہ
کے فرائض آپ انجام دیں تو مجھے امید ہے کہ مکان کی حیثیت سے زیادہ رقم

آ جائیگی - اگر اس رقم سے مجوزہ تعمیر نہ ہو سکتی ہو تو چندوں سے تکمیل کرلی جا سکتی ہے -
نواب صاحب نے اس تجویز کو پسند فرمایا چنانچہ مجلس عاملہ سے پاس کروالی گئی -
چندہ کا اعلان شائع ہوا اور تاریخ مقررہ پر پہلی سالانہ حضرت نے شرکت کی - جلسہ بڑا
دلچسپ مشاعرہ منعقد ہوا - نواب صاحب کنسٹر کے فرائض انجام دئے - چونکہ میں نے چند
دن پیشتر حضرت کو اس جلسہ میں دلچسپی لینے کیلئے کہا تھا اسلئے کچھ لوگ قومی جذبہ کے
تحت بڑھ چڑھ کر بولی لگائے - بالآخر جناب محمد بلند خاں صاحب نے بولی ختم کی - آخری بولی مبلغ
پانچ ہزار روپیہ پر پہنچ کر بولی ختم ہوگئی - حاضرین نے جناب محمد بلند خاں صاحب کے ایثار کی
تعریف کی اور مسرت کا اظہار فرمایا - یہ رقم چار لاکھ اور اس کے اوپر مال کی تعمیر کیلئے
کافی ہوگئی - آج تک یہی مال اس جلسہ کے انتظامی منعقد ہوا کرتے ہیں -
اسی سلسلہ میں ایک خیر حضرت سے خواہش کی گئی کہ اپنی جانب سے ایک ایک ہال تعمیر
تعمیر فرما کر ثواب لیں - چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں انجمن کا لب سڑک پوری زمین پر
قومی حضرات عمارت تعمیر کروا دئے - جو آج انجمن کا مستقل آمدنی تعمیر ہائے ہوئی ہیں کہ
سو روپے ماہوار کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں -
الغرض انجمن کو بڑی مشکل سے شخصی ہاتھ سے نکال کر قوم کے ہاتھ میں دیدیا گیا
اب انجمن کے ذمہ دار حضرات کا کام ہے کہ اسے قومی فلاح و بہبود کے لئے کام انجام
دیں یا اس موقر انجمن کو صرف جلسہ کی تہنیت و تعزیت ہی کی حد تک محدود رکھیں
انجمن میں مزید تعمیر کے سلسلہ میں میرا یہ خیال تھا کہ موجودہ ہال سے مغربی دیوار تک

ایک وسیع ہال تعمیر کیا جائے جو عام جلسوں کے علاوہ کتب خانہ کا بھی کام دے سکے
چنانچہ اس تجویز کو پیش کرتے وقت میں نے نواب ابن یار جنگ بہادر چیف آرکیٹیکٹ
سے جن سے بہت سے ملی تعلقات تھے نقشہ کی درخواست کی۔ نواب صاحب موصوف
نے اپنے ایک ماتحت انجینئر کو مامور کر کے نہایت دلچسپی سے ایک نظری نقشہ تیار کر کے
نقشہ بنوا کر عنایت فرمایا۔ اور فرمایا اس کے لئے ۱۸۰۰ روپے چاہئیں
میں اس نقشہ کو جلسہ عام میں پیش کرتے ہوئے تعمیر ہال کی تحریک پیش کی۔ ایک معزز رکن نے
فرمایا یہ تحریک ناقابل پیش رفت ہے اس لئے کہ اس قدر کثیر رقم کا فراہم ہونا مشکل
ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے میں عرض کیا کہ اگر آپ اس تحریک کو منظور کر لیں رقم کی فراہمی کی ذمہ داری
کیا جائے گی۔ کچھ رد و قدح کے بعد نواب صاحب نے فرمایا معتمد صاحب تحریک ہال کی منظوری کے
خود ضامن ہیں رقم کی فراہمی کی وہ خود کوشش کریں گے لہذا تحریک منظور کر لی جانا چاہئے
غالب صاحب کے ارشاد پر تحریک منظور کر لی گئی۔ چونکہ کام ختم ہو چکا تھا نواب صاحب دوسرے کے مزید
دوسرے کام کرنے والے تھے میں کچھ ایک پانچ منٹ توقف کیجئے۔ ایک کاغذ لیکر کچھ لکھا پھر بلند آواز سے
چندہ دہندگان کے نام تعمیر ہال۔ بنام ایک ہزار روپے
فرمایا یہ کیا ہے میں عرض کیا چونکہ تعمیر ہال کی تحریک منظور ہو چکی ہے اس لئے فراہمی رقم کا کام شروع کر دیا ہے اپنے
فرمایا تحریک کا پاس ہونے کے بعد ابھی سانس بھی پیٹ میں نہیں اترتی آپ چندہ کا مطالبہ شروع کر دیتے ہیں
میں عرض کیا صدر انجمن کے عطیہ کے بعد اگر اس سے چندہ طلب کروں تو وہ کہیں گے پہلے اپنے صدر صاحب سے جو جاگیردار
و جمعدار ہیں چندہ لکھوائیں۔ اس لئے گزارش ہے کہ آپ صرف نظر فرمائیے کہ آپ کیا عنایت فرمائیں گے۔ کچھ تامل کے بعد
نواب صاحب اپنے نام کے سامنے چار ہزار روپے لکھ کر دستخط فرما دئے۔ میں شکریہ ادا کیا۔ بدخواہ صاحب
آپ کہہ رہے تھے کہ میں [illegible] پھر دوبارہ فرمایا اب کیا ہے میں عرض کیا صرف یہ دریافت
کرنا ہے کہ یہ رقم [illegible] کیا جائے گا۔ پھر دوبارہ فرمایا میں غریب سپاہی ہوں ایک دفعہ

تحریک تعمیر روضۂ امام حضرت مہدی موعود علیہ السلام

۱۳۰۳ھ میں حضرت حسین شاہ صاحب تبلی اہل جائیرہ نو و ایجاد محمد لعل صاحب گنہ دار وغیرہ حضرات
زیارت مبارک سے بعد فراغ زیارت حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام واپس ہوئے تو اپنی
حضرات نے روضۂ اقدس کی شکستگی و خستہ حالی کا اظہار کرتے ہوئے قوم سے اپیل کی کہ
روضۂ مبارک کو از سر نو تعمیر کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ قوم عاجلانہ
توجہ فرما کر اس اہم کام کو انجام دے۔ حضرت موصوف کی سعی سے ایک ادارہ بنام
"ادارہ ندوۃ المہدویہ" تشکیل پایا جس کا مقصد رقم فراہم کر کے روضۂ اقدس کی
تعمیر کرنا تھا۔ اس ادارہ کی ہر ضلع میں کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ اس کے صدر جناب نواب
محمد بہادر خان صاحب اکبر خان صاحب اور جنرل سکرٹری منتخب ہوئے۔

یہ تحریک جس زور و شور سے شروع ہوئی تھی اسی رفتار سے ختم بھی ہو گئی۔
ایک قلیل مقدار یعنی چند سو روپے سے زیادہ رقم وصول نہ ہو سکی تقریباً ایک سال کے اندر ہی
خود ادارہ اور اس کی تحریک مع مثل حوالے طاق نسیاں ہو گئے۔ یہ حالت
ہمارے قومی مزاج کے آئینہ دار ہیں۔

جب انجمن مہدویہ قائم ہوئی صحیح معنی میں قومی انجمن بن چکی اور میں اس کا صدر
منتخب ہوا تو جناب صدر جناب بہادر ارنگ سے عرض کیا کہ آپ ندوۃ المہدویہ کی
رقم انجمن مہدویہ میں شامل کر کے جمع فرما کر نئے سرے سے تعمیر روضۂ اقدس کی تحریک جناب
انجمن آغاز فرمائیں۔ تا انجمن اپنے ایک مستقل شعبہ کی حیثیت سے اس کو آگے
بڑھا سکے۔ اس تحریک سے مجھے دلچسپی ہے کیونکہ یہ اس کو قومی امور سے زیادہ

رہم سمجھتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ احباب [redacted] سال تک مجھے
ٹالتے رہے۔ بالآخر پرے شدید اصرار پر نواب صاحب ندوۃ العلماء کی وصول شدہ
رقم انجمن میں جمع کرتے ہوئے تعمیر روضۂ اقدس کی تحریک بھی انجمن کے سامنے رکھی۔
انجمن نواب صاحب کی اس تحریک کو منظور کرتے ہوئے فراہمی رقم کیلئے
ایک سب کمیٹی کی تشکیل دی۔ اس سب کمیٹی کی معتمدی بھی میرے ہی سپرد کی گئی۔
سب کمیٹی تعمیر روضۂ مبارک کے آغاز کار کے سلسلہ میں نواب صاحب نے قوم سے
جو اپیل کی اسکا نقل درج ذیل ہے۔

خطبات از حضرت مہدی موعود علیہ السلام

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ جانتے ہیں کہ محبت و عقیدت کی دنیا میں نمونہ کی ہو سکتی ہے۔ دنیا کی تاریخ
ایسی مثالوں سے معمور ہے کہ آدمی نے اپنے محبوب پر سے اور ان سب چیزوں کو قربان
کر دیا جسکو بظاہر پسندیدہ اور محبوب سمجھا جاتا تھا۔ محبت کے معیار مختلف ہیں
مگر تجربہ بتاتا ہے کہ جس نے انسان کے ساتھ زیادہ احسان کئے اور اس سے
انسان نے سب سے زیادہ محبت کی۔ خدا نے اپنی محبت کی شدت پر قربان کیا
اسی نے سب سے زیادہ شرور دیا کہ اس سے بڑا محسن کوئی اور نہ ہو سکتا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے اپنی محبت کو اصل ایمان بتایا ہے اور آپ کی
تعلیمات نے انسان کو انسان بنا دیا۔ جس سے بڑا احسان کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔
نیز مہدی کا ایمان ہے کہ حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام تابع تام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے
اور ہمکو ہلاکت سے بچانے کیلئے خدا کی طرف سے مامور ہوئے تھے۔ حضرت نے خدا شناسی
اور خدا بینی کے جو بہترین طریقے اپنی جماعت کو تعلیم کئے اور قرآن کی صحیح تعلیمات سے
ہمکو روشناس فرمایا وہ تقاضہ کرتا ہے کہ ہم اپنی جان و مال و اولاد و عزت کو خدا پر
قربان کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ مہدویہ کی گذشتہ تاریخ چار سو سال
تاریخ شاہد ہے کہ ہم نے حضرت کے اس گرامی کی خدمت پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔
کیا یہ امر ہمارے لئے انتہائی شرم و خجالت کا باعث نہیں ہے کہ ہم کو کئی مخلصان
مہدی موعود علیہ السلام کی موجودگی میں یہ خبریں مسلسل اور متواتر آ رہی ہیں کہ مقام امام علیہ السلام
کا روضہ مبارک شکست اور پامال ہو گیا ہے اور بعض حصے منہدم بھی ہو گئے ہیں۔
ہم بہتر سال اور آرستہ مکانوں میں آرام کر رہے ہیں اور اپنے مالک و آقا کے آخری
آرام گاہ کو منہدم ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ کیا ایک قوم کیلئے انتہائی افسوس کا مقام نہیں ہے۔
آپکو ہمارا سلام تعمیر روضۂ اقدس کیلئے آج سے دس سال قبل ایک جماعت
ندوۃ المہدویہ کے نام سے قائم کی گئی تھی لیکن افغانستان کے انقلاب کی وجہ سے
وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ میں نے اس کا جمع کردہ سرمایہ اب انجمن کے
سپرد کر دیا ہے اور انجمن مہدویہ نے پوری توجہ کیساتھ اپنے ذمہ لے لیا ہے اور طے ہوا ہے

ہر اپنی ایک ماہ کی آمدنی ہر مستقل کام کیلئے گذارنے۔

میں تمام مذہبی حضرت امام علیہ السلام سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنی خدمت
شروع دین اور اپنی نذرانے کا رقم درست والی سید اور صفحات اور معتمد
شعبہ تعمیر روضہ مبارک انجمن بہبودیہ حیدرآباد کے پاس روانہ کریں یا اپنے مقام کی
کمیٹی کے معتمد کے پاس جمع کر دیں مناسب ہوں۔

آپکا خادم محمد بہادر خان (بہادر جنگ) صدر انجمن بہبودیہ حیدرآباد

چونکہ مجھے اس تحریک سے دلچسپی تھی اسلئے انجمن کے کاروبار انجام دیتے
اس خوش نما فراہمی رقم کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ تقریباً ڈیڑھ سال میں
سات ہزار سے کچھ زیادہ رقم اسپریس بنک میں جمع کرادی گئی جسکا کھاتہ
میرے اور نواب صاحب کے دستخط سے کھولا گیا تھا۔ قوم اس اسکیم سے دلچسپی لے رہی تھی
اور ممبران کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا کہ ایسے میں معتمد دوم
انجمن بہبودیہ کے سالانہ انتخاب کا زمانہ آگیا۔ اس سلسلہ میں کچھ عرصہ سے چند افراد انتظامی
کمیٹی انجمن کی معتمدی سے ہٹانے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ میں اسکی اطلاع
نواب صاحب کو دیتے ہوئے کہا کہ انجمن بہبودیہ کو قوی بنانے کے مقصد سے بفضل تعالیٰ مجھے
کامیابی ہو چکی ہے اب انجمن کی معتمدی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لہذا آئندہ میں معتمدی
کیلئے امیدوار ہونا نہیں چاہتا۔ بلکہ میں خود نواب صاحب کا نام معتمدی کیلئے پیش کرونگا جنکو

بعض اور ممبران نے معتمد بنانے کا تہیہ کر لیا ہے۔ نواب صاحب نے کچھ خفگی کے انداز میں
فرمایا آپکو غلط اطلاع ملی ہے اگر یہ صحیح بھی ہو تو آپکو ضرور سمجھانا چاہیے
میرے اصرار کے باوجود نواب صاحب اپنی رائے پر اڑے رہے۔ الغرض انتخاب کے دن
میرا اور مذکور الصدر رکن کا نام پیش ہوا۔ خفیہ رائے دہی میں مقابل رکن کو ایک ووٹ
زیادہ آیا۔ چنانچہ وہی معتمد کا اعلان کر دیا گیا۔ نواب صاحب کے چہرے پر شکن
پڑ گئے کیونکہ اگر نواب صاحب کو توقع منظور تھی کہ میرے سوا کوئی اور معتمد کیلئے منتخب نہیں ہوگا
اسکے بعد کچھ ایسے حالات پیدا کئے گئے کہ مجھے انجمن کی رکنیت عملاً ہی سے ہٹنا پڑا۔
انجمن کی رکنیت سے استعفا دیکر تحریر روضۃ الادب کی سب کمیٹی کے معتمد کی حیثیت سے
ذاتی رقم کا کام برابر جاری رکھا چند ماہ بعد انجمن سے ایک مراسلہ وصول ہوا جسمیں لکھا تھا کہ
سب کمیٹی تحریر روضۃ الادب تحلیل کر دی گئی کہ آئندہ انجمن خود اسکا کام انجام دیگی۔ لہٰذا
سب کمیٹی کے رجسٹرات کرسی و کتابیں وغیرہ انجمن میں داخل کر دیئے جائیں۔
جسکی تعمیل کی عزت حاصل کی گئی۔

انہوں نے انجمن میں مفید و ضروری تحریک کئے فراہمی رقم کا سلسلہ جاری
رکھنے کے بجائے اصل تحریک ہی کو ختم کر دیا۔ اگر انجمن یہ غلط اقدام نہ کرتی اور
تحریک تحریر روضۃ الادب کے کام کو جاری رکھتی تو چند سال میں معتدبہ رقم جمع ہو جاتی۔
انجمن بلدیہ کا معتمد کی تبدیلی کے وقت بشمول رقم تحریر روضۃ الادب انجمن کی کرسیوں
میں ساڑھے بارہ ہزار روپے مسکوک میں تھے۔ کرایہ مکانات و اجرا دکانوں کے
علاوہ تقاریب خوشی شادی و تعمیر خوانی وغیرہ کے متوقع آمدنی انجمن کی طرف سے بیادگار

(۱۱) ۳ مدرسۂ سجادگان مہدویہ

مولوی سید جلال الدین کاظمی نے ایک ادارہ بنام "تنظیم المہدویہ" تشکیل دیا تھا۔ جسکے صدر وہ خود تھے۔ ارکان انتظامی میں مولانا سید شہاب الدین صاحب قبلہ مولانا محمد سعادۃ اللہ خان صاحب پیشکار۔ افضل العلماء سید نجم الدین صاحب۔ مولوی سید محمد عرف مرشد میاں صاحب تشریف الٰہی وغیرہ شامل تھے۔ اس ادارہ کے تحت محلہ سنگ بازاران ایک دارالعلم قائم کیا گیا تھا جسمیں صرف سجادگان کے بچوں کو جو آئندہ فرشتہ و ہدایت کے منصب سنبھالنے والے تھے عربی وغیرہ کی تعلیم دیجاتی تھی چنانچہ مقامی شیخ کمین کے تین چار بچے اس میں زیر تعلیم تھے۔ [illegible] قائم ہوئے [illegible] سے ڈیڑھ سال ہی ہوا تھا [illegible]

[illegible] سید جلال الدین صاحب کی وجہ شکایت پیدا ہوگئی جسکے نتیجہ میں [illegible] سے محلہ قطبی گڑھ [illegible] حضرت مرشد میاں صاحب کی مسجد کے قریب ایک مکان میں منتقل ہوگیا۔ اس منتقلی [illegible] کے آپسی اختلاف کا اثر مدرسہ کی آمدنی پر پڑا۔ اس وقت حضرت مرشد میاں صاحب قبلہ مدرسہ میں یہاں تشریف لائے [illegible] مدرسہ کے حالات بیان کرکے فرمایا کہ اگر خدانخواستہ مدرسہ ختم ہوجائے تو [illegible] کے علاوہ مارکنڈا ادارہ پر لوگوں کو ہنسنے کا موقع ملے گا۔ جب شاہ عالم صاحب وکیل [illegible] کی معزولیت کی وجہ سے [illegible] کو [illegible] بھی وجہ سے مدرسہ کے حالات کچھ ابتر ہوگئے [illegible] خود [illegible] ادارہ کی [illegible] قبول فرمائیں [illegible]

[illegible] سے [illegible] مجھے توقع ہے کہ [illegible]
[illegible] ہے [illegible] حالت [illegible] جائے گی۔ میں عرض کیا [illegible] اساتذہ کے
[illegible] انکو تعلیم [illegible] ضروری ہے۔ مجھے خود بھی اس مدرسہ سے دلچسپی [illegible] آپکے ارشاد کی
تعمیل میں [illegible] ہر ممکن امداد کے [illegible] عطا کیا [illegible]
[illegible] مزاج سے [illegible] زیادہ [illegible] اس ادارہ میں کام نہ کر سکوں گا
[illegible] معافی چاہی۔ [illegible] حضرت مرحوم نے [illegible] تعلیم [illegible]
[illegible] میں ادارہ تعلیم [illegible] میں کام کرنے آمادہ نہ ہوا۔ [illegible] دیر [illegible]
[illegible] حضرت ناظم [illegible] مدرسہ پر تشریف [illegible] فرمایا [illegible]
[illegible] گفتگو ہو چکی ہے [illegible] کیا ہے [illegible] نام [illegible] مدرسہ کے انتظامی
معاملات میں [illegible] نہ ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اب تو آپکو عذر نہ ہونا چاہئے [illegible]
فرمایا [illegible] ہوگا [illegible] ایسی کوئی بات نہ ہوگی [illegible]
[illegible] حضرت [illegible] اظہار کر دیا۔ [illegible] مستعفی [illegible]
[illegible] ہونے کے بعد [illegible] عالم [illegible] مستعفی [illegible] جانے [illegible] لیا گیا۔
[illegible] مدرسہ میں [illegible] تھے۔ [illegible] چندوں سے جو [illegible] ہوتی تھی
[illegible] بچوں کے [illegible] کے لئے [illegible] تھی۔ [illegible]
[illegible] نے [illegible] شروع کر دیا۔ جیسے جیسے آمدنی میں اضافہ ہوتا [illegible]
[illegible] بچوں کی تعداد بھی بڑھتی جاتی [illegible] سال کے [illegible]

سجادیہ کے
سوا مقامی و غیر مقامی بچے جو مستقبل میں مسند ارشاد و ہدایت کی زینت بننے والے
عربی و فارسی کی تعلیم پا رہے تھے۔ مولوی عبدالسمیع صاحب تقریباً تین ماہ کے
درس کے علاوہ جامعہ نظامیہ کے قدیم مولوی فاضل اساتذہ بھی بعض وقت ماہوار طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے
مقرر کئے گئے تھے
روزانہ شام میں درس دیا کرتے تھے۔ جناب قاری میر محمد علی صاحب کا شمار
مبلغ کی حیثیت سے ایوان تجویز تعلیم کیلئے مقرر کیا گیا۔ اطلاع ملی چار بجے عربی کی
ابتدائی تعلیم کے بعد افضل العلماء کا درس شروع کر دیتے تھے۔

جن عمائدین قوم کو مدرسہ ہذا کے معائنہ کی دعوت دی گئی وہ اس تعلیم
بچوں کی تعلیمی ترقی نیز مدرسہ کے نظامی حالات سے بہت متاثر ہوتے اور
کتاب الزیارت میں اپنے تاثرات کا اظہار فرماتے۔ فی الوقت اس دارالعلوم کے
ماہوار اخراجات مبلغ تین سو روپیہ (۳۰۰) سے متجاوز تھے۔ بچوں کے خورد و نوش۔ کرایہ مکان
لانا و پھر اس کی تحقیق و اساتذہ کے معاوضہ کیلئے یہ رقم بھی ناکافی ہو رہی تھی
تو غیر آمدنی کی کوششیں جاری تھیں۔ افراد قوم مدرسہ سجادیہ کے انتظامات
اور اس کی معیاری تعلیم سے مطمئن تھے۔ غرض مدرسہ مذکور بتدریج ترقی کے
منازل طے کر رہا تھا کہ دفعتاً وہ حادثہ پیش آیا جس کا کبھی اندیشہ تھا
جناب صدر کا ایک حادثہ کی بنا پر جس سے میرا وقار متاثر ہو رہا تھا
میں خدمت معتمدی سے مستعفی ہو گیا۔ محترم صدر میرا استعفا بلا اختلاف
پیش کرنے کے بجائے خود صدارتی اختیار کا استعمال فرماتے ہوئے جو ایک

بنا کر آپ کا استعداد منظور کرلیا گیا لہذا آپ فوراً مولوی سید عزالدین صاحب
پرنسپل صدر الصدور کشکول ہائی کو جو کہ تعلیمی جائزہ دیدیجئے۔
سب رنگم تعلیم کا عزت حاصل کیجئے۔

نذر ہے کہ وہ مدرسہ جسکو ہم جامعہ ملیہ اہلدیہ بنانے کے خواب دیکھ
رہے تھے ہماری علیحدگی کے سال سو سال کے اندر ہی ختم ہوگا اور ہم بے نیل مرام
اپنے اپنے مقام کو واپس ہوگئے۔ بلدۂ حیدرآباد کے مقیم بچوں میں
سید نعمت صاحب مجتہدی (مشیرآباد) سید محمد صاحب ایل ایم ایس (ایل ایل گوڑہ)
سید محمود صاحب مجتہدی (مشیرآباد) سید نور عالم صاحب (ایل ایل گوڑہ) نے اپنے
تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھا اور جامعہ نظامیہ سے مولوی - مولوی عالم -
مولوی فاضل - وغیرہ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ خدا ان کے ذوق علم میں
ترقی عطا فرمائے اور انکے علم سے قوم کو مستفید فرمائے۔ آمین۔

محمد منشہ آباد میں ہماری ۴ جنوری
تاسیس پہلی یہ کلب منشہ آباد

۱۳۳۳ھ کے اوائل میں میرے دو مخلص دوست جناب سید عرفت علی صاحب
اور سید ابراہیم عرف بالکا صاحب کے شہید اخوند پیر محمد علی البسطامی
کی جگہ گڑھ سے منشہ آباد میں منتقل ہو گئے۔ یہاں آنے تک ماحول سے کسی کو دلچسپی
نہیں تھی چند نوجوانوں کو ساتھ لیکر ایک ادارہ بنام ادارہ اخوان الاستقامت
تشکیل دیا جسکے زیر انتظام میلاد و عرس مبارک حضرت امام مہدی علیہ السلام کے
جلسے منعقد ہوا کرتے تھے۔ ماحول علمی یا ادبی کے بجائے میں جسمیں صرف تفنن رہا کرتے تھے
جب اپنے فرصت کے اوقات میں جمع ہو کر اخبارات و رسائل وغیرہ کے مطالعے
نیز شطرنج و تاش کے کھیلوں سے دل بہلاتے۔ ادارہ اخوان الاستقامت کے
جلسے کا سلسلہ بھی اسی طرح منعقد ہوا کرتے۔ افسوس ہے کہ چند باہمی اختلافات
کی وجہ سے یہ ادارہ بہت جلد ختم ہو گیا۔ اسکے اختتام کے دور رہا کے علاوہ
بڑا سبب یہ ہوا کہ بھائی سید محمود صاحب الٰہی نے رسالہ المصدق جلد ا
نمبر ۵ میں مقامی خبروں کے سلسلے میں یہ لکھا تھا کہ

محلہ منشہ آباد کی تعلیمی حالت مقابلہ بالا بہتر ہے
تمدن و معاشرت میں بھی وہ اپنے ہمسایہ محلوں سے
بہت آگے ہے یہ تو خوب بات ہے کہ منشہ آباد
اسکو جتنی قربت حاصل ہے اسکو وہاں کے

تمول و تعلیم کے لحاظ سے اتنی ہی بدبخت بھی ہے۔ حال ہی
یہاں کے نوجوانوں نے اپنی تعلیمی پستی اور دیگر کمزوریوں کو
محسوس کر کے ایک انجمن تشکیل دی ہے۔ اس بیداری کے
باعث ہمارے عزیز دوست مولوی سید یوسف صاحب سلمہ
نیز ہمارے ہمراہ ہیں۔ گذشتہ ہفتہ اسکندریہ ۱۳۳۲ فصلی سے
آپ نے مشیر آباد میں رہائش اختیار کی اور وہاں کی
پستی و کمزوریوں کے حالات دیکھ کر وہاں کے نوجوانوں کو
اصلاح کی جانب متوجہ کیا چنانچہ خورداد ۱۳۳۲ فصلی سے چند
نوجوانوں نے باہم اتفاق کر کے ایک انجمن بنام "انجمن الاتحاد" جس کا
نام ہے۔ عید میلاد مہدی علیہ السلام کی قریب میں اس
انجمن نے بڑے پیمانہ پر ایک جلسہ زیر صدارت مولوی سید نصرت حسین
وکیل اسکندر آباد منعقد کیا۔ ۷ جمادی الاول ۱۳۳۲ کو
روز جمعہ منعقد کر دیا کہ اسی دن برادر ۱۹ قوم مشیر آباد کے
حالات کو محفوظ رکھتے ہوئے اسمیں حصہ لیکر اسکو بارونق بنائیں۔
ہم نوجوانان مشیر آباد کی اس بیداری و احساس قومی پر اظہار
خوشنودی اور مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ
خدا انکو انکے مقاصد میں کامیاب فرمائے"

اس معمولی سی شمولیت پر مشہد آباد کے نوجوانوں میں ایک انتشار پیدا ہو گیا۔ انہوں نے
اس معمولی سی اپنی اور اہل محلہ کی اہانت و تضحیک تصور کیا۔ اکثر نوجوان میرے
سخت مخالف ہو گئے اور محلہ میں میرے خلاف ایک پروپگنڈہ مہم شروع کر دی گئی۔
مجھے غیر ملکی وغیرہ ناموں سے پکارا جانے لگا اور ایک مستقل مخالف محاذ قائم ہو گیا۔
حتیٰ کہ مجھے محلہ سے نکالنے کی بھی کوشش کی گئی۔ اس مخالف و ناگوار فضا میں وہ تمام
عزائم بھی ختم ہو گئے جو تنظیم و اتحاد کیلئے سوچے گئے تھے۔ لیکن میں مایوس نہیں ہوا۔
محلہ کے بعض سنجیدہ نوجوان اور بزرگ برابر میرا ساتھ دیتے رہے۔ کیونکہ
یہ معمولی سی بات محض میرا علم کے لیے شائع کر دیا تھا اسمیں میرے اپنے خیالات
کا دخل نہیں تھا۔ الغرض مخالفتوں کے باوجود میں اتفاق و اتحاد کی کوشش برابر جاری رکھی۔

جناب نواب علی صاحب کی شادی کے بعد اجتماع احباب کے بعد مواقع
کم ہو گئے۔ اسلئے مناسب سمجھا گیا کہ کوئی مکان کرایہ پر لیکر پھر سے احباب کی بیٹھک کا
لطف اٹھایا جائے اور دیگر ان کے وہ سب اسباب فراہم کئے جائیں جو نواب علی صاحب کے
مکان میں حاصل تھے۔ اس خیال کے پیش نظر مسجد کے متصل ایک مکان کرایہ پر لیکر اس کا
نام مسجد کلب مشہد آباد رکھا گیا۔ اس مکان میں تمام رہائشی و تفریحی اسباب
فراہم کئے گئے۔ اس کلب کی باقاعدہ ممبر شپ عمل آئی اور ایک مجلس عاملہ تشکیل
دی گئی جس کے ممبر حسب ذیل حضرات تھے۔
نواب [illegible] خان صاحب [illegible] صدر [illegible] سیکرٹری

مولانا سید شاہ رکن الدین صاحب وکیل - مولانا سید محمد صاحب عبید اللہی اذہر المعدلت -
مولانا محمد عبد العزیز صاحب اور اگر بخیر - مولانا نواز علی صاحب - مولانا سید ابو رسم
بالگا صاحب - منشی یار احمد صاحب - تاجر جرم - سید رضا نور -
اکثر مجلس میں صدر نواب بہادر یار جنگ بہادر اور معتمد انجمن علی صاحب منتخب ہوئے -
ہر سال عادۃً اہوار ابدار ہوا کرتے جسمیں سب ارکان شریک ہوتے تھے -
ہر ماہ کی آخری جمعرات کو ایک مختصر دعوت کا انتظام ہوتا جسمیں حضرت علامہ شمسی صاحب قبلہ
نواب بہادر یار جنگ بہادر - خان صاحب محمد عارف صاحب - حضرت سید عبد الکریم صاحب نور
حضرت سید رضا صاحب تسکین - نیز مقامی ہر چار احباب کو مدعو کیا جاتا تھا -
نواب صاحب و عارف صاحب تو بعد فراغت طعام گیارہ بارہ بجے شب کو واپس ہو جاتے تھے
حضرات دوسرے دن جمعہ کو دوپہر کا کھانا کھا کر واپس ہوتے - یہ نشستیں نہایت
دلچسپ ہوا کرتی تھیں - بالخصوص علامہ شمسی صاحب قبلہ جب کسی موضوع پر اظہار خیال
فرماتے تو آپکی عالمانہ و محققانہ گفتگو سے حاضرین دنگ ہو جاتے تھے بعض دفعہ تو
وقت گذرنے کا ہوا محسوس نہیں ہوتا حتیٰ کہ صبح کی اذان ہو جاتی -
دل زندہ و دل بزرگان و دیگر احباب کی یہ محفلیں جب یاد آتی ہیں تو بے ساختہ
یہ شعر زبان پر آجاتا ہے = یاد ماضی عذاب ہے یا رب - چھین لے مجھ سے حافظہ میرا -
انجمن مسلسل چار سال تک اس مکان کو لیکچر کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا رہا -
اس کے اثرات ہمیشہ یہ خدمت ادا کرتے رہے کہ کسی نہ کسی وقت اس کو ایک مکان کو

چھوڑنا پڑے گا۔ اگر ایسا ہوا تو کلب کا سب دلچسپی ختم ہو کر رہ جائیگی۔ اسلئے
خیال ہوا کہ کیوں نہ بطور چندہ کچھ رقم فراہم کر کے کوئی سامان خرید لیا جائے یا کوئی زمین حاصل
کر کے سامان تعمیر کیا جائے تاکہ یہ سامان مستقلاً اغراض کلب کیلئے استعمال کیا جا سکے۔
اس اسکیم کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے فراہمی رقم کی جدوجہد آغاز کی گئی۔
سب سے پہلے میں نے اپنے ایک مخلص دوست مسٹر فیروز دین سامانگر کو جاپر ہوٹل کا
جنکا کارخانہ گوکنڈہ چوراہے کے قریب تھا (مسٹر فیروز دین نہایت خیر و مسلم دوست
شخصیت کے حامل تھے چنانچہ ہر سال گیارہویں شریف کی نیاز کر کے کثیر مسلمانوں کو
دعوت دیا کرتے تھے) دوران چاء نوشی میں موصوف کو کلب سے متعارف کرتے
ہوئے میں نے کہا یہ سامان کرایہ کا ہے جو کسی وقت بھی تخلیہ پر مجبور کیا جا سکتا ہے
اسلئے ہمارا ارادہ ہے کہ کچھ چندہ فراہم کر کے کوئی سامان ہی خرید لیا جائے تاکہ
دوامی طور پر اسکو کلب کی حیثیت سے استعمال کیا جا سکے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں آپکی ہی
اعانت و امداد کا متمنی ہوں۔ یہ سنکر فیروز دین صاحب نے فرمایا مجھے اس کلب کو دیکھکر
بڑی خوشی ہوئی ہر ملک میں کلب ہونا چاہئے جہاں ملک کے نوجوان اپنے فرصت کے اوقات
تفریح و مطالعہ میں گزار سکیں۔ اس فیصلہ میں اسلئے چار سو روپیہ کی خیر رقم پیش
کرتا ہوں۔ آج میرے کاروبار ٹھیک سے نہیں چل رہے ہیں ورنہ میں خود ایک
سامان خرید کر کلب کیلئے وقف کر دیتا۔ میں موصوف کی اس فیاضانہ پیش کش کا
شکریہ ادا کیا۔ فیروز دین صاحب مجھے ساتھ لیکر چار سو روپیہ کا چیک مرحمت فرمایا۔

موصوف کی اسی غیر متوقع امداد سے قریب کی ایک افتادہ زمین خرید لی گئی۔
اسکے بعد قومی احباب نے بھی چاروں طرف امداد فرمائی اسطرح ہزار ہا روپیہ
فراہم ہو گئے جس سے موجودہ عمدہ کلب کی تعمیر عمل میں آئی۔
اس سلسلہ میں ابتدا سے آخر تک انور علی صاحب اور جناب باگا صاحب
نہ صرف میرے شریک و سہیم رہے بلکہ ہر مرحلہ میں میرا بھرپور ساتھ دیا
جسکو میں زندگی بھر فراموش نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ دو حضرات
میرا ساتھ نہ دیتے تو محلہ شہر آباد میں مجھے اپنے مقاصد میں کامیاب ہونا ناممکن تھا۔
اس کلب میں ہم ممبران نے ذاتی محنت اور کثیر روپیہ صرف کر کے سامان کی تعمیر و دیگر ضروریات کی تکمیل
اور اسکے وسیع صحن میں سبزہ و گلکاری وغیرہ کے درخت لگائے گئے نیز پھولوں کی کیاریاں اور کیاریاں
بنوا کر اسکو ایک سیر حاصل مقام بنا دیا گیا جسکو دیکھکر ہر شخص تعریف کرتا تھا۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب
جب کبھی شہر آباد تشریف لاتے کلب ہی میں قیام فرماتے تھے ایک دن ارشاد ہوا کہ تم نے کلب کو
باغ ارم کا نمونہ بنا دیا ہے۔ کلب میں ہر جمعہ کو عنصر احباب کا اجتماع ہوتا۔ کھانے پکتے چاروں کے دور چلتے
انور علی میاں اور باگا صاحب کی مہمانداریوں کیوجہ سے کلب دلچسپی کا مرکز بنا ہوا تھا۔
ایک روز میں نواب بہادر یار جنگ بہادر سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ کلب میں چند قومی اعلاء دین کو چاہے پر دعوت دوں
تاکہ اس اجتماع سے فائدہ اٹھا کر چند قومی مسائل اجتماعی طور پر حل کرنے کی سعی کیجائے۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ
تجویز تو مناسب ہے لیکن ایسے مسائل ایک ہی نشست میں حل نہیں ہو سکتے اب اجتماع ہر ماہ ہوا کرے تو مناسب ہوگا
اس اجتماع میں چاروں طرف کا انتظام میری جانب سے ہوا کرے گا۔ چنانچہ اس اجتماع کی دعوت ایک مطبوعہ
کارڈ کے ذریعہ دیجایا کرتی تھی۔ اسطرح ہر ماہ دس پندرہ اعلاء دین کا اجتماع کلب میں ہوا کرتا تھا۔

(۳۰)

کارروائی توقیف مہدویہ کلب مشرف آباد

سنہ ۱۳۵۳ فصلی میں مہدویہ کلب مشرف آباد کی جائیداد کو میں نے اپنی تولیت سے برائے
وقف کرا دیا تھا۔ یہہ جائیداد تاریخ تحریر سے اب تک میری نگرانی میں رہی۔
سنہ ۱۹۵۶ء میں محلہ کے ذوجوانوں نے ایک ادارہ بنام "مہدویہ سوشل
آرگنائزیشن" تشکیل دیا جسکے صدر سید منور الدین صاحب پرنسپل مکمل کالج تھے
اس ادارہ کے قیام کے بعد میں حسب ذیل تحریر کے ذریعہ کلب کی نگرانی و حفاظت
کی ذمہ داری ادارہ مذکور الصدر کے تفویض کر دی۔

مکرمی مولانا سید منور الدین صاحب صدر ادارہ سوشل آرگنائزیشن مشرف آباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مہدویہ کلب میں میری نشست و برخواست بغرض نگرانی قیام کلب سے تا حال بعد وقفہ
رہی ہے جسکی وجہ ظاہر ہے کہ اس جائیداد کے سوا کچھ اور نہیں سکتی تھی۔
اس مدت میں اکثر اوقات مختلف گوشوں سے ایسی آوازیں بھی سننے میں آئیں
جن کا تصور صاحب کلب کو اپنا دیوان خانہ بنا رکھا ہے۔ اسکے عملدرآمد کلب سے
میری اس وابستگی پر اعتراضات بھی ہوتے رہے۔ جنکو میں ہمیشہ نظر انداز کرتا رہا اور
ایسے معترضین کو قابل رحم سمجھتا رہا اسلئے کہ ان حضرات کی یہ رائے حقیقت حال سے
ناواقفیت کی بنا پر ہوا کرتی تھی۔ حالانکہ گذشتہ پچیس تیس سال کے عرصہ میں
اہل محلہ گیمس کمیٹیاں۔ بزم ادب کے جلسے۔ دار المطالعہ نیز تعلیمی ادارہ جات

قائم کرتے رہے ہیں۔ میں تمام امور سے بھی دلچسپی رہی ہے اور ہمیشہ میرا تعاون
ان نوجوانوں کو حاصل رہا۔ افسوس ہے کہ ایسے ادارے یا تو نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں
یا تمام رہتے اور اپنا غیر مستعمل کام انجام دیکر برخواست ہو جاتے ہیں۔

ہمیشہ میری یہ خواہش رہی کہ محلہ کے نوجوان تعلیم یافتہ نیز سنجیدہ بزرگوں کی
کوئی جماعت اس جائیداد کو اپنی نگرانی میں لیکر اس میں وہ تمام فرمائشی و تہذیبی امور انجام
دے جو قیام کلب کا مقصد اول کہے جا سکتے ہیں۔

الحمد للہ میری یہ دیرینہ تمنا اور آرزو سوشل آرگنائزیشن مشہد آباد کے قیام سے پوری
ہوتی نظر آ رہی ہے۔ جیسے آپ جیسے تجربہ کار بزرگ اور ذی علم نوجوان حصہ
لے رہے ہیں خدائے تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ ادارہ ہمدرد سوشل آرگنائزیشن اپنے ان
تمام مقاصد میں کامیاب رہے جنکے لئے اسکی تشکیل عمل میں آئی ہے۔ بنگلہ
آج سے چھ سال قبل میں نے بحیثیت متولی۔ ادارہ سوشل آرگنائزیشن کو کلب کی حیثیت جو
نیز اسکو استعمال کرنے کا اور حق دیدیا تھا۔ کلب کی عام نگرانی نیز دوست احباب سے
ملنے کے لئے ایک کمرہ میں استعمال کر رہا تھا۔ لیکن بوجوہ چند ماہ قبل ۱۹۶۸ء
سے کلب میں میری نشست و برخواست بالکلیہ ختم ہو جائیگی میرے کمرہ اس جائیداد کی نگرانی
کا کوئی اور انتظام فرما لیجئے تاکہ عدم نگرانی سے جائیداد کو کوئی نقصان نہ پہونچے۔

میری علالت کا تجربہ ملک بھر سے اس کلب سے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ میری
میری اور بستی بھر سے آخری دم تک رہے گی۔ میں سوشل آرگنائزیشن کا ایک عامل

چونکہ یہ مسودہ جامعہ و کلب کا ہے متعلق بھی ہے از لطیف جو ادارہ ملی کلب کا ہے [illegible]

دور اور اسکو صحیح طور سے استعمال کرنے کی خواہش رکھتا ہو میرا تعاون اسکو حاصل

رہے گا۔ الرقم ۲۷ - اپریل ۵۶ء

احقر العباد

[illegible]

خدا کو بھول کر کی قوم کی خدمت تصور نے۔

تو ظاہر ہے نتیجہ اس کا ذلت کے سوا کیا ہو۔

میرے اس شعر سے متاثر ہو کر جناب محمد ابوالعلیٰ صاحب جناب سید منظر احسن صاحب نے اعتراف [illegible]

[illegible] میں [illegible] منعقد کیا جس میں [illegible] حضرت نے شرکت کی۔ اس جلسہ میں شرکت [illegible]

[illegible] اعتراف [illegible] جناب [illegible]

[illegible] حضرت نے [illegible] شریک جلسہ رہنے [illegible]

[illegible] صدر [illegible] تقریر سے قبل [illegible]

[illegible] شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا آپ حضرات [illegible]

[illegible] تنہا میری کوشش [illegible] جب تک اجتماعی کوشش نہ کی جائے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۴

(۱۴) مہدیہ کلب شہر آباد میں کیفیت کرایہ دار ہونے کی حکومت

کلب سے میری علیحدگی کے تقریباً چار پانچ سال بعد محمد سعید نعمت اللہ صاحب
صدر ادارہ مہدیہ کو شش آرگنائزیشن نے کلب کے ایک حصہ کو
زنانہ صحتی سنٹر جسکو حکومت نے بزریعہ اندرونی زنانہ بیرونی کا دیا قائم کیا
سبلغ پینتیس ۳۵ روپیہ کرایہ پر دیدیا تھا۔ اس آمدنی سے موصوف نے اراضی کلب میں
ایک مختصر سے کمرے والا مکان تعمیر فرمایا تھا۔ چونکہ مجھے اپنے مسکونہ مکان کا
تخلیہ کرنے کے سبب مکان کا ضرورت ہو رہی تھی اسلئے میں نے مولوی سعید نعمت اللہ صاحب سے
عرض کیا کہ اگر جناب اس چھوٹے سے مکان کو مجھے کرایہ پر دیدیں تو میں کرایہ مبلغ
دس ۱۰ روپیہ جو وہاں دیا کرتا ہوں وہ جناب کو دیدیا کرونگا۔ مولوی صاحب موصوف نے
یہ کام منظور فرمالیا اور میں کلب کے مکان میں منتقل ہو گیا جب یہ مسئلہ سوشل آرگنائزیشن
کی مجلس عاملہ میں پیش ہوا تو معزز اراکین نے طے کیا کہ دس روپیہ کے بجائے
مبلغ پندرہ روپیہ کرایہ تصور کیا جائے تو مکان انکو دیا جا سکتا ہے۔
اس تصفیہ کی اطلاع ادارہ نے مجھے بذریعہ خط دیدی۔
اس پانچ روپیہ اضافہ کو میں نے اپنی قوی خدمت نیز تعمیر مہدیہ کلب کا جرمانہ
سمجھکر قبول کر لیا اور بعد میں بذریعہ کمیٹی رسالہ سے منگوا کر کرایہ نامہ لکھوایا
تاوقتیکہ میں کلب کے مکان میں مسکون رہا اس مبلغ پندرہ روپیہ کرایہ ادا کرتا رہا۔

(۵) ادارہ سوشل آرگنائزیشن کی تحلیل

دنیا میں ہر جگہ کچھ ایسے افراد خدا پائے جاتے ہیں کہ کوئی کام بے غرض و بے لوث قومی خدمات انجام دیتے ہوئے دیکھ نہیں سکتے۔ محلہ مشیر آباد بھی ایسے تنگ نظر و حاسد افراد سے خالی نہیں ہے۔

یہ ہے کہ کلب کو کوئی مستقل آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے اسکے اخراجات کی تکمیل نہ ہو سکی تھی۔ اسلئے والی سید جعفر امام صاحب نے کلب کا ایک ہال زنانہ سوشل سنٹر کو کرایہ پر دے رکھا تھا۔ موصوف کی اس مفید تجویز کی مخالفت محلہ کے چند اشخاص نے ایک مذموم نظم پمفلٹ طبع کروایا اور محلہ میں تقسیم کی۔ جعفر والا سید جعفر امام صاحب پر نامناسب اور رکیک حملے کئے گئے تھے۔ اس نظم کی جامع ایسی ذکر بد تھا۔ یہ تو خیر ہمیشہ کے نالائق پروفیشنل تھے لیکن مولانا صاحب نے بھی بڑا اثر لیا۔ ورنہ یہ کلب سوسائٹی کے زخم ابھی مندمل نہ ہوئے تھے کہ انجمن صدارت میں گروپ کے انتخاب صدارت کا زمانہ آگیا اور جناب محمد رضی علی خان صاحب اور جناب محمد قادر خان صاحب میں صدارت کیلئے مقابلہ شروع ہو گیا۔ چونکہ قادر خان صاحب معمر پارسا آدمی تھے لہٰذا ہم سیاہ انجمن مذکور کی صدارت پر فائز رہتے ہوئے پیر صدارت کے خواہشمند تھے اسلئے والی سید جعفر امام صاحب انتظامی انجمن صدارت انکے بجائے جناب محمد رضی علی خان صاحب کی تائید فرما رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ

الیکشن کے سلسلہ میں نہ صرف امیدوار اور صدارت ہی پر بلکہ انکے معاونین پر بھی
کیچڑ اچھالا جاتا رہا چنانچہ جناب مادر ملت کی پارٹی کے چند شرپسند وناعاقبت
اندیش افراد نے مادر ملت کے بدکلامی و دشنام بھی کا نشانہ بنایا۔
خود اپنے ملک کے افراد کی اس بدتمیزی سے مولانا کو جو صدمہ پہنچا تو آپ نے بحیثیت
سپہ سالار لیتے ہوئے ادارہ سوشل آرگنائزیشن ہی کو ختم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

اعلان

دستور اساسی مہبودیہ سوشل آرگنائزیشن کے دفعہ (۴) فقرہ (۲) کی رو سے یہ اعلان
امیدوار صدارت بننے یا رائے دہی کا حق حاصل کرنے کیلئے انتخاب سے کم از کم تین ماہ قبل
رکنیت قبول کرکے شرائط رکنیت کی پابندی کیجائے۔ مذکورہ کے تحت دفتر
مہبودیہ سوشل آرگنائزیشن سے بتاریخ یکم اکتوبر 1962ء یہ اعلان جاری
کیا گیا تھا کہ جن اراکین کے ذمہ چندہ رکنیت باقی نکلتا ہو وہ اسکو ادا کردیں
تاکہ حق رائے دہی یا امیدواری حاصل ہوسکے۔ اعلان کی مقررہ مدت گذر
چکی ہے لیکن اراکین نے اپنا بقایا چندہ ادا نہیں کیا۔ آرگنائزیشن کی نظر میں
اراکین کے لحاظ سے اسوقت کوئی رکن نہیں ہے۔ کسی قسم کی رکنیت کی عدم
موجودگی میں آرگنائزیشن کا وجود باقی نہیں رہتا۔ اس صورت حال میں
جبکہ ادارہ کا کوئی وجود نہیں ہے نہ ادارہ کے صدر کا باقی نہیں رہ سکتا۔
ادارہ اور اسکی صدارت خود بخود ختم ہوچکی ہے۔ نیز مہبودیہ سوشل

آرگنائزیشن کے صدر کی حیثیت سے مولوی سید یوسف صاحب تھے۔ تھوڑے عرصہ میں کلب کی
عمارت کا جائزہ حاصل کر کے اوسکی نگرانی کر رہا تھا۔ اب جبکہ مہدیہ
سوشل آرگنائزیشن یا اوسکی عمارت باقی نہیں ہے تو میں مہدیہ کلب کی
عمارت اور تمام متعلقہ اثاثہ جات مہدویہ کلب کے قانونی متولی مولوی
سید یوسف صاحب تھوڑے کے حوالے کر کے ساری ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو رہا ہوں
نیز وہ ساری مذہبی۔ سماجی۔ تعلیمی۔ معروفیات جو مہدیہ سوشل آرگنائزیشن
کی جانب سے جاری تھیں اُن سب کو فی الفور ختم کیا جا رہا ہے۔

(المرقوم ۲۳ / اپریل ۱۹۶۳ء)

خادم۔ سید معز الدین

ادارہ سوشل آرگنائزیشن کے تحلیل کی وجہ سے کلب کی نگرانی و حفاظت کا
انتظام پہلے سے برے ذمہ ہو گیا۔ اور اسکے علاوہ نماز عید کے انتظامات
بلدہ کے قربانی و دیگر رفاہی و مذہبی امور کی بھی فکر لاحق ہو گئی چونکہ عید قریب
آگئی تھی اسلئے میں نے چرم ہائے قربانی و رقم عطایا کی ایک اپیل شائع
کی جس کی نقل درج ذیل ہے۔

صفحہ (۸۰) پر ملاحظہ ہو

صفحہ اول

اپیل

منجانب

صفحہ دوم

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادارۂ خوش آواز شرکت منشی مظفر آباد کے محترم صدر مولانا سید معز الدین صاحب جو تقریباً سات ایک سال سے زیادہ مدت اپنا قیمتی وقت دیکر جس غیر معمولی دلچسپی سے محلہ کے قومی، مذہبی، سماجی و مذہبی وغیرہ امور انجام دیتے رہے ہیں اس سے قوم کا ہر فرد بخوبی واقف ہے۔ صدر محترم ہی کی جدوجہد و مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ تھا کہ محلہ کے ایک عرصہ سے تعمیر قرار دیئے گئے مسجد جامع کی نیز مکتب کی عمارت تعمیر کا مرحلہ شروع ہوا اسکے علاوہ نماز عید، جلسہ ہائے میلاد و عرس مبارک خاتمین علیہا السلام کے انتظامات وغیرہ بدستور اور تنہا آپ ہی کی کوشش سے انجام پاتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض وجوہ سے جنہیں دفتر کی پیچیدگی کی معلومات غیر ادارہ کے ارکان عام کی عدم دلچسپی بھی شامل ہے علیحدہ صدارت صدر ادارہ خوش آواز نے اپنی دست برداری کا اعلان فرمایا ہے چونکہ کارہائے خدا کو اللہ کا بروقت انجام دیا جانا بہر نوع ضروری ہے اسلئے جناب سے التماس ہے کہ ان کارہائے خیر کی انجام دہی کیلئے چہرم ہائے قربانی یا کچھ رقم عطا فرما کر ممنون فرمائیں۔ خادم

سید یوسف تقوی

سید یوسف تقوی

ایک صفحہ تین

ایک حقیقت کا انکشاف

جناب نے صفحہ اول پر دو تیر ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ ان تیر اندازوں کے دو علیحدہ علیحدہ نام ہیں۔ ایک کا نام "دشنام دہی" اور دوسرے کا نام "افترا پردازی" ہے۔ ان تیر اندازوں کا ہدف ہمیشہ ان حضرات کا سینہ ہوا کرتا ہے جو کسی نہ کسی قومی کام کو لے کر آگے بڑھتے ہیں۔ ان حضرات میں بعض تو دس پانچ اور بعض پچیس پچاس تیر اندازوں کا یہ پریشان ہو کر منزل گریزی اختیار کرتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ حضرات جن کا ایمان حضرت سعدی علیہ الرحمہ کے اس مصرعہ پر ہے "نہ عبادت بجز خدمت خلق" وہ ایسے ہزاروں تیر اندازوں سے نفی ہو کر بھی دل میں سوز شوق کے بہانے ایک قسم کا تنہا کسک و حسرت محسوس کرتے ہیں۔

ایسی تیرتن ایک خادم قوم کو اور سیطاع نقصان پہنچا جس طرح سنگ کے عادی شخص کو اس کی کچھ بڑی مقدار کے استعمال سے نقصان پہنچتا ہے۔ لہٰذا قومی نوجوانوں کو میرا یہ مشورہ ہے کہ وہ جب قومی خدمت کا جذبہ لیکر میدان عمل میں آتے ہیں تو انکو چاہئے کہ ایسے حادثات کو راستہ کا پتھر سمجھ کر ٹھوکر مار کے اپنی منزل پر پہنچنے کا سعی بلیغ کریں۔

خادم — سید یوسف [illegible]

المختصر نماز عید کے انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد علاقے کے نوجوانوں نے وہ سب امور جو ادارہ کوشش آرگنائزیشن کے ذریعہ انجام دیئے جاتے تھے

پھر سے انکو جاری کرنے کیلئے ایک مستقل ادارہ کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے
مجلس کلب نے طے پائے جس کی بنا پر ہی موجودہ کمیٹی تھا۔
تشکیل ادارہ کی تحریک باتفاق منظور ہوئی۔ تجویز نام کے موقع پر میں نے
"ادارہ تنظیم ملت مہدویہ" کا نام پیش کیا جسکو سبھوں نے پسند کیا اور منظور فرمایا۔
رسمی اجلاس تھا اور کل عاملہ و عہدہ داروں کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔
اس ادارہ کی صدارت پر جناب سید شاہ محمد جعفر نظامی صاحب کا انتخاب ہوا۔
معتمدی پر جناب محمد علی خان صاحب کا انتخاب ہوا اور خزانہ داری پر جناب سید خان صاحب
منتخب ہوئے۔

۲ 1965
انتخاب کے بعد اس ادارہ کو قائم ہوکر پورے دو سال بھی نہ ہوئے کہ مورخہ ۲۸ جنوری
کو محترم صدر ادارہ جناب سید شاہ محمد جعفر نظامی صاحب نے پرسے نام ایک مراسلہ ارسال فرمایا
جسکی نقل ذیل میں درج ہے۔

۲ 1965
مراسلہ از دفتر ادارہ تنظیم ملت مہدویہ حیدرآباد۔ اے پی۔ مورخہ ۲۸ جنوری
بخدمت جناب آقائے سید ابو سعید صاحب تنظیم و کل عاملہ ادارہ ہذا و محترم مہدویہ کلب حیدرآباد
آج مورخہ ۲۸ جنوری 65ء کے اجلاس انتظامی ادارہ ہذا میں طے پایا کہ میری
معروضیت خانگی و جناب معتمد صاحب و خازن صاحب کے استعفوں کی وجہ سے
تنظیم کے کاروبار متاثر ہو رہے ہیں۔ چونکہ مہدویہ کلب کو عہدہ داری حاصل

مرکزیت حاصل ہو۔ براہ کرم حالات حاضرہ کی روشنی میں جبکہ تنظیم بذریعہ
عدم کارکردگی کی بنا پر ختم کیا جا رہا ہے آپ آئندہ کارروائی قومی مفاد میں
کیلئے کوئی متبادل انتظام فرمائیں تو مناسب ہے۔

دستخط صدر

(سید شاہ محمد جعفر نظامی)

اس مراسلہ کے وصول ہونے پر میں نے چند احباب سے مشورہ کر کے ایک
اڈہاک کمیٹی تشکیل دیدی اور اپنی مدد کی اطلاع کیلئے مندرجہ ذیل اعلان
طبع کروا کر حلقہ میں تقسیم کروا دیا۔

اعلان

بموجب مراسلہ ادارہ تنظیم بہبودیہ مشیر آباد مورخہ ۲۸/ جنوری ۱۹۶۵ء
میں نے حلقہ کے جملہ کارروبار نہی و رہائی کی انجام دہی اور فی حال عید الفطر جو قریب
آگئی ہے اور اس کی نماز کے انتظامات کیلئے حسب ذیل حضرات پر مشتمل ایک
اڈہاک کمیٹی تشکیل دیدی ہے تاریخ اور آئندہ جملہ کارہائے قومی بہ احسن طریق
انجام پا سکیں۔ اسماء از ہا اڈہاک کمیٹی:

(۱) ڈاکٹر سید عزیز الدین صاحب صدر (۲) جناب شیخ ندیم صاحب رکن
(۳) جناب محمد یحییٰ خان صاحب معتمد (۵) جناب محمد کاظم صاحب رکن
(۴) جناب سید غلام محمد صاحب شریک معتمد (۶) جناب محمد انعام الرحیم خان صاحب رکن
(۷) سید یوسف [illegible] رکن

آئندہ اس کمیٹی کو دستوری حیثیت دینے بلکہ تدوین دستور العمل و
علم و کمی سازی ۔ انتخاب ارکان عاملہ وغیرہ کے جملہ اختیارات حاصل
ہوں گے کمیٹی مذکور اس سلسلہ میں ضروری ہدایات کو حاصل رہیں گے ۔ مذکورہ بالا ہدایات کے تحت کمیٹی
کو باضابطہ ادارہ کی تشکیل کے بعد ۔ ملک کے مذہبی ۔ تعلیمی نیز سماجی ضروریات کی
تکمیل فرمائیں گے ۔ المرقوم ۲۹/ جنوری ۷۵ء

احقر العباد

(۱۶) سید یوسف علی ۔ متولی مہدویہ کلب مشہد

قیام ٹرسٹ بورڈ مہدویہ کلب مشہد آباد

ملک مشہد آباد کے ادارہ جات کے لئے غیر مستقل حالت نے ہمیں یہ
سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اگر وقفہ وقفہ سے ادارہ جات کی تشکیل و تعطیل جاری
رہی تو اندیشہ ہے کہ میری زندگی کے بعد کلب کی اس وسیع جائیداد کی ملکیت
کا مسئلہ اختلافات کا شکار نہ بن جائے جس سے یہ موقوفہ قومی جائیداد جو ہماری
کوششوں کا نتیجہ وجود میں آئی ہے برباد نہ ہو جائے ۔ بعض گرم مزاج
اہل ملک کے ہاتھوں ایسا واقعہ وقوع میں آنا ناممکن بھی نہیں ہے ۔

پس اس اندیشہ کے پیش نظر میں نے کلب کی دوامی نگرانی و حفاظت
کیلئے ایک ٹرسٹ بورڈ کے قیام کو ضروری سمجھا تاکہ یہ بورڈ مہدویہ کلب کی جائیداد کا
ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نگراں اور اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہو سکے ۔ اس تجویز کو روبہ عمل

میں نے حسب ذیل درخواست مسلم وقف بورڈ میں پیش کر دیا۔

نقل درخواست

بجانب سید یوسف تقوی متولی مسجد دیہ کلب شیر آباد۔ مستدعی

بخدمت عالیجناب صدر مسلم وقف بورڈ حیدرآباد آپ کا (تمام ٹرسٹ بورڈ مسجد دیہ کلب شیر آباد)

جناب عالی! گزارش ہے کہ احقر نے سنہ ۱۳۵۰ فصلی میں بحیثیت واقف و متولی مسجد دیہ کلب کی جائیداد کو وقف رجسٹرڈ وقف کروا دیا تھا۔ مندرجہ کتاب الوقف سلسلہ نمبر ۸۶۴ مشمولہ شق عزبر ۲۳/۲ سنہ ۱۳۵۰ فصلی بغیر اوقات۔

ربنا نے اس جائیداد کی مستقل نگرانی و حفاظت کیلئے حسب ذیل حضرات پر مشتمل ایک ٹرسٹ بورڈ تشکیل دیا ہے جو مسجد دیہ کلب شیر آباد کا ہمیشہ نگران و محافظ رہے گا۔ اور یہی بورڈ تاریخ تشکیل سے اس جائیداد کے جملہ حقوق ملکیت کیساتھ متولی متصور ہوگا۔

یہ ٹرسٹ بورڈ اپنے طریقے پر حفاظت و نگرانی کیلئے مرتبہ قواعد پر عمل کرے گا۔ بشرط لزوم ضرورت بورڈ قواعد میں ترمیم کا بھی مجاز ہوگا۔ پس برائے کرم بعد عمل انتقال تولیت جناب میرے رئیس انتظام کو حسب ضابطہ

وقف بورڈ میں توثیقاً پیش فرما کر بعد توثیق دیگر رسمی کارروائی نیز رسمی آویزش
چیف ٹرسٹیز کے جناب مشیر گرامی و ہمہ دیگر نیز سے مطلع فرمایا جائے تو باعث
عنایت ہوگا۔ راقم ۲۲ - ستمبر سنہ ۱۹۶۲ء

احقر - سید یوسف لاہور وقف و متولی مسجد مکہ مشہد

رسمی گرامی منیجنگ ٹرسٹیز مسجد مکہ مشہد

نمبر شمار	رسمی گرامی	عہدہ	پیشہ	سکونت
۱	مولوی محمد اسلم صاحب	صدر	ریٹائرڈ سابق ناظم سررشتہ صنعت و حرفت	مشہد
۲	رائے سید منیر الدین صاحب	معتمد	پرنسپل ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ	مشہد
۳	مولوی حسین الدین شیخ الاسلام صاحب	رکن	تجارت و مالک ٹرکل پیسا ہوٹل	اعظم پورہ
۴	رائے سید رحیم صاحب	رکن	ریٹائرڈ سابق مہتمم پولیس و منیجر	لالہ گوڑہ
۵	رائے سید علی حسین صاحب	رکن	گزٹڈ سابق انسپکٹر جنرل پولیس	مشہد
۶	مولوی محمد رازدار خان صاحب	رکن	ریٹائرڈ سررشتہ کلرک گرد	"
۷	الحاج سید نعیم صاحب	رکن	تجارت مالک جواہر خانہ اورنگ آباد	"
۸	سید یوسف لاہور	رکن	ریٹائرڈ سابق معتمد محکمہ تعلیم	"

قواعد ٹرسٹ بورڈ مہدویہ کلب شہر آباد

دفعات	عنوان دفعہ	عبارت دفعہ
دفعہ (۱)	نام	اس بورڈ کا نام ٹرسٹ بورڈ مہدویہ کلب شہر آباد ہوگا۔
" (۲)	تعداد اراکین	اس بورڈ کے آٹھ اراکین ہونگے جن میں مستقل چیئرمین
" (۳)	—	شہر آباد کے اور دیگر معززین کے مہدوی ہونگے
	بورڈ کی مشنری و ذمہ داری	فقرہ (۱) یہ بورڈ بحیثیت متولی مہدویہ کلب کے عام نگرانی و حفاظت کا ذمہ دار ہوگا
	—	فقرہ (۲) اراکین بورڈ کی تعداد حسب ضرورت صدر آٹھ سے زیادہ نہ ہوگی
" (۴)	عہدہ داران	ہر بورڈ کا ایک صدر اور ایک معتمد ہوگا۔ صدر خانہ بھی ہوگا۔
" (۵)	طریقہ انتخاب	بورڈ کے آٹھ اراکین کا انتخاب سفید و سفید تمام متولی کلب کرینگے
	—	صدر و معتمد کا انتخاب اراکین بورڈ ہی سے بالاتفاق
	—	یا بکثرت آراء اراکین بورڈ کرینگے۔
	—	اگر کسی وقت کوئی رکن مستعفی یا کسی وجہ سے علیحدہ
	—	ہو جائے تو اراکین بورڈ ہی حسب ضرورت دفعہ (۲)
	—	مندرجہ جگہ پر کسی مہدوی کا انتخاب کرینگے۔
" (۶)	مقاصد	اس کلب میں جملہ "تفریحی" "مذہبی" "ادبی" "تعلیمی"
	—	وغیرہ قومی امور شعبۂ "مدرسہ" "دار المطالعہ"

جلسے کی تہنیت و تعزیت ۔ ادبی جلسے ۔ جلسہ کے میلاد و عرس مبارک
خاتمین علیہ السلام انجام دیئے جائینگے ۔

دفعہ (۷) فرائض صدر ۔ ۱ صدر بورڈ جلسہ کے عاملہ طلب کرنے کا مقتدر کو
بتعین تاریخ و وقت و مقام مقتدر کو ہدایت دے گا ۔
۲ ۔ صدر عاملہ کی صدارت کرے گا و روئداد
گذشتہ کی توثیق کرے گا نیز
۳ ۔ مقتدر و ارکان بورڈ کو ہدایت و مشورے دیگا ۔

دفعہ (۸) فرائض مقتدر ۔ ۱ ۔ مقتدر حسب ہدایت صدر اجلاس کے بورڈ کی
۲ ۔ اطلاع ارکان بورڈ کو دیگا
۳ ۔ مقتدر جائیداد و کلب کی عام نگرانی و انتظام کا
ذمہ دار ہوگا ۔ البتہ کسی مستقل
انتظام کیلئے بورڈ کی منظوری حاصل کرنے کا پابند ہوگا ۔
۴ ۔ مقتدر بشورہ صدر قومی حضرات کو کلب موقتی
طور پر جلسہ کے ادبی و تہنیت و تعزیت وغیرہ
کیلئے استعمال کرنے عرصہ ایک شب کے بسلغ چار
روپیہ معاوضہ برقی وغیرہ لیکر اجازت دیسکیگا ۔
۵ ۔ اگر کوئی شب تقریب شادی وغیرہ میں کلب کے

دفعات	عنوان دفعہ	احکام دفعہ
		پورے سال کو استعمال کرنے کی خواہش کریں تو ایک رات اور ایک دن کیلئے بسلخ دس روپیہ معاوضہ لیکر اجازت دیدیگا۔
دفعہ (۹)	حسابات	معتمد ایسے جملہ اموال صدر بورڈ کے پاس جمع کرا دیگا۔ معتمد پابند ہوگا کہ آمدنی و خرچ کا مکمل اجلاس عالمہ میں تو شیقتاً پیش کرے۔
دفعہ (۱۰)		

مرسلہ از دفتر معتمدی مسلم وقف بورڈ آندھرا پردیش حیدرآباد ۔ ای
نشان جابیہ نشان اصل ۲۴/۱ ۱۹۶۴ مورخہ ۲۰/۱/۶۵ ۔

آندھرا پردیش
مسلم وقف بورڈ
حیدرآباد

بنام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ معتمد وقف بورڈ
بحضور جناب راؤ سید یوسف صاحب تعلقہ دار و متولی مہدیہ کلب شیر آباد } بتبدیلی تولیت راؤ سید یوسف صاحب معتمد وقف بورڈ و قیام ٹرسٹ بورڈ مہدیہ کلب شیر آباد

مراسلہ نشان ۱۱ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۶۴ ترسیم ہے کہ حسب خواہش آپ کے منتخب نشان ۸۶۴ جسکا جابیہ نشان ۵۰۰۲ ۵۰۸۴ مورخہ ۱۱/۶ و ۱۱۲۵ فصلی ہے اسکے خانہ نمبر ۱۱ میں بجائے آپ کی تولیت کے ٹرسٹ بورڈ مہدیہ کلب مشیر آباد کے تولیت کی منظوری عطا فرمائی بورڈ سے فیصلہ قرار داد مورخہ ۵/ ڈسمبر ۱۹۶۴ صادر ہوئی ہے چنانچہ حسب مستقل رجسٹر میں درج کیا گیا ۔

مشنے بحضور جناب راؤ سید عزالدین صاحب معتمد ٹرسٹ بورڈ مہدیہ کلب مشیر آباد پرنسپل عماد الدین کالج کو مرسل و ترسیم ہے کہ قطعہ قواعد مرتبہ راؤ سید یوسف صاحب تعلقہ

واقف و متولی بمراد تعمیل مرسل ہے۔
اسکی ایک ایک کاپی دفاتر ذیل پر دیجاتی ہے۔
(۱) جناب کمشنر صاحب بلدیہ
(۲) جناب پرسٹار صاحب بلدہ
(۳) جناب مہتمم صاحب آبرسانی بلدہ
حسب منشاء کمیٹی
دستخط۔ معتمد سلم وقف بورڈ

(۱۷) تشکیل ادارۂ فراہ مبارک فاؤنڈیشن

۱۷/ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو میں نے مرکزی انجمن بہبودیٔ قیدی گورنمنٹ کے محترم صدر جناب قادر خان صاحب کی خدمت میں ایک تحریک پیش کی تھی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ قیدی کی اصلاح کا انجام یہی کیونکہ بار بار عرقی چند دن کی سلاخ کرنے کے ناگوار اور تکلیف دہ عمل سے نجات پانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ میں دو تین لاکھ روپے فراہم کر کے شہر کے کسی معروف مقام پر ایک ایسی بلڈنگ تعمیر کیجائے کہ جس کی آمدنی بیس پچیس ہزار روپیہ سالانہ ہو سکے۔ اس رقم کا ایک ثلث حصہ فراہ مبارک میں تعمیر مسافر خانہ تیرہ نوشہ اقدس کا داغ دوزخی اور زائرین کیلئے آرام دہ اسباب فراہم کرنے پر مختص کیجائے بقیہ ثلث رقم مختلف قومی ضروریات مثلاً تعلیمی "ہوسپٹل" رفاہی "تبلیغی وغیرہ پر صرف کیجائے۔ اس بلڈنگ کا نام فراہ بلڈنگ ہوگا

میری اس تحریک پر مولوی محمد معین الدین شیخ الاسلام صاحب جو مرکزی انجمن بہبودیٔ قیدی کے رکن عامل کے علاوہ اس کی تعلیمی سب کمیٹی کے رکن بھی ہیں اپنا تائید کی نوٹ لکھکر صدر انجمن کے حوالہ فرما دیا۔ انجمن اس تحریک پر کوئی توجہ نہیں کی شاید اس تحریک پذیر کو ناقابل پیش رفت سمجھکر نظر انداز کر دیا۔ تحریک کو جواب دینے کا اخلاقی فرض بھی ادا نہ کیا۔ تقریباً ڈیڑھ سال کے طویل انتظار کے بعد میں نے

مولانا محمد حسین الدین شیخ الاسلام صاحب سے عرض کیا کہ اس سلسلہ میں اگر آپ میرا ساتھ
دیں تو ہم تحریک کو اللہ کا نام لیکر آگے بڑھاتے چلیں۔ دنیا میں کوئی کام
نہ ہو مگر اپنے نیک نیتی و عزم مستقل سے جو کام شروع کیا جائے گا
اللہ تبارک تعالیٰ اس میں ضرور کامیابی عطا فرماتا ہے۔ یہ سنکر موصوف نے
نہایت خلوص سے میرا ساتھ دینے کا وعدہ فرمایا۔

مولانا محمد حسین الدین شیخ الاسلام صاحب قوم کے وہ واحد نوجوان ہیں جنکو
قوم کا دل سے گہری دلچسپی ہے۔ اور ہر کام سلیقہ سے انجام دینے کی
صلاحیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ سلسلہ پایا کہ اس مفید قومی تحریک کو ہر نوع
مدد دی جانی چاہیئے۔ اس گفتگو کے بعد میں نے اپنے حلقۂ احباب میں قوم
کے چند فکر حضرات سے اس خصوص میں گفتگو کی تو سبھوں نے اس تحریک کو
نہ صرف پسند کیا بلکہ اپنے تعاون کا بھی وعدہ فرمایا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ایک آرگنائزنگ بورڈ تشکیل دیا گیا
جسکا پہلا اجلاس بتاریخ ۲۰ جون ۶۵ء کو جناب مولانا محمد حسین الدین شیخ الاسلام صاحب
مدرسہ معہد نزل واقع محلہ ٹالہ ڈیرہ میں منعقد ہوا اور دیگر امور کے
علاوہ اس ادارہ کا نام جو طے مقصود ہو رکھا جائے۔ مختلف ناموں
پر غور کے بعد مولانا محمد حسین الدین شیخ الاسلام صاحب کا تجویز کردہ نام "فراہ مبارک فرنٹ لیگ"
باتفاق منظور ہوا۔ اس اجلاس میں مسٹر سریندر شاستری آڈیٹر کو بھی

اس غرض سے مدعو کیا گیا تھا کہ وہ ہمارے اغراض و مقاصد سے واقف ہو کر تدوین میمورنڈم کا کام آغاز کر دیں۔

اسکے بعد پرانے بورڈ کے اجلاس منعقد ہوتے رہے جسمیں دیگر امور کے ساتھ ساتھ دستور پر غور ہوتا رہا۔ الغرض جب ابتدائی مراحل طے ہو گئے تو قوم کو اس ادارہ سے روشناس کرانے کیلئے ایک تعارفی اعلان شایع کیا گیا جسکی نقل درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف۔

قوم یہود کے شایان شان ایک ایسے ٹرسٹ کی ضرورت ایک مدت سے محسوس کیا جا رہا ہے جو کسی ملک کے سرمایہ پر مبنی ہوتا اور آئے دن بڑھتی ہوئی قومی ضروریات مثلاً "تعمیر و ترمیم روضۂ اقدس امام حضرت یہودی علیہ السلام" "نیز زائرین روضۂ مبارک کیلئے اسباب سہولت کی فراہمی" "دیگر مقدس مقامات کی تحفظ" "بے روزگاری کا انسداد" "قوم کی معاشی ترقی" "قومی نونہالوں کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام (اندرون و بیرون ملک) اور انکے دیگر تعلیمی سہولتوں کی فراہمی" "قوم کی سماجی فلاح و بہبود کے کام" "مذہبی بیداری" وغیرہ ان تمام امور کی قابل لحاظ پیمانہ پر کفالت ہو سکے۔

ایسے ہی ضروریات کے پیش نظر دستخط کنندگان ذیل نے اللہ کا نام لیکر ایک

اور اس کی بنیاد ڈالی ہے جس کا باقاعدہ رجسٹری "فراہ مبارک فاؤنڈیشن" کے نام سے
آنریبل پریذیڈنٹ سوسائٹی ایکٹ کے تحت بتاریخ ۲۶ مارچ ۱۹۷۷ء عمل میں آچکی ہے۔
فاؤنڈیشن کے دستور میں اس امر کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے کہ وہ مذکورہ بالا
مقاصد کے تحت کام کرنے والے تمام قومی اداروں اور تنظیموں کے ساتھ تعاون عمل
کرے تاکہ پوری قوم کی اجتماعی کوششوں کا دائرہ زیادہ سے زیادہ ہو سکے۔
فاؤنڈیشن کا دستور رجسٹرار نے بہت جلد طبع ہو کر قوم کے ہاتھوں میں پہنچ جائیگا۔
فاؤنڈیشن کے پیش نظر فی الحال پہلا کام فراہ بلڈنگ کے نام سے ایک ایسی
عمارت تعمیر کرنا ہے جس کی لاگت کم و بیش چار لاکھ روپیہ ہے جو فاؤنڈیشن کیلئے
ایک مستقل ذریعۂ آمدنی بن سکے۔ ہمیں امید ہے کہ ہر فرد قوم ہماری کوششوں میں
تعاون عمل کرتے ہوئے اس کام میں کامیابی کیلئے اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہو جائیگا۔
(۱) محمد امیر علی (صدر بورڈ) (۲) محمد معین الدین شیخ (ایم جی) شریک صدر و نائب
(۳) سید عبدالقادر معتمد۔ (۴) سید عز الدین رکن (۵) سید عالم خورشید
(۶) سید محمد علی رکن۔ (۷) سید عبدالحکیم سماج رکن۔ (۸) سید محمد نور رکن
اس تعارفی اجلاس کے ایک ماہ بعد حسب تصریح بورڈ ایک اپیل شائع کی گئی
جس میں مزید وضاحت کیساتھ فراہ مبارک فاؤنڈیشن کے مذکورہ عمل پر
روشنی ڈالی گئی نیز اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے عارضی اعانت
کی درخواست کی گئی تھی۔ نقل اپیل صفحہ ۹۲ پر درج ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از دفتر فراہ مبارک فاؤنڈیشن
۸۶۸ - اعظم پورہ حیدرآباد ۲۴
آر - پی

اپیل

یہ ایک کھلی بات ہے کہ قومی اجتماعی کام قوم کی توجہ و امداد کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ متفرق قومی ضروریات کیلئے مختلف طور پر بار بار چندوں کی اپیل ایک ناگوار اور تکلیف دہ امر ہے۔ اس سے نجات پانے کی واحد صورت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ایک ہی دفعہ میں اتنی رقم فراہم کر لی جائے جس سے مستقل آمدنی کے ایسے وسائل مہیا ہوں جو تمام قومی ضروریات کی بڑی حد تک پابجائی کر سکیں۔ اس امر کو پیش نظر رکھکر مجلس انتظامی فراہ مبارک فاؤنڈیشن نے اپنے اجلاس منعقدہ مورخہ ۳۱ / مارچ ۱۹۷۶ء میں یہ طے کیا کہ اپنے ابتدائی پروگرام کے تحت ایک ایسی عمارت تعمیر کی جائے جسکے کرایہ سے پچیس ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل آمدنی ہو سکے۔ اس عمارت کا نام فراہ بلڈنگ رکھا گیا۔

اس پروگرام کو روبہ عمل لانے کیلئے جس کثیر سرمایہ کی ضرورت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ تاہم اگر جمیع برادران ملت یہ عزم صمیم کر لیں کہ فراہ بلڈنگ کی تعمیر بہر حال ہونی ہے تو انشاء اللہ یہ پایہ تکمیل کو

پہونچ کر رہے گی۔

اس توقع کے پیش نظر التماس ہے کہ ہر وہ فرد قوم جو کچھ نہ کچھ ذرائع
معیشت رکھتا ہو کم از کم اپنی ایک ماہ کی آمدنی فراہم بلڈنگ کی تعمیر کے لئے
وقف کر دے۔ اسی طرح ادائی ایکمشت یا بالاقساط جس طرح بھی سہولت ہو کی جا سکتی ہے
ایک قومی عظیم مقصد کے نظر کرتے یہ مطالبہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ یوں بھی
ہم اپنی خانگی ضروریات مثلاً شادی اور دیگر تقاریب کے موقعوں پر حسب نام و
نمود کے تحت اپنی استعداد سے کہیں زیادہ رقم صرف کر کے اسراف کے مرتکب
آ جاتے ہیں۔ اگر برادرانِ قوم اپنے ان مصارف پر کچھ دن کیلئے تھوڑی سی
تحدید عاید کر لیں اور اپنی ایک ماہ کی آمدنی اس دینی قومی اغراض کیلئے
مختص کر کے نادہندگان کی دستگیری فرمائیں تو فراہم بلڈنگ کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر
ہو سکے گی اور اس کی مستقل آمدنی سے رفتہ رفتہ نہ صرف ادائیگی بقایا جات موعود
علیہ السلام کی تعمیر کے روضۂ اطہر کی تعمیر و ترمیم اور دیگر ضروریات آرام دہ
و سہولت کے اسباب مہیا کئے جا سکیں گے بلکہ قوم کے مختلف رفاہی و فلاحی کام
بھی انجام دئے جا سکیں گے۔ جن میں خصوصیت کیساتھ قوم کے ہونہار طلبہ کی
اندرون و بیرون ملک اعلیٰ تعلیم کا انتظام بھی شامل ہے۔

یہ امر یقینی ہے کہ اس کار خیر و ثواب جاریہ میں جمیع برادرانِ ملت
اپنا حصہ ادا کر کے ماجور ہوں گے۔

معتمد

اس اپیل کی اشاعت کے بعد فراہمی رقم کا کام آغاز کر دیا گیا۔

یہ تحریک ایسے زمانے میں پیش کی گئی ہے جبکہ عوام معاشی بحران اور اقتصادی گرانی کی وجہ سے سخت پریشان ہیں۔ اس کے باوجود برادران ملت اس تحریک کی افادیت کے پیش نظر حسب حیثیت برابر حصہ لے رہے ہیں۔ چنانچہ ہر تین ماہ کی مختصر کارگزاری کی رپورٹ دفتر مقصدی فراہ مبارک نمائش سے شائع ہوتی ہے۔ اس نقل سے صاف ظاہر ہے۔ اس کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا کہ عزیز برادران ملت اس تحریک کو کامیاب بنانے پر پورا عزم رکھتے ہیں۔

قوم کی اس دلچسپی سے یہ یقین ہو چلا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اسلامی فراہ مبارک فاؤنڈیشن تعمیر فراہ بلڈنگ میں ضرور کامیاب ہوگا۔

نقل رپورٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رپورٹ

فراہ مبارک فاؤنڈیشن مجریہ ختم دسمبر ۱۹۶۶

اس سے قبل یہ اعلان کیا جا چکا تھا کہ مجلس انتظامی اپنے اجلاس منعقدہ ۱۲ اپریل ۱۹۶۶ میں یہ طے کیا ہے کہ ابتدائی پروگرام کے تحت ایک ایسی عمارت تعمیر کی جائے جس کے کرایہ سے کم از کم پچیس ہزار روپے سالانہ آمدنی ہو سکے نیز یہ کہ اس عمارت کا نام فراہ بلڈنگ ہوگا۔

چنانچہ اس پروگرام کو روبہ عمل لانے کیلئے فراہمی سرمایہ کی

مساعی کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ ہر فرد قوم سے اپنی ایک ماہ کی آمدنی اس مقصد کیلئے
وقف کر دینے کی اپیل اس سے قبل شائع کی جا چکی ہے۔

اس شناعت کے ساتھ ساتھ شہر کے مرکزی مقامات مثلاً "پیر گیٹ"
"مختار گنج" "سعادت بازار" "نامپلی" "ٹوپی" وغیرہ علاقہ جات میں
حصول اراضی کی کوشش بھی شروع کر دی گئی ہے۔

ابھی ہم اس موقف میں نہیں ہیں کہ واضح طور پر یہ بتلا سکیں کہ کہاں
اور کس مقدار میں اراضی حاصل کرنے میں ہم کامیاب ہو سکیں گے۔
کوشش بہر حال جاری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مناسب اور
موزوں موقع پر ضرورت کے موافق اراضی حاصل ہو جائیگی۔

ہمارے ابتدائی اپیل کے جواب میں بعض دردمند اصحاب قوم نے
ہمیں ناظم نمائش کے مطبوعہ فارموں پر بالاقساط عطایا عنایت کرنے کا وعدہ
فرمایا ہے۔ وعدہ کے مناسب کا منظور۔ درج ذیل ہے۔

جناب معتمد صاحب فرماد مبارک ناظم نمائش حیدرآباد آپ کی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

تعمیر فرماد بلڈنگ کے سلسلہ میں آپ کی اپیل دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔
خدا آپ کو اس عظیم مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔
براہ کرم میرا نام بھی فرماد مبارک ناظم نمائش کے معاونین

میں شریک فرمایئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مبلغ ۔ روپے ایک مشت / باقساط
ادارہ مذکور الصدر کو ادا کرونگا / کرونگی الرقم ۱۹۶۲ء

نام ولدیت

پیشہ

پتہ

اب تک صرف اکتالیس احباب نے اس اسکیم میں حصہ لیا ہے جنمیں چار خواتین اور دو شائقین کرام بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنی ماہوار کی تکمیل فرمائی ہے جس سے (۲۵۳۰۲) پچیس ہزار تین سو بیالیس روپے عطیوں کے مواعید حاصل ہوئے ہیں۔ جس کے منجملہ اب تک مبلغ (۲۶۰۱=۵۰) دو ہزار چار سو ایک روپیہ پچاس پیسے نقد وصول ہو گئے ہیں۔
اسکے علاوہ میں اراکین انتظامیہ تاسیس ادارہ کے ضمن میں اندراج معاف کیئے مبلغ دو سو پچاس روپے عطیہ مرحمت فرمایا ہے۔ اسطرح کل موصولہ رقم (۲۲۵۱=۵۰) دو ہزار چھ سو اکاون روپے پچاس پیسے ہو گئی ہے۔ تفصیلات آمد و خرچ رپورٹ کے آخر میں درج ہے
اس جگہ میں ادارہ جناب میر یوسف صاحب تھور کا بیحد ممنون و مشکور ہے کہ

فراہمی سرمایہ کے سلسلہ میں اب تک جو کچھ کام ہوا ہے کم و بیش سب کا سب
آپ ہی کی پُرخلوص مساعی کا نتیجہ ہے۔

مطلع یا بورڈ کے فرامین مبارک فاؤنڈیشن کے نام بشہر حیدرآباد میں جب بھی
حضرت کے پاس رکھوائے گئے ہیں۔ درد مند قومی برادران شہر سے توقع کیجاتی
ہے کہ وہ از خود پیش قدمی فرما کر ان اصحاب کے پاس سے فارم حاصل کر کے خانہ پری
فرمائینگے۔ بیرونی حیدرآباد میں رہنے والے حیدرآباد برادران دفتر سے فارم طلب فرمائیں۔

(۱) حضرت مولانا سید محمد صاحب قبلہ ابن الکیلی — چنچل گوڑہ
(۲) " " سید عطیہ صاحب قبلہ — "
(۳) " " سید خورشید صاحب قبلہ — بیگم بازار
(۴) جناب سید یوسف صاحب — شیر آباد
(۵) جناب سید عبدالکریم صاحب اسحاق — ملکپیٹ
(۶) جناب محمد علی ابن شیخ ابراہیم صاحب — اعظم گنج
(۷) سید عبدالستار — فرمان ۳۹۸-۴-۱۲ — چنچل گوڑہ

(۱۰) اعلان مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۲۶ کے فیصلہ کے بموجب فاؤنڈیشن
کی رقم اسٹیٹ بنک آف حیدرآباد شاخ ملکپیٹ میں جمع کرائی جارہی ہے۔
چالان فاؤنڈیشن کے نام سے ایک کھاتہ کھول دیا گیا ہے۔
اسی فیصلہ کے بموجب بنک سے رقم واپس و مستعد میر عباس فاؤنڈیشن نواب

محمد امیر علی خان صاحب صدر اور محمد حسین امین شیخ ایم اے خازن و شریک صدر
یا بیرسٹر ایٹ لا و معتمد سید عبدالقادر دونوں کے دستخط سے ہوگی۔
فاؤنڈیشن کے دستور جو انگریزی رجسٹری بزبان انگریزی تیار کر دیا گیا تھا
اس کا ترجمہ اردو میں جناب مخدوم محمد صاحب نے فرمایا ہے۔ اور اس پر
معتمد صاحب موصوف کے صد ہزار شکر گزار ہے کہ انہوں نے نہایت شاق
برداشت کر کے ترجمہ کو مکمل فرمایا۔ اس ترجمہ کی اشاعت نظر ثانی کے بعد
ان شاء اللہ تعالیٰ جلد عمل میں لائی جائیگی۔ یہاں اس امر کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا
کہ ہمارے مبارک فاؤنڈیشن کی رجسٹری "پبلک ٹرسٹ" رجسٹریشن ایکٹ
کے سنہ ۱۳ فصل کے تحت بتاریخ ۲۱/ مارچ ۱۹۷۷ء عمل میں آچکی ہے۔

تخمینہ آمد و خرچ

آمدنی		تفصیل خرچ	
(۱) عطیہ برائے تیار کردہ دستور بزبان انگریزی	100	تیار کردہ دستور بزبان انگریزی	100 = 00
(۲) برائے مصارف تعمیر و ابتدائی اخراجات	150 = 00	برائے مصارف تعمیر و اخراجات دیگر	73 = 56
(۳) عام عطایا برائے تعمیر بلڈنگ	2,401 = 50	" پیپل بزبان گجراتی	23 = 15
	2,651 = 50	" پیڈ	20 = 00
خرچ	257 = 63	تیار کردہ پبلک رجسٹریشن	40 = 42
بقایا	2,394 = 87	بیلنس	2,257 = 63

معتمد

رب آفریدہ برادر ایک ملت کو جناب معتمد صاحب ادارہ فراہمی آب کسٹمر فیڈ بیک
شش ماہی یا سالانہ رپورٹس سے ادارہ ہذا کے تفصیلات معلوم ہو
رہیں اس لئے میں اس سلسلہ کو ختم کرتا ہوں۔ [illegible]

(۱۸) کانفرنس اہلحدیث ہند

کانفرنس مذکور الصدر کے انتظامات و مقام کا انتظام نیز دیگر متعلقہ امور پر غور و عمل کرنے کے لئے مولانا مولوی حضرت سید مرتضیٰ صاحب تبلہ نے حیدرآباد میں ایک انتظامی کمیٹی تشکیل دی۔ جس کا پہلا اجلاس بڑودہ میں نواب بہادر یار جنگ بہادر منعقد ہوا منتخب اور حال انتظامی کا موجودگی میں طے پایا کہ کانفرنس کے اجلاس بمقام چنچل گوڑہ منعقد ہوں گے آئندہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ کے ۲۰-۲۱-۲۲ تاریخوں میں منعقد کے جائیں اس تجویز کو حاضرین نے بالاتفاق منظور کیا۔

اسی اجلاس میں نواب بہادر یار جنگ صدر کانفرنس اہلحدیث ہند۔

مولانا حضرت سید مرتضیٰ صاحب معتمد عمومی

سید یوسف علی نائب معتمد

منتخب ہوئے۔ اور ساتھ ہی انتظامات کانفرنس کا کام آغاز کر دیا گیا۔ مختلف طباعت اعلانات و رسائل و مراسلات نیز فراہمی مصارف کا کام بھی شروع کر دیا گیا۔ ایک اجلاس انتظامی میں طے پایا کہ اقطاع ہند میں جہاں جہاں اہلحدیث آباد ہیں تحریری اطلاع کے علاوہ وفود بھی روانہ کر کے برادران ملت کو شرکت کانفرنس کی دعوت دی جائے اور اسی سلسلہ میں فراہمی رقم کا بھی انتظام کیا جائے چنانچہ مولانا موصوف نے مجھکو صوبہ برار کے دورہ کا حکم دیا۔ حسب الحکم میں نے

آمراؤتی - ریلپور - بھی گاؤں سے پوسدہ ، ساونگا ، وغیرہ کے جلسے پہنچ
کر لوگوں کو اغراض و مقاصد سے آگاہ کرتے ہوئے شرکت کانفرنس کی دعوت دی
اور ساتھ ساتھ چندہ بھی فراہم کرتا رہا - اس دورہ سے واپس آنے کے بعد مولانا نے
فرمایا ایک دورہ ہنڈیال کا بھی کر لیجئے اور واپسی میں جالنہ جالنہ مہیدی آباد کا
بھی دورہ کر لیں - حسب ارشاد ہنڈیال جا کر برادرانِ ملت کو شرکت
کانفرنس کی دعوت دی گئی اور کچھ چندہ بھی وصول کیا گیا - چار روز یہاں
بھائی میرولنا صاحب کے یہاں قیام کر کے واپسی ہوئی ہوا بھوپنگر پہنچا
یہاں مولوی محمد سرمست خان صاحب کے یہاں قیام کر کے مقامی مہیدیوں کو کانفرنس
سے متعارف کراتے ہوئے شرکت کی دعوت دی گئی پھر یہاں بھی کچھ چندہ وصول ہوا
ہمارے دین دار دوست کی کامیابی پر مولانا سید عتیق صاحب نے مسرت کا اظہار فرمایا
مولانا موصوف انتظامات کانفرنس کے لئے چنچنی روانہ ہونے کے لئے تیار
ایک ماہ بعد عالیجناب نواب بہادر یار جنگ بہادر صدر کانفرنس معہ دیگر ممبران
دیگر حضرات کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ بذریعہ ریل چنچنی روانہ ہو کر ۱۸
ذیقعدہ کی صبح نو بجے جب چنچنی کے اسٹیشن پر پہونچے تو مولانا سید عتیق صاحب
بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ اور مولوی سید عطاء اللہ صاحب صوفی مستعد رضاکاران
کو لئے ہوئے ہمارے استقبال کیلئے کھڑے تھے نواب صاحب کے ریل سے باہر آتے ہی
رضاکاران منتظر اہالیان چنچنی نے اللہ اکبر کا ایک فلک شگاف نعرہ لگایا

رضا کاروں نے جو سب خاکی وردی میں تھے نواب صاحب کو باقاعدہ سلامی دی۔
رہنما سید ارتضیٰ صاحب نے صدر مالز کو ہار پہنائے جلو رفقاء کو جو حیدرآباد وغیرہ مقامات
سے نواب صاحب کے ساتھ آئے تھے سب کو پھول پہنایا۔ گل پوشی کے بعد محترم صدر
معہ ہمراہی جب اسٹیشن سے باہر تشریف لائے تو پنڈال تقریباً چار پانچ ہزار انسانوں کا
مجمع جو مہمانوں کے استقبال و جلوس میں شرکت کیلئے منتظر کھڑا تھا اللہ اکبر کے نعروں سے
مہمانوں کا استقبال کیا۔ اس مجمع میں میسور و بنگلور کے آئے ہوئے اہل سنت جماعت
و پیروں کے علاوہ مقامی اہل ہنود بھی کثرت سے شریک تھے۔ متعدد فوٹو گرافروں نے
یہ شاندار منظر کا فوٹو لیا۔ جب یہ مجمع جلوس کی شکل میں آباد بازار سے گزرا تو
بڑا ہی دلکش منظر دیکھنے کے قابل تھا۔ دو طرف جو شیخ رضا کار تھے اول میں چھوٹے
بڑے نوجوان پھریرے لئے ہوئے قومی ترانہ گاتے نعرہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے چل رہے تھے
یہ جلوس میسور روڈ و بڑے بازار سے گزرتا ہوا روشن بلڈنگ کے ایک ہال میں پہونچا
یہ بلڈنگ جناب حسن بیگ صاحب مہدی مالک روشن ہوٹل کی ہے۔

اس ہال میں سب بیٹھ جانے کے بعد مولانا سید ارتضیٰ صاحب صدر مجلس استقبالیہ نے
محترم صدر مالز اور دیگر مہمانوں نیز جملہ معزز مہمانوں کے خیر مقدم میں ایک مختصر تقریر فرمائی۔
اس کے بعد نواب صاحب نے جو سب اہل پنچ و بانیان مالز کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا
اور ساتھ ہی ساتھ اعلان بھی فرما دیا کہ دار سید یوسف صاحب کلکٹر مستقر حکومت
حیدرآباد آپ حضرات کا شکریہ ادا کرینگے۔ اب میں سنت شکل میں تنہا

گیرانکہ بے کبھی اسقدر کثیر اجتماع میں تقریر کرنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ جمہور کے
باشتمال امر کرنے ہوکر برادران میں پنچ کے مخلصانہ و پُرجوش استقبال نیز
اعتقاد کانفرنس کا جیسی مفید تحریک پر اُنکا شکریہ ادا کیا۔
اسکے بعد نواب صاحب نے ایک نہایت اثر انگیز تقریر فرمائی جسمیں آپ نے
اپنے شاندار استقبال پر اظہار تشکر فرماتے ہوئے اتحاد عمل پر زور دیا فرمایا کہ
قوموں کا مدار زندگی اور انکے بقاء کا راز اتحاد عمل ہی میں مضمر ہے۔
جس قوم میں اتحاد عمل کا فقدان ہے وہ اس جدید زندگی میں کبھی کامیاب نہ ہو سکی۔
تقریر کے بعد نواب صاحب مہدویوں کے ایک کثیر مجمع کے ساتھ حضرت امام مہدی علیہ السلام
کا تیرہ پہرہ حمام مبارک میں شرکت فرمایا۔ پنچ پٹی میں یہ تقریب جس شان اور
طریقہ پر ادا ہوتی ہے اسکی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اس دفعہ تو اقطاع ہند کے مہدویوں کے
حمام مبارک تقریب میں شریک ہوکر اسکی شان کو دوبالا کر دیا تھا =

اس سلسلہ میں کانفرنس کے پہلے اجلاس میں
نواب صاحب کی شرکت کے علاوہ اس غیر معمولی
ملی کانفرنس کی تفصیل جسے انتظام منتظمین کانفرنس
اور حکومت میسور نے کیا تھا اسکا ایک مختصر
خاکہ غالباً دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

جلوس = بتاریخ ۲۰/ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ یوم یکشنبہ
کانفرنس کے پہلے اجلاس کی شرکت کیلئے صبح سات بجے ہی سے روشن
بلڈنگ کے سامنے ہزارہا قومی و غیر قومی اصحاب کا اجتماع ہوگیا۔
ٹھیک ۸ بجے محترم صدر کانفرنس و عہدہ داران مجلس استقبالیہ
و مجلس منتظمہ کے چند افراد سینوں پر نرین بیاچیں لگائے ہوئے اس
عظیم الشان جلوس کے ساتھ کانفرنس ہال کو روانہ ہوئے۔
رضا کار دونوں طرف ترنگے جھنڈے کے پہرے دیتے نیز علم لئے ہوئے بڑے
دلکش انداز میں قومی ترانہ گاتے ہوئے اور وفور جوش میں الفاظ کے
نعرے لگاتے ہوئے نہایت ضبط و انتظام کیساتھ محترم صدر کے آگے آگے
چل رہے تھے۔ اس شاندار جلوس کو دیکھنے اور کانفرنس کی شرکت کیلئے جن کے
قرب و جوار سے سیکڑوں اشخاص چلے آرہے تھے۔ راستہ میں تھوڑے تھوڑے
فاصلے سے اخبار دست کے نمائندے اور شوقین حضرات جلوس کے مختلف زاویوں
کے فوٹو لے رہے تھے۔ بڑے بازار سے ہوتا ہوا یہ جلوس کانفرنس ہال پر پہونچا۔
جہاں محترم صدر کانفرنس نے علم کشائی کی رسم ادا کی۔
اس علم پر جلی حرفوں سے کلمۂ طیبہ و کانفرنس صدر دیا ہند۔ لکھا ہوا تھا
اسکے بعد جناب صدر معہ ہمراہیان کانفرنس ہال میں داخل ہوئے۔ ہال کی
دیدہ زیب آرائش و جاذب نظر منظر قابل دید تھا۔ جس وقت

نواب صاحب اسٹیج پر چڑھ کر کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے حاضرین نے
اللہ اکبر کا ایک فلک شگاف نعرہ لگایا۔ رضا کاروں نے نہایت خوش اسلوبی سے
اس عظیم الشان مجمع کو قابو میں رکھا تھا۔ جملہ ممبروں و مہمانوں سرکاری عہدہ داروں نے
اس انتظام کی بیحد تعریف کی۔

اسٹیج پر مقام صدر کیساتھ مشائخین کرام۔ علمائے عظام۔ میسور اسٹیٹ
کے مسلم کانفرنس کے صدر۔ حکومت میسور کے کونسل ممبر۔ دنیائی مشہور شخصیت
سر سی۔ وی رامن۔ دور اسٹیٹ کے علی عہدہ دار۔ اخبارات کے نمائندے
وغیرہ وغیرہ سیکڑوں معزز بیٹھے تشریف فرما تھے۔ اس موقع پر بھی اخبارات کے نمائندے
و دیگر حضرات متعدد فوٹو لئے۔ غرض کانفرنس کل دو بجے کے پنڈال میں تقریباً
دس ہزار سے زائد آدمیوں کا اجتماع تھا۔ نو بجے کانفرنس کی کارروائی کا آغاز ہوا۔
ایک بجے ختم اجلاس پر حاضرین نمائش دیکھنے کیلئے گئے جسکا انتظام کانفرنس
ہال کے قریب ہی کیا گیا تھا۔ مصنوعات قدیم و جدید کا یہ نمائش کا منظر بیحد
خطیر۔ کانفرنس نہایت اعلیٰ پیمانہ پر انتظام کیا گیا تھا۔ اس نمائش پر کانفرنس کی
برتھ کے علاوہ میسور گورنمنٹ نے بھی تین چار ہزار روپے خرچ کرکے نمائش کو
قابل دید بنانے میں حصہ لیا جسکے لئے کارکنان نمائش و بہبودی پبلک ہلکوٹ
کے ممنون و مشکور ہیں۔ اس نمائش میں۔ خاص چن پٹن میں تیار کیا ہوا نہایت
نفیس کلاک کا سامان و کھلونے وغیرہ۔ اگرچہ جملہ صنعت سب صدر دیہات کے تھے

میں ہے۔ ہاتھی دانت کی بہترین سامان۔ کئی قسم کا خوشبودار صابن و تیل۔
میسور کا مشہور صندل کا سامان۔ ریشم کا تیار کیا ہوا ریشمی وردی کپڑا۔
شہد کی مکھیوں کا حیرت انگیز طریقہ پرورش۔ اور شہد نکالنے کا عجیب و غریب طریقہ۔
ریشم کے زندہ کیڑوں کا سلسلہ سے نشوونما اُنکے امراض کے طریقہ کے علاج۔
انکی باقاعدہ پرورش اور نگہداشت کے اصول۔ کیڑوں کے خانوں کی بناوٹ اور
اُن سے ریشم نکالنے کی ترکیب۔ صوبہ میسور کی جملہ طبی بوٹیاں فراہم کی گئی تھیں
اور ہر ناظر کو اُنکے خواص بتلائے جاتے تھے۔

محکمہ صنعت و حرفت۔ محکمہ جنگلات۔ محکمہ طبابت۔ محکمہ حفظان صحت
وغیرہ کے عہدہ دار اپنے اپنے متعلقہ چیزوں کو نہایت تفصیل سے حاضرین کو
دکھاتے اور سمجھاتے تھے۔ قلمی و مطبوعہ کتب کا بھی ایک شعبہ تھا۔
اس نمائش کو دیکھکر ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ حکومت میسور کو اس نمائش سے کتنی دلچسپی ہے۔ حکومت کی ہر دلعزیز پالیسی نے ہندوستان کو بہت متاثر کیا۔ نمائش تو ہر روز بنا اپنے چار اللہ اکبر کے ختم ہوگی لیکن نمائش چار روز تک عوام کو دعوت نظارہ دیتی رہی۔ دو روزہ نمائش میں مرکزی نے کئی قرارداد اور رزولیوشن پیش کئے جو مذہبی۔ قومی۔ سیاسی۔ معاشی۔ تہذیبی وغیرہ امور پر مشتمل تھیں۔ تمام مقامی و غیر مقامی حضرات نے اس شاندار نمائش کی کامیابی پر حضرت میسور کو مبارکباد عرض کیا۔

(۱۹) دوسری کانفرنس مہدویان ہند کا انعقاد

چار پانچ سال قبل ایک روز حضرت مولانا سید مرتضیٰ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ جن چیزوں
بڑودہ - ڈابھوئی - پالن پور - وغیرہ مقامات سے خطوط وصول ہوئے ہیں
جس میں دوسری کانفرنس منعقد کرنے پر اصرار کیا گیا ہے -
اس خصوص میں نواب صاحب سے بھی گفتگو کیا ہوں - نواب صاحب نے بھی دوسری
کانفرنس کے انعقاد سے اتفاق فرمایا ہے - لہذا آپ سابق اراکین انتظامی
کا ایک اجلاس نواب صاحب کی دیوڑھی منعقد کرکے باقی چند سابق اراکین کو
اطلاع کر دیجئے - باقی صدارت - مقام کانفرنس نیز توزیع کانفرنس وغیرہ
امور طے کئے جائیں - حسب الحکم مولانا میں نے بمقامی اور بالی سابق کو حسب ذیل اطلاع نامہ
جاری کیا -

از دفتر سابق معتمد عمومی کانفرنس مہدویان ہند -
مورخہ ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ نشان جاریہ ۱۵ تا ۱۷ معتمد
انعقاد اجلاس دوم کانفرنس مہدویان ہند -
جناب سابق معتمد عمومی کانفرنس مہدویان ہند
خدمت ..... سابق رکن انتظامی کانفرنس مذکور العلیہ

بضرورت صدر گذارش ہے کہ مورخہ ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ
یوم یکشنبہ وقت ۹ بجے بعد ظہر بمقام دیوڑھی نواب صاحب بہادر

سابق صدر انجمن ۔ جلسۂ انتخاب منعقد ہے ۔ برادرانِ کرام وقت مقررہ پر
تشریف لا کر ممنون فرمایا جائے ۔

احقر العباد

سید یوسف لاہور (سابق صدر انجمن)

نقل جلسۂ انتخاب منعقدہ ۲۲ شعبان ۵۱ھ مطابق ۲۸ اپریل ۳۱ء

حسب ذیل حضرات شریک ہوئے

(۱) نواب بہادر یار جنگ بہادر (۲) حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب
(۳) حضرت سید عشق حسن صاحب سجادہ سابق کان (۴) حضرت سید محمود صاحب سکندر آباد
(۵) مولوی سید شاہ ابوالحسن صاحب (۶) خان بہادر محمد عارف صاحب مہتمم برقی رکن
(۷) مولوی سید ابراہیم صاحب (۸) سید یوسف لاہور

بصدارت نواب بہادر یار جنگ بہادر جلسہ کا آغاز کیا گیا
سب سے پہلے مولوی سید ابراہیم صاحب تحسین کی تحریک پر بالاتفاق طے پایا کہ
سابق کارکنوں کے جن مقامی و غیر مقامی اراکین و انتخاب کا انتقال ہو گیا ہے ان کے
ورثاء کے نام حسب ذیل فرد بشکل تعزیت روانہ کیا جائے ۔

نقل فرد بشکل

جلسۂ انتخاب پدرسوں کارکنوں سید جلال بند منعقدہ ۲۲ شعبان ۵۱ھ
نہایت حزن و ملال سے ( ) رکن انتخاب کارکنوں کے انتقال

پر اظہار تعزیت کرتی ہے۔ افسوس ہے کہ مرحوم کے انتقال سے ایک مخلص
کارکن کی کمی ہو گئی۔ مجلس بذریعہ دعا کرتی ہے کہ خدائے تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت
میں جگہ دے۔ اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔
اسکے بعد دوسری قرارداد مندرجہ ذیل پیش کی گئی۔
حضرت مولانا سید مرتضیٰ صاحب نے فرمایا چونکہ قرارداد پہلی مجلس منعقدہ
ایک عرصہ گذشتہ ہو چکا ہے اسلئے دوسرے اجلاس کی شدت سے ضرورت
محسوس کی جا رہی ہے۔ نیز مختلف قومی مقامات سے دوسرے اجلاس کے انعقاد
کے متعلق تحریکیں وصول ہو رہی ہیں (چند خطوط کی خواندگی بھی کی گئی) اسلئے
میری یہ تحریک ہے کہ دوسرا اجلاس قرارداد منعقد کیا جائے۔ مولانا کی
تحریک باتفاق منظور ہوئی اور طے پایا کہ دوسری کانفرنس کے اجلاس
آئندہ ماہ ذیقعدہ کی ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - تاریخوں میں منعقد کئے جائیں
مقام کانفرنس سے متعلق محترم صدر صاحب نے فرمایا کہ رسوخت مجلس کے لئے
بڑودہ - پالن پور - پنچ محل - حیدرآباد کے بھی وکلا کے دعوت نامے
پیش ہیں۔ ان مقامات کے سیاسی حالات و دیگر فوائد پر
غور کیا گیا اور طے پایا کہ دوسری کانفرنس بھی دیگر ہند کے اجلاس حسب سابق
پنچ محل صوبہ بمبئی میں منعقد کئے جائیں۔
دوسری کانفرنس کی صدارت پر حسب تحریک خان صاحب محمد علی صاحب بی اے

جس کی تائید حضرت سید علی صاحب قبلہ سجادہ دائرہ فضل گڑھ نے فرمائی بالآخر
تائید ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر کا انتخاب عمل میں آیا۔ نیز طے پایا کہ
انتظامات کانفرنس کیلئے سابقہ کمیٹی حسب حال بحال رکھی جائے۔ خلوص
جگہ پر آئندہ انتخاب کیا جائے گا۔ پس سید یوسف تقوی سے خواہش کی جاتی
ہے کہ حسب سابق بیرونجات کے جلسہ اور حال انتظامی کی پیش شدہ تجویزات کے
مطابق کر کے اُنکے آراء و تجویزیں وغیرہ اندرون ۲ ہفتے طلب کرنے کا نیز
جلسہ انتظامی کا آئندہ اجلاس ۲ ہفتے کے بعد طلب کیا جائے تا کانفرنس
کا اعلان کر کے کام شروع کر دیا جائے۔ جلسہ ½ ۱۱ بجے برخواست ہوا۔

دستخط

سید یوسف تقوی۔ نائب معتمد

حسب تصفیہ اجلاس انتظامی میں نے حسب ذیل مطبوعہ فارم سے بیرونجات کے اراکین انتظامی کو روانہ کیا۔

جناب حضرت سید آقا صاحب معتمد عمومی کانفرنس حیدرآباد دکن } معتمد کانفرنس حیدرآباد دکن
خدمت — رکن انتظامی کانفرنس حیدرآباد دکن } اجلاس دوم

بخدمت اقدس گزارش ہے کہ بتاریخ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ
بدولت تائید ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر واقع بیگم بازار جلسہ انتظامی
برائے انعقاد کانفرنس حیدرآباد دکن اجلاس دوم منعقد ہوا۔ جس میں طے پایا کہ

کانفرنس کا اجلاس دوم بتاریخ ۱۷-۱۸-۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۹ھ منعقد کیا جائے۔
مقام کانفرنس سے متعلق اسوقت مجلس کے سامنے مہدویان بڑودہ۔ پالن پور۔
چنپانیر۔ حیدرآباد۔ کے دعوت نامے پیش ہیں۔ بعد بحث و تمحیص مجلس ہذا نے
باتفاق طے کیا کہ آئندہ کانفرنس مہدویان ہند کا دوسرا اجلاس چنپانیر علاقہ
میسور میں منعقد کیا جائے۔ نیز مجلس ہذا نے کانفرنس کے دوسرے اجلاس کیلئے
حسب سابق قائد ملت علامہ نواب بہادر یار جنگ بہادر کا انتخاب کیا ہے
جسکو نواب صاحب موصوف نے از راہ عالی ہمتی قبول فرمالیا ہے۔

ہم کانفرنس کا قابل فخر خصوصیت یہ ہوگی کہ مجلس ہذا نے اس اجلاس کے افتتاح کیلئے
ہز ہائی نس نواب سر طاہر محمد خان خلد اللہ ملکہ والی پالن پور کی خدمت
گرامی میں عرضداشت پیش کی ہے مجلس کو ہز ہائی نس کی قوی امیدیں ہے توقع
ہے کہ آپ ہماری درخواست کو شرف قبولیت عطا فرما کر مہدویان ہند کو ممنون و
مفتخر فرمائینگے۔

لہذا آپ برائے کرم مجلس ہذا کو امور متذکرہ صدر سے متعلق اپنے قیمتی آراء
نیز دیگر مفید قوم تجاویزات سے از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا
آپکے حسن آراء کے بعد انعقاد کانفرنس کا باضابطہ اعلان کیا جا سکے۔

خادم ملت

سید یوسف لکھنوی

مستعد مجلس انتظامیہ کانفرنس مہدویان ہند

یہاں مرسلوں کو اقطاع بندی چاہئے جانب سابق میں انتظامی کمیٹیاں بنائی گئیں تھیں
تاکہ سب کے معتقدین کو روانہ کر دیئے گئے۔

حضرت مولانا سید مرتضیٰ صاحب ایک ماہ حیدرآباد میں قیام کر کے چنئی تشریف لے گئے
تاکہ روانگی وفود و دیگر انتظامات کانفرنس شعبۂ مختلف شعبوں کی کمیٹیوں کی
تشکیل وغیرہ وغیرہ امور انجام دیں گے۔

نواب بہادر یار جنگ بہادر نے فرمایا ۱۲-۱۳- ذیقعدہ کو مدراس میں
مسلم لیگ کے اجلاس منعقد ہو رہے ہیں جس میں شرکت کی دعوت
دی گئی ہے۔ اسلئے میرا ارادہ ہے کہ مذکورہ اجلاسوں میں شرکت کے بعد سیدھے
چنئی چلے جاؤں۔ یہ سنکر میں نے حضرت سے جو کانفرنس کے صدر تھے شرکت کا ارادہ رکھتے ہیں کہا کہ میں بھی نواب صاحب کے ساتھ مدراس
جا کر وہاں سے چنئی روانہ ہو جاؤں۔ بعض حضرات نے یہی رائے دی اسے اتفاق
فرمایا چنانچہ ناظم صاحب مولانا سید مرتضیٰ۔ جناب عمر بلند خان صاحب
وغیرہ دس بارہ حضرات نواب صاحب کے ساتھ مدراس گئے۔ وہاں جلسہ کی
انتظام مسلمہ ہائی اسکول میں کیا گیا۔ مسلم لیگ کے دو روزہ اجلاس اٹینڈ
کر کے ہم سب ہمراہی نواب صاحب چنئی روانہ ہوئے۔

حضرت سید مرتضیٰ صاحب صدر مجلس استقبالیہ نے نواب صاحب و مندوبین کے استقبال کا
حسب سابق نہایت شاندار انتظام فرمایا تھا۔ ان مناظر کو دیکھ کر گذشتہ کانفرنس کا

یہ تانہ ہوگئی۔ جب جلسہ کا جلوس روانہ ہوا تو راستہ میں حاضرین کو دعوت نظارہ دیتا تھا
نواب صاحب کے قیام کا انتظام سر ہری سنگھ گیٹ بنگلہ میں کیا گیا تھا۔ اور مہمان خانہ کے
سندوبین کو ایک سو کمرے کا وسیع عمارت میں جو ہنڈال کا نمونہ سے ترتیب دی گئی تھی ٹھہرایا گیا
مجھے مدراس ہی میں بخار آگیا تھا جس چنانچہ پہونچتے پہونچتے اسمیں شدت
ہوگئی جسکی وجہ سے میں نواب صاحب کے جلوس میں شریک نہ ہوسکا۔ صرف عزیزیت کے
پہلے اجلاس میں شرکت کا موقع ملا روسیا تانیغ کا دوسری نشست میں شدید بخار کیوجہ سے
جو تقریباً ۱۰۴ درجہ تھا شریک نہ ہوسکا۔ دوسرے روز کانفرنس کی درخواست کرکے نواب صاحب
اور بہت سارے دوست و احباب بزم پرسی کو آئے۔
نواب صاحب نے فرمایا کہ آج سبجکٹ کمیٹی کا اجلاس تھوڑی دیر کے لئے کمرہ ہی میں منعقد کیا جائے
اور مجھے آپکو کام چلنے پھرنے سے احتراز کرو۔ حضرت سید مرتضیٰ صاحب مجھے اپنے ہی
کمرہ میں ٹھہرایا تھا۔ اسی کمرہ میں میرے علاوہ حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری و حضرت سید علی صاحب
سجاد بھی گھوڑے تھے۔ آدھی رات کو سبجکٹ کمیٹی کے جملہ اراکین تشریف لائے۔
نواب صاحب کی آمد کے بعد کل کے اجلاس کیلئے قرارداد کا مسودہ مرتب کرنے کا کام آغاز ہوا
اس مسودہ میں میں بخار کیوجہ سے لیٹا ہوا تھا۔ نواب صاحب سے عرض کیا کہ
تیسرے روز اقبال اسلامیہ مولانا عبدالسلام کی تحریک کو آل انڈیا تحریک قرار
دیتے ایک قرارداد مرتب کی جائے اور تحریک کی حیثیت سے میرا نام لکھا جائے
چنانچہ حیدرآباد کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب کو کہا جو بھی لہر سلام الفاظ

فرمایا۔ اس تحریک کو کانفرنس میں پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

یہ سنکر میرا تمام جسم جو بخار کی وجہ سے بھی گرم تھا سنسنا اٹھا اور دماغ چکرا گیا
میں نہایت برہمی سے کہا اگر یہ تحریک کل کانفرنس کے پہلے اجلاس میں نہ
پیش ہوگی تو میں اس کانفرنس کو مردود قرار دونگا اور اسکے خلاف
پروپیگنڈہ شروع کر دونگا۔ مجھے اطلاع ہے کہ دیگر نواب صاحب نے فرمایا
تھوڑا صاحب آپ مطمئن رہئے یہ تحریک کل کے اجلاس میں ضرور پیش ہوگی۔
یہ کہکر خود نواب صاحب نے قرارداد مرتب فرمایا۔ میں عرض کیا چونکہ میں
اجلاس میں نہ آسکونگا اسلئے تحریک کی حیثیت سے مولانا مرتضیٰ صاحب کا
نام لکھئے اور تائید میں حضرت سید علی صاحب سجادہ نشین گلبرگہ کا نام فرمائے
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دوسرے روز جب کانفرنس کی پہلی نشست ہوئی
حضرت سید مرتضیٰ صاحب قبلہ نے اپنی پرجوش تقریر میں تحریک روضہ اقدس کی ضرورت
اور اسکی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس تحریک کو آل انڈیا تحریک
قرار دینے پر زور دیا۔ حضرت سید علی صاحب سجادہ نشین نے فرمایا کہ انجمن مہدیہ
حیدرآباد نے سید الشہداء کی تحریک پر تعمیر روضہ مبارک کیلئے فراہمی
رقم کا کام آغاز کر دیا ہے اور اہل ملت حسین کشادہ دلی سے حصہ
لے رہے ہیں لہذا میں اس تحریک کو آل انڈیا تحریک قرار دینے کی تائید کرتا ہوں
نواب صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے

کا ہم ہزاروں روپیوں کے صرفہ سے عالیشان مکانات تعمیر کرکے عیش و آرام کی
زندگی گذار رہے ہیں لیکن اپنے پیشوائے ملت و آقائے دو جہاں کا
روضہ جو بمقتضائے زمانہ کیوجہ سے شکستہ حالت میں ہے اسکی تعمیر و درستگی
سے غافل ہیں۔ اگر روضۂ مبارک میں وہ جسم اطہر آسودہ ہے جو اپنی روحانی
تعلیمات سے لوگوں انسانوں کے دلوں کو نور ایمان سے منور فرما دیا تھا۔
نواب صاحب کی اس ولولہ انگیز تقریر سے حاضرین اسقدر متاثر ہوئے کہ
فی الوقت کسی قسم کا رقمی مطالبہ نہ ہونے کے باوجود اکثر حضرات نے اسی وقت
نذرانے پیش کرنا شروع کر دیئے۔
نواب صاحب نے ایک صاحب کو اپنے قریب بٹھلا کر نذرانہ گذار صاحبوں کا
نام اور رقم نذرانہ نوٹ کرواتے رہے المختصر آدھے گھنٹے میں مبلغ
دو ہزار روپیہ نقد اور تین ہزار روپئے سے زیادہ کے وعدے کئے گئے۔
ختم اجلاس پر نواب صاحب بجائے اپنی رہائش گاہ جانے کے سیدھے ہمارے یہاں
تشریف لائے اور بہت مسرت سے ہمارا تحریک کا حال پوچھا مبارکباد دیئے۔
اسکا کچھ تفصیل سنانا چاہتے تھے۔ میں نے عرض کیا تحریک و تائید حاضرین کا تقریر
اور آپکی سامع نواز و روح کو بیدار کرنے والی خطابت میں اپنے کان سے
سن چکا ہوں۔ حیرت سے فرمایا آپ کیطرح سنے۔ میں کہا ان تقریروں کے
وقت میں حاضرین محل کے باہر پنڈال میں بیٹھا تھا۔ یہ سنکر خفا ہوئے اور

فرمایا آپکو وہاں تک چل کر نہ آنا چاہیے تھا۔

غرض سے روزہ کا فرض ختم ہو گیا۔ میں اس کیفیت علالت کیوجہ سے
صرف ایک اجلاس کے بقیہ اجلاسوں میں شریک نہ ہو سکا۔

واپسی کے وقت مولانا مرتضیٰ احمد نے نواب صاحب سے کہا تھوڑے سے ایسی حالت میں
سفر کرنا مناسب نہیں ہے میں آپکو چند روز اپنے یہاں رکھکر علاج کروانا چاہتا ہوں
نواب صاحب نے فرمایا میں اپنے ساتھ سکنڈ کلاس میں لے جاؤنگا کوئی تکلیف نہ ہوگی
لیکن مولانا کے اصرار پر ہمارا یہاں رہنا طے پایا۔ مولانا نے میرے ساتھ حضرت
تسکین صاحب و حضرت سید علی صاحب سجادہ کو بھی روک لیا۔ ہمارا قیام مولانا کیساتھ
دفتر کانفرنس میں ہوا۔ حضرت حکیم سید زین العابدین صاحب تقدیر علاج معالجہ کرتے رہے
چند روز کے بعد جب بخار میں کمی ہو گئی تو مولانا نے تبدیل آب و ہوا کی غرض سے
مجھے اپنے فرزند مولوی سید مجتبیٰ صاحب ابن صاحب کیساتھ ایک دو خادموں کو بھی سامان
خورد و نوش لیکر کاویری ندی کے سرے ماری ڈاگ جنگلہ میں رہائش کیلئے روانہ کر دیا
یہ جنگلہ جن پٹن سے کوئی دس بارہ میل کے فاصلہ پر جنوبی کاویری کے کنارے واقع
ہوا ہے۔ بڑا پر فضا مقام ہے۔

یہاں ہمارا مشغلہ چھلانگ پڑنا اور رستمانی کرنا تھا۔

چند روز بعد بیس روز کے بعد جب مولانا کو ہماری حالت کی اطلاع ملی تو
مجھے لے جانے کیلئے خود مولانا اپنے ساتھ حضرت سید علی اشرف صاحب

حضرت حکیم سید زین العابدین صاحب تقدیر۔ حضرت سید امین صاحب تسکین۔ حضرت
سید علی صاحب سجادہ نیز مقامی چار پانچ مشائخین کرام کو لیکر کاویری کے ڈوگر بنگلہ
کو تشریف لائے۔ تین دن یہاں قیام کرکے بیکوسا تھ لیکر چنا پٹن آ گئے۔
غرض دیڑھ ماہ سے زیادہ یہاں قیام کرکے حضرت مولانا سید اتقیا صاحب
نیز سبھی یہاں کے شکریہ ادا کرتے ہوئے حضرت سجادہ صاحب و
حضرت تسکین صاحب کے ساتھ حیدرآباد واپس آ گئے۔

(۲۰) مجلس اتحاد المسلمین سے ہماری دلچسپی

حیدرآباد کا مشہور مسلم ادارہ مجلس اتحاد المسلمین جسکے صدر تائید ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر تھے مسلمانان حیدرآباد کے "نمائندہ" و ملی نیز مذہبی کاموں کے علاوہ پیہم مجلس ملکی سیاسیات میں بھی سرگرم عمل تھی۔ جسکی وجہ سے حکومت نے ملازمین سرکار کو اسمیں عملی حصہ نہ لینے کے اشتہاری احکام نافذ کر دئے تھے۔

بحیثیت ملازم سرکار میں مجلس کا رکن علانیہ طور پر نہ کر سکتا تھا البتہ باگر مجلس کا بہت کچھ خدمت انجام دیا کرتا۔ حکومت کے خلاف بعض ایسے امور بھی جسمیں حصہ لیتے ہوئے مجلس کے ارکان علانیہ بھی احتراز کرتے تھے انکو میں تنہا بلا جھجک انجام دیا کرتا تھا۔ اور بفضل تعالیٰ حکومت کی دار و گیر سے بھی محفوظ رہا۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ نواب صاحب کو اطلاع دئے بغیر کسی سیاسی معاملہ میں بطور خود ایسا اقدام کر جاتا جسکو سنکر نواب صاحب بھی پریشان ہو جاتے تھے مگر کبھی میں پولیس کی گرفت میں نہ آیا۔ ایسے واقعات میں سے صرف ایک واقعہ کا یہاں ذکر کرتا ہوں جس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائیگا کہ ہمارا قومی و ملی خدمت کا جذبہ کس حد تک پہنچ رہا تھا۔

ایک روز حکومت کی طرف سے معلوم ہوا کہ سر اکبر حیدری صدر اعظم بلائے گئے ہیں

حکومت کے ایک طبقہ کو خوش کرنے کے لئے ایسا اقدام کر رہے ہیں کہ اگر وہ اپنے مقصد میں
کامیاب ہو جائیں تو نہ صرف حیدرآباد بلکہ تمام ملک بھر میں سرحد پر رہنے والوں میں فرقہ وارانہ
فسادات پھوٹ پڑنے کا قوی اندیشہ ہے۔ نواب صاحب نے اس اسکیم کے کچھ تفصیلات
معلوم ہونے کے بعد میں نے سر اکبر حیدری کو مذکورہ کارروائی کا حوالہ دیتے ہوئے
نہایت سخت الفاظ میں ایک تنبیہی خط لکھا جس میں واضح کیا گیا تھا کہ اگر آپ اس مجوزہ بلا
اسکیم میں کامیاب ہو جائیں تو حیدرآباد میں خون کی ہولی کھیلی جائیگی جس سے آپ بھی
محفوظ نہ رہ سکینگے۔ اسی سلسلہ میں سر اکبر کو "احسان فراموش"، "ملک کے غدار"
وغیرہ خطابات سے نوازا گیا تھا۔ اس خط کے اختتام پر میں اپنا نام و پتہ بھی لکھ دیا تھا
یہ خط صدر اعظم بہادر کو روانہ کر کے اسکا مسودہ نواب کو دکھلایا
اور شاد ہوا ٹھیک ہے اپنے نام کے بجائے ملک کا ایک بھی خول لکھ دیجئے۔
میں عرض کیا یہ خط اب سر اکبر کی میز پر ہوگا اسکو پوسٹ کرنے میں دیر ہوگی۔
یہ سنکر نواب صاحب بہت پریشان ہوئے اور نہایت خفگی کے انداز میں فرمایا
آپکو معلوم ہے اسکا کیا نتیجہ ہوگا۔ میں کہا جی ہاں معلوم ہے۔ صدر اعظم کے ایک
اشارہ پر جناب کو قوال صاحب جیسے کوٹھڑی بند کر دینگے۔ یا مجھے مناسب پھیرا جائیگا
جہاں سیاسی قیدیوں کو رکھا جاتا ہے۔ یا سر اکبر اعلیٰحضرت سے اجازت لیکر مجھے
جہنم بھیج کر دم لینگے۔ اسکے علاوہ حیدری صاحب میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔
نواب صاحب نے فرمایا کیا بچکانی باتیں کرتے ہیں۔ آپنے مجھے صرف تفویض میں مبتلا کر دیا۔

میں کہا آپ کیوں تشویش کر رہے ہیں تو فرمایا آپ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو
کیا میں تماشہ دیکھتے بیٹھا رہوں۔ میں کہا آپ کو تشویش نہ کیجئے میں اپنے کیے کی
سزا پاؤں گا۔ دل پر بہت بگڑے۔ رود آخر میں فرمایا آپ روزانہ دفتر
بر رخصت کر کے مجھ سے ملتے ہوئے گھر جائیے۔ اگر خدانخواستہ پولیس کوئی کارروائی
کرے تو آپ چلے جائیں وہاں سے فوراً بذریعہ فون مجھے اطلاع کر دیجئے۔

حسب ارشاد ہم روزانہ دفتر سے واپسی میں نواب صاحب کے یہاں حاضری دیکر مکان
آ جاتے۔ اگر کسی روز ہمارا جانا نہ ہوتا تو دوسرے دن دفتر پہ ملازم کو بھیج کر حقیقت
دریافت فرماتے۔

نواب صاحب کی اس غیر معمولی احتیاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم باوجود مستقل مزاجی اور
ہر مصیبت کو برداشت کرنے کا عزم رکھتے ہوئے بھی پریشان رہنے لگے۔ اگر کوئی صاحب
جنکو ہم نہ جانتے ہوں گھر یا دفتر پہ ملاقات کو آتے تو وہ اپنا مقصد بیان کرنے سے
قبل ہمکو اختلاج شروع ہو جاتا کہ شاید یہ محکمہ راز کے آدمی ہوں۔

اس سلسلہ میں ایک لطیفہ قابل ذکر ہے۔ آپ بھی سنکر لطف اٹھائیں۔
اُن دنوں مشرق آباد میں ہمارا مکان بالکل ایسے سڑک واقع تھا۔ اگر کوئی سڑک پر
بات کرتا تو آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ ایک دن ہم دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ
باہر کسی صاحب کی آواز آئی کہ میاں تصور صاحب کا مکان کہاں ہے مخاطب نے اُن سے کہا
یہی مکان ہے جہاں آپ کھڑے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی دستک ہوئی۔ ہم نے پوچھا

کرنل صاحب ہیں۔ جواباً کہا گیا کہ ذرا باہر آئیے۔ نواب صاحب کے ارشاد کے بعد سے ہمکو
ہمیشہ اپنی گرفتاری کا کھٹکا لگا ہوا تھا اسلئے ہم سمجھے کہ خفیہ کے آدمی ہمکو لے جانے آئے ہیں
کپڑا نہ تمام چھوڑ کر ہاتھ دھو کر۔ الماری سے شیروانی نکال کر پہننے لگے۔ گھر کے لوگوں نے
کہا کہا تو کیا ہے آپ رسی کیا جلدی ہے۔ ہم نے کہا ایک ضروری کام ہے پھر آکر کہا جائیگا۔
یہ کہتے ہوئے باہر آئے تو ایک غیر معروف شخصیت سامنے تھی۔ پوچھا گیا کیا آپ
سید یوسف صاحب مالیگانوی ہیں۔ میں نے کہا میرا ہی نام ہے فرمائیے کیا کام ہے۔
انہوں نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر ہمارے ہاتھ میں تھما دیا۔
مجھے خیال ہوا یہ گرفتاری کا وارنٹ ہے اسکو کھولتے ہوئے میرے ہاتھ
کپکپا رہے تھے۔ اسمیں لکھا تھا حامل ہذا میرے عزیز ہیں انکو نواب
محمد عارف صاحب مہتمم برقی کے نام ایک سفارشی چٹھی چاہیئے اگر آپکی توجہ سے
وہ کام نکل گیا تو میرے لئے باعث مسرت ہوگا۔ یہ میرے ایک دوست کا
خط تھا۔ میں اپنی بزدلی پر لعنت بھیجتا ہوا ان سے کہا کہ آپ تشریف رکھیے
ابھی رقعہ لکھ دیتا ہوں۔ مالیگانوی صاحب پہلے ان صاحب کا مطلوبہ رقعہ لکھ دیا وہ
شکریہ ادا کرتے ہوئے چلے گئے اور میں اپنا چھوڑا ہوا کپڑا ختم کیا۔
غرض ایک مہینہ اسی طرح پریشانی میں گذرا۔
ایک روز میں اور تائید ملت نواب ذوالقدر جنگ بہادر کے ساتھ ایک کھیل
میں شرکت کیلئے جا رہے تھے راستہ میں نواب صاحب نے فرمایا میں آپکو یہ کہنا

جسکے متعلق آپنے انکو خط لکھا تھا

بھول گیا اور سر اکبر حیدری کا وہ اسکیم ختم ہو گیا اور میں حیرت سے پوچھا آپکے خیال کے موافق مجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہی ہے۔ نواب صاحب نے فرمایا اکبر حیدری کو یہ معلوم ہو گیا اور آپ میرے ساتھ کام کرتے ہیں انکے خیال کیا کہ آپ پر ہاتھ ڈالنا مجلس اتحاد المسلمین سے الجھنا ہے اسلئے اب وہ اس پیچھے میں پڑنا نہیں چاہتے تھے۔ نیز آپکے بے باک تقاضے بھی انکو متاثر کر دیا لہذا انہوں نے مجبوراً کمیٹی کو ختم کر کے اس اسکیم کو ختم کر دیا۔ یہ واقعات مجھے حیدری کے قریبی حلقے سے معلوم ہوئے۔ میں نے کہا اس سلسلہ میں آپکی غیر معمولی کوشش نے مجھکو بزدل بنا دیا تھا میرے سامنے اس اجنبی صاحب کی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے کہا آپنے ملائے ہوئے رقعہ کو میں ملکنامہ گرفتاری سمجھ لیا تھا رقعہ کھولتے ہوئے میرے ہاتھ تھرتھرانے لگ گئے تھے۔ یہ قصہ سنکر نواب صاحب بہت ہنسے۔

الغرض اسطرح مجلس اتحاد المسلمین کے اکثر کام بیباک گروہ انجام دیا کرتا تھا۔ مثلاً مجلس کے حکم پر دوکانات بند کروانا۔ اصلاحات سرور باد و غیرہ الفاظ دوا اور سڑکوں پر ڈانبر سے لکھوانے کا انتظام وغیرہ

(۲) تنظیم اصلاح نظم و نسق

شعبۂ مجلس اتحاد المسلمین

حکومت حیدرآباد کے سرکاری دفاتر میں جو بدعنوانیاں پھیلی ہوئی تھیں مثلاً رشوت ستانی - اقربا نوازی - بے انصافی وغیرہ انکے انسداد کیلئے قائد ملت نے بعنوان اصلاح نظم و نسق کام ذاتی طور پر شروع فرمایا تھا -

آغاز کام سے پہلے نواب صاحب نے حسب ذیل اعلان حیدرآباد کے موقر اخبار پیپر دکن میں شایع فرمایا -

"میرے دوست مولوی سید خلیل اللہ حسینی صاحب صدر ادارہ تجربت نے فرمایا ہے کہ نواب صاحب ہر محکمہ پر ایک مضمون لکھنا چاہتا ہوں جو کہ اس محکمہ کی آپ سے بھلائی ہو کیجئے -

مناسبت سارے کا غذات جو نواب صاحب کو موصول ہوتے ہیں انکے جواب کرنا جسمیں اعلان کار بھی تھا جو ہنوز واپس نہیں ہوئے -

اس اعلان کی اشاعت کے دو ماہ بعد اصلاح نظم و نسق سے متعلق
صدر اعظم وقت کو ایک خط کے ذریعہ جو توجہ دلائی گئی تھی اسکی نقل درج ذیل ہے
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

۴ / ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۹ / مارچ ۱۹۳۴ء

نواب سر احمد سعید خاں بہادر آصف جاہ ہفتم صدر اعظم دولت آصفیہ

جناب مکرم! ملک میں اصلاح نظم و نسق کی ضرورت کو جس
شدت کیساتھ محسوس کیا جا رہا ہے وہ جناب کی نگاہوں سے پوشیدہ
نہیں ہے۔ اس مقصد کیلئے چند ذمہ دار فرزندان ملک نے ایک جداگانہ
ادارہ بھی قایم کیا تھا جس نے مختلف محکمہ جات کو اس سلسلہ میں توجہ دلائی۔
لیکن ملک کے بڑھتے ہوئے مطالبات کا خیال کر کے اور اس امر کے پیش نظر کہ یہ
کام اگر غیر ذمہ دار اصحاب کے ہاتھوں میں چلا جائے تو ملک کیلئے پریشانی
کا باعث ہوگا اور دشمنان ملک کو اس سے بیجا فائدہ اٹھانے کا موقع ملیگا
میں نے اسکو درست اپنی نگرانی میں لے لیا ہے۔

ابنائے ملک نے جسطرح ریاست کیلئے اندازہ اُن بے حساب خطوط سے
ملتا ہے جو اب تک میرے پاس وصول ہوئے ہیں۔ مختلف محکمہ جات سے
متعلق علیحدہ علیحدہ یادداشتیں تیار ہو رہی ہیں جنکو میں بروقت جناب کے ملاحظہ میں پیش کرونگا۔
ابنائے ملک کے غیر مقدم کا اندازہ جناب کو ملک کے ان مختلف

اور اہل کی قرار دادوں اور اخبارات کے اداریوں سے بھی ملے گا جو اسکی
تائید میں شائع ہوئے ہیں۔ میں نے اس سلسلہ میں جو طریقہ کار متعین کیا ہے اسکی
وضاحت ضروری تصور کرتا ہوں تاکہ جناب پر میری پالیسی پوری طرح واضح ہو جائے۔
جناب کو معلوم ہے کہ میرا یا میرے ساتھیوں کا مقصد ذمہ دارانہ حکومت
کی مخالفت کرنا ہے جسکو برادران وطن اور بعض غیر مسلمان خیال کرتے ہیں مسلمانوں کی اصلاح
و ترقی ملک کا واحد ذریعہ تصور کرتے ہیں۔ لیکن اس مخالفت سے مجھ پر اس طرح
شدید ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اگر میں ذمہ دارانہ حکومت کو اقتدار اور شاہی
کا منزل تصور کرتا ہوں تو پھر ایسی دوسری تدابیر اختیار کروں جن سے ایک طرف
رعایا کی مشکلیں ازالہ ہو اور نظم و نسق میں ایسی اصلاحات ہوں
جس سے ہمارا ملک ترقی یافتہ ممالک کے دوش بدوش چل سکے اور ملک کے
مخالف عناصر کو رعایا تک پہونچنے اور اسکو بہکانے کا موقع نہ ملے تو دوسری
طرف شاہی اقتدار اور سلطنت کو ملک پر محفوظ رہیں اور اسکو زائل کرنے والی
ساری ناجائز کوششوں کا قلع قمع ہو جائے۔
اسلئے میرا طریقہ کار یہ ہوگا کہ نظم و نسق کی سلطنت میں جو خرابیاں
محسوس کیں ہیں انکی پہلے کامل تحقیقات کی جائے پھر ان پر اپنے کامل
اطمینان کے بعد بصیغہ راز حکومت کی توجہ مبذول کرائی جائے۔ اور کافی
مدت تک انتظار کیا جائے کہ حکومت خود متوجہ ہو اور اسکا ازالہ کرے۔

اور اگر حکومت کی طرف سے مایوسی کے معقول وجوہ پیدا ہو جائیں تو
تمام شکایات پر رائے عامہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔
مجھے جناب کے تدبر و دور اندیشی نیز صحیح جذبات خدمت ملک
سے یقین ہے کہ مجھے مذکورالصدر آخری صورت کے اختیار کرنے کی نوبت
ہی نہ آئیگی۔ میں اس ابتدائی اور تمہیدی عریضے کے ساتھ اعلیٰ
حضرات میں توسیع مدت ملازمت کی نسبت ایک نوٹ پیش کرنے کی
مسرت حاصل کر رہا ہوں اور جناب کی اس پر عاجلانہ و ہمدردانہ توجہ کا
متمنی ہوں۔ امید کہ آپ بخیر و عافیت ہونگے۔

نوٹ ملحقہ صفحہ ۳۱۵ بہادر یار جنگ

نواب صاحب نے اولاً اس شبہ کی دفتری کام والد بدر شکیب جو وکیل کے تعلق
فرمایا تھا۔ جو مجلس اتحاد المسلمین کے رکن عاملہ بھی تھے۔ (پولس ایکشن کے بعد وہ
پاکستان چلے گئے) چھ سات ماہ کے بعد نواب صاحب نے محسوس کیا کہ وکیل صاحب اگر
کام کیے تو محض اپنے لئے اصلاح نظم و نسق کے جملہ کی ملازمت ان سے
واپس لے لی۔ اسی زمانے میں مولوی سید عبدالاول صاحب کی کیو ریٹر ناظم
ایوارڈ ملازمت سے استعفا دیکر علیحدہ آئے ہوئے تھے۔ ایک ملاقات میں
نواب صاحب نے موصوف سے اصلاح نظم و نسق کے کام کی نوعیت کا اظہار کرتے ہوئے

فرمایا رسالہ دفتر کا نام کچھ عرصہ سے نرالا ہوا ہے کیونکہ اس نام کی اہمیت کے پیش نظر
کوئی موزوں شخص بغیر مل رہا ہے جس کسی غیر فرقہ دار شخص سے یہ رسالہ کا نام لینا
نہیں چاہتا۔ یہ سنکر مولوی جلال الدین صاحب نے کہا اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ نام
میں دریافت کروں گا۔ نواب صاحب نے نہایت شکریہ ادا کیا اور اس مسئلہ کے طے کرنے کا
بستہ انکے حوالے فرما دیا۔ نہ معلوم کیا وجہ ہوئی کہ بہت قلیل عرصہ میں مولوی صاحب
صاحب اصلاح نفس و خلق کے دفتر کا نام سے جسکو دنیا نے شوق سے حاصل کیا تھا بہت بردار
ہو گئے۔ پھر وہ بستہ نواب صاحب کی الماری زینت بنگیا۔

اس واقعہ کے آٹھ دس ماہ کے بعد ایک روز نواب صاحب نے مجھ سے فرمایا
کہ مجھ کو ایک شبہ کا اہم و دراز نام تجویز کیا ایک سال سے نرالا ہوا پڑا ہے کیا آپ سلسلہ میں
آپ میرا یہ شبہ مٹا سکینگے۔ میں نے کہا "لا حول ولا قوۃ" یہ سنکر نواب صاحب کچھ پریشان
ہوئے پھر فرمایا کیا آپکو یہاں شیطان نظر آرہا ہے۔ میں نے کہا جی نہیں میں خود اپنے آپ پر
لعنت بھیج رہا ہوں کیونکہ اب تک میں کسی مغالطہ میں مبتلا تھا۔ آپ کے ساتھ قومی و
سیاسی ہر چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے کام میں ایک عرصہ دراز سے شریک رہکر
میں یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ مجھکو ایک قابل اعتماد و بھروسہ کا آدمی سمجھ رہے ہیں لیکن اب
معلوم ہوا کہ ابھی آپ کے شکوک ہیں اور ان الفاظ میں میری مرضی پوچھی جا رہی ہے کہ
کیا آپ میرا یہ شبہ مٹا سکینگے۔ گویا ابھی آپکو اس میں شک ہے۔ میں آپکی زبان سے
یہ الفاظ سنکر تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ نواب صاحب میں جب آپ کو

اپنا تائید مان لیا ہوا تو میرا فرض ہو جاتا ہے کہ آپ جو حکم دیں اسکی بلا چون و چرا
تعمیل کروں قبول و تسلیم کیسا ہی خطرہ ہو۔

نواب صاحب نے فرمایا مجھے آپ سے ایسی ہی امید ہے۔ میں اپنے الفاظ میں لکھتا ہوں
پھر ارشاد ہوا یہ کام اصلاح نظم و نسق کا ہے جس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔
یہ کہکر مہتمم سے بستہ منگوایا اور میرے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں مختلف
دفاتر سے متعلق شکایتیں اتنے زیادہ خطوط ہیں کہ انکے پڑھنے کی میں عمر بھر
فرصت نہ نکال سکونگا۔ آپ اس بستہ کو لے جائیے اور ان تمام خطوط کا
مطالعہ کرکے مجھے بتلائیے کہ کون سے کام فوری توجہ کے قابل ہیں۔

میں اس بستہ کو لیکر اولاً سررشتہ داری سانٹھ کیا سب سے زیادہ
خطوط سررشتہ مال۔ سررشتہ کوتوالی اضلاع۔ سررشتہ عدالت کے تھے
جسمیں عہدہ داران کی بدعنوانیوں کا ذکر کیا گیا تھا۔ جملہ ایکسو بیس خط تھے
ان سبکو ایک تختہ کی شکل میں اسطرح واضح کیا گیا۔

سررشتہ مال۔ جملہ ۲۳ خط ہیں۔ ان بعض خطوط تو ان عہدہ داروں کے
متعلق ہیں جنکے حالات سے آپ ہم بھی تھوڑی بہت واقفیت رکھتے ہیں۔
بعض خط تصریحی طلب ہیں چند خط ایسے ہیں جنکے انداز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ
ذاتی عناد یا تعصب کی بنا پر لکھے گئے ہیں پھر بھی ان کی تحقیق کرلینی چاہیئے
جن خطوط سے ہم مطمئن ہیں ان سے متعلق کارروائی آغاز کی جا سکتی ہے۔

* خط سررشتہ کوتوالی کے 19 اضلاع پر سررشتہ کے خطوط کی تعداد تھی جسے نقل نہ کیا

ہر خط پر اسکی نوعیت سرخی سے لکھدی گئی - اسطرح جملہ خطوط کی وضاحت کر دی گئی
یہ کام مسلسل چار روز میں ختم ہوا - تیسرے روز یہ تختہ لیکر نواب صاحب کی خدمت میں
پہونچے تو ارشاد ہوا دو روز سے کہاں غائب تھے - عرض کیا گیا کام بھی تو پیش کیا جاتا ہے
دو روز غیر حاضری پر نوش بھی لیا جاتا ہے - مرتبہ تختہ جملہ خطوط میں پیش کیا گیا - اسکو
دیکھکر ارشاد ہوا اب جملہ کارروائی آئینہ کی طرح صاف ہو گئی - سابق میں کسی نے
بھی مجھے ایسا مطلع نہیں کیا -

اصلاح نظم و نسق کا کام کسطرح چلایا جاتا تھا اسکی نوعیت ناظرین پر واضح
کرنے کیلئے صرف ایک دو کارروائیوں کی تفصیل درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے جس سے
ظاہر ہوگا کہ اس اسکیم پر کسطرح کام انجام دیا جاتا تھا - ایک کارروائی کو خود میں اپنے
ایک خط سے جسکو میں نے نواب صاحب کا اعتماد حاصل کرنے میں دیکھکر لکھا تھا (وقت تک میں
شروع کرتا ہوں - میں عدالت فوجداری بلدہ میں بحیثیت ایڈیشنل جنرل محافظی میں
کارگزار تھا - اتفاق سے اُن دنوں تین ناظم میرے قریبی دوست عدالت ہذا میں
کارگزار تھے (۱) مولوی محمد سرمست خان صاحب نظامت عدالت کلاں پر (۲) نواب محمد بدرالدین علی خان صاحب جاگیردار
نظامت چہارم پر (۳) نواب محمد فاروق علی خان صاحب جاگیردار نظامت اعزازی دفتر اول
پر مامور تھے - روزانہ انٹرول میں (وقت وقفہ) ہم چاروں نواب محمد
فاروق علی خان صاحب کے چیمبر میں ناشتہ کیا کرتے تھے - کھانا صرف نواب فاروق علی خان
کے یہاں سے آتا تھا - دوسروں کو کھانا دینے نواب صاحب موصوف نے منع کر دیا تھا -

ٹیبل ٹاک کے طور پر مختلف موضوعات پر گفتگو ہوا کرتی۔ ایک ایسے ہی موقع پر
مولوی محمد سرمست خان صاحب نے فرمایا ناظم صاحب اول کا ارشاد ہے کہ چالاکی مقدمات
میں ملزم کو لازمی سزا دینی چاہئے کیونکہ جناب کوتوال صاحب بہادر کا منشاء ایسا
ہی ہے۔ مولوی محمد بدرالدین عرف نظام صاحب ناظم چہارم نے کہا ہم انصاف کی کرسی پر بیٹھ کر
کوتوال صاحب کے منشاء کو کیسے پورا کر سکتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ محض کوتوالی کے مقدمات کو زیادہ
واضح ہو کہ مولوی میر سیادت علی خان صاحب ناظم اول عدالت ہذا نواب مرحوم یار جنگ بہادر
کو تو اس بلدہ کے داماد تھے اسلئے اپنے خسر کے منشاء کے موافق نظام تحت کو ہدایت
کیگئی تھی۔ اس اطلاع سے جناب بہت متاثر ہوا اپنی جگہ پر آکر نواب یار جنگ بہادر
کو حسب ذیل خط لکھا۔

بشرف مدحظ عالیجناب نواب یار جنگ بہادر دام اقبالہ

عالیجناب۔ اخبار ایمپرس کے مطالعہ سے ظاہر ہوا کہ جناب اصلاح نظم و نسق
مملکت آصفیہ کے سلسلہ میں دلچسپی لے رہے ہیں اور ان برائیوں کو جو سرکاری ماتحتوں
میں پائی جاتی ہیں ختم کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حیدرآباد کا
پورا سرکاری ادارہ بدنظمی۔ اعلیٰ عہدہ داروں کی خود غرضی و اجانب نوازی نیز
رشوت ستانی کا آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ ایک تاریک دور میں عالیجناب کا یہ
عزم اپنے ملک و مالک کی حقیقی و ٹھوس خدمت کے لئے ایک اور دفعہ ہے۔
خدا آپکی اس نیک نیتی کو کامیاب فرمائے۔ آمین۔ اس سلسلہ میں احقر نے عالیجناب

توجہ عدالت فوجداری بلدہ کی نظامت اعلیٰ کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں جس پر آجکل
جناب ڈاکٹر میر سعادت علی خان صاحب فائز ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی اعلیٰ قابلیت و معاملہ فہمی
ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ یہ اوصاف ایک ناظم عدالت کیلئے بہت کافی ہیں اگر
اسکے ساتھ ذہن میں عدالت نفس اور عدل و انصاف کی صحیح روح بھی موجود ہو۔
مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ڈاکٹر میر سعادت علی خان صاحب محض اپنے
خسر نواب سر راحت یار جنگ بہادر کو قوال بلدہ کی خوشنودی و تعلق خاطر کے باعث نہ صرف
غیر ضروری سے کام لے رہے ہیں بلکہ حق و انصاف کے گلے پر چھری چلانے سے بھی تامل نہیں فرماتے جسکا
ثبوت عدالت کی کارروائیوں سے مل سکتا ہے۔ جس میں روزانہ پولیس کی کھلی طرفداری
کی جا رہی ہے۔ حق و انصاف کے سلسلہ میں کسی ناظم عدالت کا یہ طریقہ کار انتظام مملکت
کیلئے شدید خطرناک سے کم نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب کا اس عدالت پر انتخاب ہی مقتدر حکام کے
دماغوں میں ان کا یقین ثبوت ہے۔
ضرورت ہے کہ اس خصوصی میں عالیجناب نواب عالم یار جنگ بہادر میر مجلس عدالت العالیہ کی
توجہ مبذول کرائی جائے۔ وہ ایک بیدار مغز اور بے لاگ عہدہ دار ہیں۔
توقع ہے کہ وہ ضرور اس کا کچھ نہ کچھ انتظام فرمائینگے۔
چونکہ یہ تحریک بھی آپ کے سلسلۂ کار اصلاح نظم و نسق کی ایک کڑی ہے اسلئے
گزارش کیجاتی ہے۔ وما علینا الا البلاغ =
احقر سید ریاض حسین۔ ایڈیٹر عدالت فوجداری بلدہ

نواب صاحب کو اس خط کے تصدیق کی واسطے ضرورت اطلاع کی یہ میرا لکھا ہوا تھا
نیز بعد میں اس واردات کی تفصیل بھی نہ کی گئی۔ نواب صاحب سے کہہ دی گئی تھی
نواب صاحب نے چیف جسٹس ہائیکورٹ نواب سلام یار جنگ بہادر سے ملکر اس
واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا یہ اطلاع مجھے موقف ذریعہ سے ملی ہے جو غلط
نہیں ہو سکتی لہٰذا میرے سامنے بعض از ناظم اول کا کسی ضلع پر تبادلہ کر دیا
جانا فرمایا ہے۔ چنانچہ میر حبیب صاحب وزیر نے عالیجناب صدر المہام عدالت کو
ناظم اول عدالت فوجداری کے تبادلہ کی بھیجنے راز تحریک کر دی اسلئے کہ ناظم اول کا
تبادلہ صدر المہام عدالت کا اختیار ہے۔ اتفاق سے صدر المہام عدالت عالیہ
عبد العزیز صاحب بغرض علاج بمبئی گئے ہوئے تھے۔

کارگزار صدر المہام نے اس تبادلہ کی اطلاع نواب حیدرآباد یار جنگ کو کر دی یہ خبر
سنکر نواب صاحب پریشان ہوئے اور فوراً سے کہا کہ آپ اس کارروائی کو منسوخ
صدر المہام صاحب کے آنے تک ملتوی فرما دیجئے اور عبد العزیز صاحب آنے کے بعد میں اسکو فسخ
کرا دونگا۔ اس واقعات کی تفصیل مجھے اور اعلیٰ عالیجناب کو بمبئی سے ملی جو میرے قریبی دوست تھے
وزیر کے تعلقات ناظم اول سے بہت زیادہ تھے۔ اس واقعہ کا ذکر تائید ملت سے
کیا گیا تو ارشاد ہوا کہ مصالحت لہٰذا عبد العزیز صاحب بمبئی سے آنے کے بعد ان سے کہکر
تبادلہ کرا دونگا۔ میں جانتا تھا کہ تائید ملت کے اور عبد العزیز صاحب کے گہرے تعلقات
تھے اسلئے مطمئن ہو گیا۔ تقریباً دو تین ماہ بعد اخبار سے اطلاع ملی کہ نواب صدر المہام عدالت (اور عبد العزیز صاحب)

بدلیں تو کام پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ تالیف سے ہر کارروائی کی یاد دہانی کی گئی تو فرمایا کہ
مجھے یاد ہے۔ مزید پوچھا گیا تھا اور وقت سے تذکرہ مناسب نہیں سمجھا۔ اس وقت قریب
دن سے مکمل انتظام کرا دوں گا۔ ہر گنگو کے تبدیلی اور ولی احمد خان صاحب کی جوائنٹ نوٹ
بنانے کا حکم کر دیا۔ حسب عادت پرسنل ملاقاتی میں تشریف لائے اور مسرت سے فرمایا کہ
ناظم صاحب کے تبادلہ کی کارروائی ختم ہو گئی۔ میں نے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا تو کہا کہ ہر بات
سے مکمل آگاہی ہوا کرتی ہے۔ اس وقت بارہ بجے صدر الصدور صاحب سے ملکر تبادلہ
منسوخ کر دیئے جانے کا آرڈر لے کر لکھ دیا گیا۔ بلدہ کی نظامت کیلئے میرے بعد ان
بہت موزوں ہیں اسلئے ان کا تبادلہ نامناسب ہوگا۔

بعد تعمیل حکم بڑی تکلیف ہوئی۔ پانچ بجے دفتر پر خبر پہنچ کر کے نواب صاحب کے پاس گیا
سیاسی معاملات کے بعد کہا نوابوں۔ جاگیرداروں سے کسی عام کا توقع رکھنا عبث ہے ہر طبقہ کو
اپنی ذات کے سوا ملکی و قومی کاموں سے کچھ دلچسپی نہیں رہی۔ نواب صاحب نے ہنستے ہوئے
فرمایا آج ہی غریب طبقہ کو کیوں نشانہ ملامت بنایا جا رہا ہے آخر وہ غریب ہی نہ رہ گیا
کیا جا رہا ہے۔ میں نے کہا صدر المہام صاحب نے ناظم صاحب کے تبادلہ کی کارروائی ختم
کر دی اور ہائیکورٹ کو جواباً لکھ دیا گیا کہ مقامی خاص حالات کے پیش نظر یہ تبادلہ
عمل میں نہ لایا جانا مناسب نہیں ہے۔ یہ سنکر ارشاد ہوا اچھا یہ حضرت ہم پر تھا
پھر فرمایا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا۔ میں نے تفصیل بیان کی۔ فرمایا بیشک ہم سے غلطی
ہوئی۔ چلان پکڑتے ہیں معافی کر دیجئے۔ میں نے کہا ناظم اول کا تبادلہ صدر المہام

اختیار کیا ہے۔ اب مزید کوئی کارروائی بھی ممکن ہو سکتی ہے یہ سنکر ناخوش ہو گئے۔
میں واقع کے آٹھ روز بعد میں دفتر میں بیٹھا کام کر رہا تھا ہمارے دوست ڈاکٹر
اصغر علی آئے۔ آتے ہی کچھ پریشان سے میرے پاس آئے اور فرمایا آپکو ایک
رنجدہ خبر سناتا ہوں۔ جناب ناظم صاحب اول کا تبادلہ ہو گیا۔ کل جائزہ ہے۔
میں نے کہا کچھ دن قبل آپنے منسوخی تبادلہ کی خوشخبری سنائی تھی پھر یہ انقلاب
کیسے ہوا کچھ تفصیل تو سنائیے۔ انہوں نے کہا حسب عادت میں ناظم صاحب سے
ملنے چھٹی گیا تھا ناظم صاحب کچھ افسردہ سے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا خالد صاحب
ہمارا تبادلہ ہو گیا۔ میں اطلاع سے بھی حیرت ہوئی۔ پوچھا کچھ دن قبل آپنے
ارشاد فرمایا تھا کہ کارروائی ختم ہو چکی فرمایا ہاں اس حد تک صحیح تھا۔ کل جناب
صدر الیام صاحب ولیا عبد العزیز صاحب شیخوپورہ پر نواب رحمت یار خان بہادر کو طلب کر کے
فرمایا صدارت عظمیٰ سے خاص صدر اعظم بہادر کا دستخطی مراسلہ وصول ہوا ہے کہ
میر سعادت علی ناظم اول ملازمت فوجداری ملتان کسی اور جگہ تبادلہ کر کے اطلاع دیں۔
میں آپکو اسلئے زحمت دیا ہوں کہ آپکی منشاء معلوم کروں اگر میرا تبادلہ کسی ضلع پر
کیا جائے یا کوئی صاحب نہ کہا کہ اگر جائے ضلع کے انکو بلوا ہی میں بھیجا جائے تو
مناسب ہوگا جیسا میں پہلے عرض کر چکا ہوں میری لڑکی ابھی دو سال مزید تعلیم میں رہے گی
وہاں ضلع پر جانا میری لیے پریشانی کا باعث ہوگا۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ ان کو
ہوم سکرٹری کا نائب معتمد کی پر تبادلہ کر دیا جائے۔ چنانچہ احکام صادر ہو گئے کہ نیز

ناظم صاحب نے فرمایا حیدرآباد کے تبادلے سے میری عدالت العالیہ کو اور نواب صدر اعظم بہادر کو
دلچسپی ہے۔

ولی احمد خان صاحب سے یہ تفصیل سنکر میں اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ ناظم صاحب
عملہ کے حق میں ایک شفیق عہدہ دار کی حیثیت رکھتے تھے۔ وکیل صاحب نے کہا
انکی عنایت سے ہمکو بھی کچھ فائدہ پہونچ جایا کرتا تھا۔

پانچ بجے دفتر پر حاضر ہوکر میں نواب صاحب کے یہاں گیا اور ناظم صاحب کے تبادلہ کی
تفصیل عرض کی۔ مسکراتے ہوئے ارشاد ہوا کہ اب تو آپکو غریب جاگیردار دل سے
شکایت نہوگی۔ میں پوچھا نواب صاحب یہ مردہ کا دوائی آخر کیسے زندہ ہوئی تو فرمایا
ایک تو یوں ہی اس کو کیسی ناکامی اور رحمت یار جنگ کی اقربا نوازی سے مجھے
تکلیف ہو رہی تھی دوسرے آج اس روز کی گفتگو نے اسمیں مزید اضافہ کر دیا۔

اسکے ایک دن ٹیلیفون پر وقت لیکر صدر اعظم بہادر سے ملا اور انکو اس کارروائی
سے واقف کراتے ہوئے کہا کہ اگر اسطرح سفارشات پر عمل ہوتا رہے تو ملک سے
بدعنوانیوں کا دور ہونا مشکل ہے۔ پہلے تو بلدہ کی عدالت پر کرنوال صاحب کے داماد کا
تقرر ہی نامناسب تھا۔ خسر کے رہتے ہوئے اگر داماد صاحب اسطرح جالی ملزمین کو معمولی طور پر
سزا دیتے رہیں تو شہر کے شہریوں کی عزت کو خطرہ یقینی تھا۔

میری بیان سنکر نواب صدر اعظم بہادر نے فرمایا آپ مطمئن رہیں اب تبادلہ ہو جائیگا
بعد اپنے اختیارات خصوصی سے کام لیکر سختی کیساتھ تبادلہ کے احکام نافذ فرمائے

ایک دوسرے کا روائی شعبہ اصلاح نظم و نسق میں میرے عملی طور پر کام کرنے کے دوران کا نمونہ پیش ہے

سررشتہ تعمیرات کے خطوط میں ایک خط ایک انجینئر صاحب سے متعلق تھا جو گتہ داروں اور مٹیریل سپلائی کرنے والوں سے خوب رشوت لیا کرتے تھے اور پولیس اجرائی میں غیر معمولی تاخیر سے کام لیکر مسلم گتہ داروں کو پریشان کرتے تھے۔ اس خط کی تحقیق کیلئے میں دو بجے دفتر برخواست کر کے چیف انجینئر کے دفتر گیا پیارے کے نام منتظم میرے دوست تھے۔ میں ابھی مذکورہ خط کی تحقیق کا آغاز ہی نہ کرنے پایا تھا کہ میرے دوست نے چاء پیتے ہوئے فرمایا کہ اب ہمارے سررشتہ کے دوسری ٹولی والوں کی خبر لینی ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟ تو انہوں نے کہا مولوی احمد مرزا صاحب چیف انجینئر کے وقت سررشتہ آبپاشی و شوارع اور ایوانات وغیرہ کا کام تنہا بدشکل ہے انجام دیتے ہیں لیکن ہمارے صدر المہام راجہ شام راج بہادر نے ایک نیا چیف انجینئر کا اسکیم مرتب کیا ہے اور اس عہدہ پر مسٹر گوپال انجینئر کے تقرر کی تحریک چلا رہے ہیں جو نہایت متعصب اور مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں مسلم ملازمین و گتہ دار وغیرہ انکے ماتحت مصیبت میں مبتلا ہو جائینگے۔ میں نے پوچھا کیا کونسل نے منظوری دیدی ہے تو انہوں نے کہا صرف یہی ایک چیز باقی ہے۔ اکثر صدر المہامین کو راجہ صاحب نے اپنا ہمنوا بنا لیا ہے آئندہ کونسل کے اجلاس میں منظوری حاصل کر لی جائیگی۔ ذیلی اشغال سب مکمل ہو چکے ہیں۔ اس گفتگو میں ہمارا وہ مقصد جسکے لئے ہم آئے تھے

اس نئے کیس کو لیکر میں سیدھا نواب صاحب کے پاس گیا اور ہسٹر گرہام کو چیف انجینئر
بنانے کا تفصیلی واقعہ نیز مسلم عہدہ میں تجربت کی پریشانیاں انکے گوش گذار کیا۔
ارشاد ہوا انشاء اللہ راجہ شامراج اپنے مقصد میں کامیاب نہو سکینگے۔
اسی وقت سید اللہ بخش صاحب سکریٹری کو طلب کرکے ایک عرضداشت
کا مسودہ نوٹ کروایا اور اسکو صاف کروا کر ذریعہ پٹہ سوار نواب اکبر یوسف خان
صاحب آنجہانی صدر اعظم کی خدمت میں روانہ فرمایا۔
اس عرضداشت میں لکھا گیا تھا کہ "حکومت کی یہ کیا پالیسی ہے کہ جب
تشکیلات کی تمائی ہوتی ہے تو تین چیف انجینئر کا تقرر کرتی ہے اور جب
وحدانیت پر اتر آتی ہے تو صرف ایک انجینئر کو کافی سمجھتی ہے اب اطلاعیں
مل رہی ہیں کہ مزید ایک انجینئر کا اضافہ کرکے کام کو انجینئروں میں تقسیم کیا جائیگا۔
راجہ صاحب کا یہ سکیم آئندہ کونسل میں بغرض منظوری پیش کیا جا رہا ہے۔
حکومت کے ایسے غلط طریقہ کار پر اعتبار نہیں رہتے ہیں اور انکو حکومت کے ناقص
نظم و نسق کا پروپیگنڈہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب یہ تجویز
کونسل میں پیش ہو تو اسکو منظور نہ کیا جائے۔ جب ایک انجینئر سے ہر شعبہ کا کام بخوبی
انجام پا رہا ہے تو مزید چیف انجینئر کی کیا ضرورت ہے جبکہ کارگذار انجینئر کو کثرت کام
کی کوئی شکایت بھی نہیں ہے۔ اگر صدر المہام تجربت بطور خود کام کی کثرت محسوس کریں
تو موجودہ چیف انجینئر کو دو ایک مددگار دیدیئے جائیں تاکہ اجراء کام میں سہولت ہو۔"

اور استعفیٰ کو روانہ کر دیا۔ نواب صاحب نے مجھ سے فرمایا کونسل کے اجلاس کو ابھی چار دن
باقی ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں آپ سے ملکر باقاعدہ بھی کہوں گا۔
اجلاس کے ایک روز قبل میں چیف انجنیری کے دفتر کو جا کر اپنے دوست سے
دریافت کیا کہ کیا ہو رہا ہے انہوں نے کہا کل مسٹر گوپالن چیف انجنیر ہو جائینگے۔
اور اجلاس تیار ہو گیا ہے اور انکے ماتحت عملہ کا بھی انتخاب ہو چکا ہے
میں نے پوچھا کونسل کی منظوری کے قبل ہی یہ سب انتظامات ہو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا
منظوری میں کیا رکھا ہے۔ راجہ صاحب نے قبل از قبل چند وزراء کو فراہم کر لیا ہے
کل تحریک پیش ہو گی تو بالاتفاق اکثر کثیر آراء منظوری ہو جائیگی۔
بہرحال گوپالن صاحب کا چیف انجنیر ہونا یقینی ہے۔ انکے چیف انجنیر ہونے
کے بعد انکے عملہ میں ایک مسلمان نظر نہ آئے گا۔
دوسرے دن دفتر درخواست کرکے پانچ بجے نواب صاحب کے یہاں گیا۔ مجھے دیکھتے ہی
نواب صاحب نے فرمایا ابھی ابھی ٹیلیفون سے مجھے اطلاع ملی کہ آج کونسل میں مزید چند انجنیر
کی تحریک کو عطا اعظم نے ختم کر دیا۔ راجہ صاحب اپنی کوشش میں ناکام ہو گئے۔
یہ سنکر مجھے بیحد مسرت ہوئی۔
دوسرے دن دفتر چیف انجنیری کو گیا۔ ہمارے دوست خوش خوش نظر آرہے تھے۔
بڑی گرمجوشی سے معانقہ کیا اور فرمایئے کہ ہمارے راجہ صاحب اپنے ریکیم میں ناکام
ہو گئے۔ میں پوچھا آخر یہ سب کچھ کیسے ہوا جبکہ راجہ صاحب اپنی جگہ مدتوں سے

مطمئن تھے۔ رہنولز نے کہا کل جب راجہ صاحب اپنی تحریک پیش کریں تو نواب صدر اعظم بہادر سے
فرمایا کہ جب ایک ہزار سے کام انجام بخش طریق پر چل رہا ہے تو مزید چیف انجنیر کا
اضافہ کر کے خزانہ پر بار ڈالنا قرین مصلحت نہیں ہے۔

صدر اعظم بہادر کا بگڑا ہوا موڈ دیکھ کر دوسرے دن راجہ بھی اپنی تجاویز لے کر آنے لگے
نتیجۃً کارروائی بلا کسی پیش رفت کے ختم ہو گئی۔ میں نے کہا مشتاق کہیں سے کہا تو خود
چلے ہوئے چلینگے میں نے کہا مذاق کیا تھا اسکی ضرورت نہیں۔ لیکن۔ اعزاز سے ہوٹل لگے
اور خوب تواضع کی۔ دوران گفتگو میں نے کہا کونسل کی کارروائی کی اطلاع مجھے
کل سے پہلے کیوں ہو گئی تھی۔ رہنولز نے پوچھا وہ کیسے؟ میں نے کہا نواب بہادر یار جنگ بہادر نے
بتائی۔ پھر پوچھا نواب صاحب کو ایسا علم کیسے ہوا؟ میں نے اس کارروائی کی تفصیل دہرا دی۔
سنکر بہت خوش ہوئے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر نواب صاحب کو دعا دی اور کہا بیشک
نواب صاحب مظلوموں کی مشکل کشائی میں سینہ سپر ہو جاتے ہیں خدا انکو نظر بد سے بچائے۔
میں نے کہا یہ راز کسی پر ظاہر نہ کیجئے ورنہ آئندہ کارروائیوں کا راز ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ انہوں نے وعدہ کیا۔

المختصر اسی طرح امور نظم و نسق کا کام چلایا جاتا رہا۔ نواب صاحب
جب کبھی مجلس کے سلسلہ میں افسران کے دورہ پر جاتے یا مسلم لیگ کے اجلاس
اٹینڈ کرنے حیدرآباد سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ کام رک جاتا اسکے پیش رفت
کی کوئی صورت تنہا مجھ سے ناممکن تھی۔ کیونکہ میں اعلیٰ سطح پر کوئی کام کر نہیں سکتا تھا۔
اسلئے میں نے نواب صاحب سے عرض کیا کہ آپ چار پانچ ایسے اشخاص پر مشتمل ایک کمیٹی

تشکیل دیئے جو اعلیٰ عہدوں سے ریٹائر ہوئے ہیں اور جو ملک کے سیاسی و پولیٹیکل معاملات
کا خوب واقفیت رکھتے ہوں تاکہ آپ کے حیدرآباد سے باہر جانے کی صورت میں اصلاح نظم و نسق
کا کام میں آئی نگرانی و ہدایت پر چلے سکوں۔ نواب صاحب اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے
فرمایا کہ ہم کیلئے ایشار و جرأت مندی کی ضرورت ہے اور پھر ذمہ دارانہ اسپیرٹ کے
کام کرنے والے ملنا ذرا مشکل ہے۔ کچھ دیر کے بعد ارشاد ہوا اچھی بات ہے ایک نام میرے
ذہن میں آئے ہیں ان سے استفسار کر لیجئے۔ آپ بھی ہم ایک نام سوچئے۔ میں نے عرض
بتول مولوی ابوالحسن سید علی جاگیر ایڈوکیٹ کے میں ایک تیس تا سالانہ روپیہ کا مشورہ پہلے
کیا سوچ سکیں گا۔ مجلس اختلاف کی وجہ سے ہائی سوسائٹی میں بیٹھنے اور ٹھیکے کا بھی
بہت کم اتفاق ہوا ہے اسلئے اعلیٰ عہدہ داروں کے سیاسی رجحانات کا صحیح علم نہیں رکھتا
البتہ سماجی تعلقات کی بنا پر ایک نام پیش کرتا ہوں۔ وہ نواب ذوالقدر جنگ بہادر
ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان سے بھی استفسار فرمائیے۔ نواب صاحب نے فرمایا آپ نے بہت
اچھے شخص کا انتخاب کیا ہے جو میرے سوچے ہوئے دو حضرات سے بہتر ہے۔ اور فرمایا
نواب ذوالقدر جنگ بہادر ہمارے ہر کام کیلئے بہت موزوں ہیں اور وہ ضرور ہمارا ساتھ دیں گے۔
سب سے پہلے میں اپنے سوچے ہوئے پہلے شخص نواب بالغ جنگ بہادر سابق صوبہ دار کو
چار پہر مدعو کرتا ہوں یہ کہکر فون اٹھایا اور گفتگو کر کے مجھ سے فرمایا کل پانچ بجے
نواب بالغ جنگ بہادر آ رہے ہیں آپ بھی دفتر سے سیدھے یہاں آ جائیے۔
دوسرے دن پونے پانچ بجے میں نواب صاحب کے یہاں پہنچ گیا۔ ٹھیک پانچ بجے نواب بالغ جنگ بہادر

تشریف لائے۔ دورانِ چائے نوشی میں نواب صاحب نے اصلاحِ نظم و نسق کی تحریک اور اس کی
غرض و غایت سے نواب بہادر یار جنگ بہادر کو آگاہ کیا اور فرمایا اس سلسلہ میں ایک مختصر کمیٹی تشکیل دینا
چاہتا ہوں۔ اس کمیٹی میں شرکت اور جناب کے تعاونِ عمل کا متمنی ہوں۔
نواب بہادر یار جنگ بہادر خوشی سے آمادگی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا اس پیہ ملک کی بھلائی
اسمیں حد لینا ملکگزاران مملکت آصفیہ کا فرض ہے۔
اسکے تیسرے روز میں اور تائید ملت نواب ناظر یار جنگ بہادر رسالہ
ہائکورٹ جج کے مکان واقع حیدرگوڑہ پر گئے۔ یہ تائید ملت کے دوسرے منجملہ شخصی
تائید ملت کو گلو بند لپیٹے ہوئے دیکھکر نواب ناظر یار جنگ نے مزاج پرسی کی۔
تائید ملت نے کہا نزلہ ہو گیا ہے اور کچھ گلے میں درد بھی محسوس ہو رہا ہے۔ یہ سنکر
نواب ناظر یار جنگ نے فرمایا یہ مقام بہت سرد ہے۔ آپ کیوں تکلیف
فرمائے بھیجے طلب کر لیا ہوتا۔ تائید ملت نے کہا ایک ضروری مسئلہ میں آپ سے مشورہ
کرنا تھا اسلئے چلا آیا۔ نواب ناظر یار جنگ نے فرمایا آپ کا اس مقام پر زیادہ ٹھہرنا
مناسب نہیں ہے اسوقت آپ تشریف لے جائیے کل ایک بجے میں آپ کے پاس آ جاتا ہوں
وہاں گفتگو ہوگی الغرض انکے اصرار پر ہم واپس آ گئے۔ تائید ملت نے فرمایا کل
ایک بجے آپ بھی آ جائیے۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر میں وہاں پہونچا۔
نواب ناظر یار جنگ بہادر تشریف لا چکے تھے اور تائید ملت سے مصروف گفتگو تھے
تائید ملت نے تحریک اصلاحِ نظم و نسق کی تفصیلات کا اظہار کرتے ہوئے

موجب طریقہ کار کی وضاحت کی۔ اور نواب صاحب موصوف سے تعاون عمل کی خواہش کی۔

نواب ناظم یار جنگ بہادر نے فرمایا کام تو اچھا ہے لیکن اسکو نہایت حزم و احتیاط سے انجام دینا ہوگا۔ ذرا سی غلطی ہو جائے یا راز فاش ہو جائے تو فوراً دفعہ کے تحت تعزیری کارروائی ہو سکتی ہے۔ قائد ملت یہ سنکر خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر اور اِدھر اُدھر کی گفتگو کے بعد نواب ناظم یار جنگ بہادر تشریف لے گئے۔

نواب صاحب نے فرمایا میں انکو جرأت مند آدمی سمجھتا تھا یہ تو بُزدل نکلے۔ میں کہا تا قول دلی انسان کو بزدل بنا دیتی ہے۔ ارشاد ہوا اگر یہ تو ہمارے کام کے نہیں ہیں۔ کل پانچ بجے آجائیے نواب ذوالقدر جنگ بہادر کے یہاں چلینگے۔

دوسرے دن میں اور نواب صاحب چھ بجے نواب ذوالقدر جنگ کے یہاں پہونچے۔ اطلاع کروانے پر نواب ذوالقدر جنگ بہادر پورٹیکو تک آکر ہم کو اندر لے گئے۔ ہمارا تعارف کرایا گیا۔ کچھ دیر گفتگو کوئٹہ کے حالات پر گفتگو ہوتی رہی اسکے بعد قائد ملت نے رہنے آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا اس سلسلہ میں آپکے مشورہ اور ہدایات کی ضرورت ہے۔ نواب ذوالقدر جنگ بہادر نے کہا آپ کا یہ اسکیم وقت کی بڑی اہم ضرورت ہے اسمیں حصہ لینا ہر بہی خواہ ملک کا فرض ہے۔

اسمیں عملی حصہ لیتے ہوئے مجھے مسرت ہوگی۔ آپ جب بھی فرمائینگے میں حاضر ہو جاؤنگا۔ اسکے بعد چائے و فواکہات سے تواضع کیگئی۔ ساڑھے چھ بجے ہم واپس آگئے۔

شام کو آکر قائد ملت نے فرمایا کل پانچ بجے نواب ناظم یار جنگ بہادر کو چائے پر

بلدہ رکھوا آپ بھی آجایئے - دوسرے روز دو دو راز جاوز نشی میں تائید ملنے
نواب باسط جنگ کو نواب ناظر یار جنگ و نواب ذوالقدر جنگ کی بات چیت سے
آگاہ کیا - باسط یار جنگ نے فرمایا ناظر یار جنگ سے ایسے کاموں میں حصہ لینے کی توقع
رکھنا عبث ہے اب مزید کسی کو ممبر بنانے کی ضرورت نہیں ہم چار بہت کافی ہیں
نواب ذوالقدر بحیثیت معتمد کام کرینگے ہم تین بحیثیت ممبر - جتنے آدمی زیادہ ہونگے
کام میں بگاڑ ہی پیدا ہوگا - خصوصاً یہ کام اور زیادہ اشخاص کو ساتھ لیکر کرنے کا نہیں ہے
اس کمیٹی کا پہلا اجلاس نواب ذوالقدر جنگ بہادر کے پیر میں
فتر میں کی نشست ہونے کیونکہ تاریخ ہی دیوڑھی کے نیچے کے ہال میں منعقد ہوا
فتح اجلاس پر طے پایا کہ اس کمیٹی کے آئندہ اجلاس نواب ذوالقدر جنگ بہادر کے
بنگلہ واقع فیسٹ ٹولنسر پر منعقد ہوا کرینگے -
اصلاح نظم و نسق کے دفتر میں کاروبار کیلئے تائید ملت ۴ تا ۴½ بجے کا وقت
مقرر فرمایا تھا اس کام کے دوران کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ ہوتی -
چند ماہ کے بعد نواب صاحب اپنے کھانے کے اوقات تبدیل کرکے صبح دس بجے سے
پانچ بجے شام تک روزانہ دارالسلام میں مجلس اتحاد المسلمین کا کام انجام دیا کرتے تھے
مجھ سے ارشاد ہوا کہ آپ روزانہ یا جب کبھی ضرورت ہو دو بجے دارالسلام آجایا کریں
حسب ارشاد ہم اصلاح نظم و نسق کے کاغذات لیکر جب وہاں پہونچتے تو نواب صاحب
اپنے اجلاس کے کمرے پر بیٹھے ہوئے اور کل عملہ و دیگر حضرات سے فرمائشات کر رہے ہوں

گریٹنے کیوں تخلیہ چاہتا ہوں۔ یہ سنکر سب لوگ باہر چلے جاتے۔ چار دن تک ختم ہو چکنے پر
سب کو طلب فرما لیتے۔ اسی طرح اصلاح نظم و نسق کا کام چلتا رہا۔ یہ کام کس طرح انجام دیا
جاتا اور اسکو خان نے اوپر کا رواج کا تفصیل لکھکر ظاہر کر دیا ہے۔

یہ اصلاحی کام نہ صرف گریٹنڈ عہدہ داروں سے متعلق ہوتا تھا بلکہ خان گریٹنڈ علاقہ کی
اصلاح بھی اسی طرح کی جاتی تھی۔

روشنی و بدگمانی خان کے تبادلے متعلقہ سررشتہ کے علاوہ غیر متعلقہ سررشتوں میں کر دیا
جاتا تھا۔ جاں انکو رشوت ستانی یا کسی قسم کا بدعنوانی کا موقع نہ مل سکے۔

ان کارروائیوں کی نزدیک آنے والے رشتہ دار حیران رہ جاتے کہ اچانک یہ انقلاب
کیسے ہو گیا ہوا۔

حدود علاقہ میں کسی مفسد کے متعلق شکایت وصول ہوتی تو میری تحقیق کے علاوہ نواب صاحب
اعلیٰ سطح پر معلومات حاصل کرنے کی کوشش فرماتے۔ اصلاح کے بدقماش مفسدین سے متعلق
نواب صاحب اپنے وسیع ذرائع و وسائل سے کام لیکر تحقیق فرماتے غرض جب تک مکمل تحقیق و
کامل اطمینان نہ ہو جائے کسی قسم کا اقدام نہ کیا جاتا۔

المختصر دو ڈھائی سال سے زیادہ یہ کام نہایت خاموشی کیساتھ انجام پاتا رہا
یہ سلسلہ اس وقت رک گیا جب وہ آفتاب ہی ہمیشہ کیلئے روپوش ہو گیا جس
روشنی میں مملکت آصفیہ کے مسلم تاریخ سیاسی۔ مذہبی۔ تمدنی۔ و تجارتی وغیرہ
اصلاحی اصول پر روبہ ترقی چلے جا رہے تھے۔

مجلس اتحاد المسلمین نے بیاگ گروفنڈ کا نمونتاً ایک اور واقعہ

جس زمانے میں نفاذ اصلاحات کے سلسلہ میں حکومت حیدرآباد اور مجلس اتحاد المسلمین میں سخت اختلافات رونما تھے اور وقت مجلس کی جانب سے اصلاحات فرمودہ باد کے نعرے نہ صرف مجلس کے اجلاس میں لگائے جاتے تھے بلکہ یہ الفاظ شہر کی تمام دیواروں پر اسطرح لکھے جاتے تھے جسطرح آج کل کانگرس اور اسکی مخالف پارٹیوں کی جانب سے "نہرو کو واپس دو" کی تحریر سے شہر کی تمام دیواریں رنگین نظر آتی ہیں۔

انہیں ایام میں سر اکبر حیدری صدر اعظم حکومت حیدرآباد معہ فیملی بمبئی سے حیدرآباد آرہے تھے۔ اس موقع پر معتمد مجلس اتحاد المسلمین نے یہ خیال ظاہر کیا کہ بیگم پیٹ کے اسٹیشن پر جہاں حیدری صاحب اترنے والے تھے اصلاحات فرمودہ باد کے نعروں سے رنگا رنگ استقبال کیا جانا چاہئے۔ قائد ملت نے فرمایا عبدالرحمن رئیس ایڈیٹر اخبار وقت کو فون کرکے بلوالو اور یہ کام انکے تعلق کردو (ایسے کام عموماً رئیس کا سر کردہ ہی انجام پاتے تھے) چنانچہ اسی وقت فون کیا گیا۔ اتفاق سے اسوقت ملا بھی وہاں موجود تھا۔ نواب نے میں نے کہا عبدالرحمن رئیس ایک جذباتی انسان ہیں جسکی وجہ سے بعض دفعہ ایسے اسکیم انکی نگرانی یا تو فیل ہوتے ہیں یا غلط طور پر انجام پاتے ہیں۔ اسلئے انکو تاکید کیجئے کہ احتیاط سے اس اسکیم کو کامیاب بنائیں۔

ہم باتیں ہی کر رہے تھے کہ عبدالرحمٰن صاحب آ گئے۔ معتمد صاحب نے انکو اسکیم سمجھایا۔
نواب صاحب نے رئیس سے کہا کہ تم اور تصور صاحب ملکر اس کام کو انجام دو۔ یہ سنکر رئیس نے
کہا جناب تصور صاحب ہمارے ساتھ کام کرنا شاید پسند نہیں کرتے اسلئے بہتر ہم سے
الگ الگ رہتے ہیں۔ میں کہا ایسا نہیں ہے مجلس کے کام کو جیسا آپ انجام دیتے ہیں
ویسے ہی مجلس کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ مجلس پسند و ناپسند کی کوئی بات نہیں ہے
غرض عبدالرحمٰن صاحب اپنی موٹر میں مجھے اخبار وقت کے دفتر پر لے آئے۔
میں نے ان سے کہا اس اسکیم کو آپ اپنے ساتھ کام کرنے والوں سے بھی فی الوقت ظاہر نہ کیجئے
اس اسکیم کو بہت راز میں چلانا ہوگا۔ سید اکبر حسین کو آپ ابھی چار روز مانگ کر
اس اثناء میں بہتر تیاری کر لینا چاہئے۔ سب سے پہلے آپ کالے کپڑے کے کچھ نشان منگوا کر
پانچ چھ سو چھوٹے چھوٹے نلدک بنوا لیجئے اور کسی معتمد علیہ درزی کو گھر پر انکے نیفے
سینے کو دیدیجئے۔ نیفا اتنا ہونا چاہئے کہ بانس کی پتلی سی لکڑی یا اسٹیل جا سکے۔ اسکے بعد بانس کی
لکڑی یا اسٹیل کو سو دو سو فٹ کے ٹکڑے کر لیجئے تاکہ ایک فٹ نیفے میں اور سو فٹ
ہاتھ میں رہ سکے۔ اسکے ساتھ ساتھ شہر میں مجلس کے جانباز جاں نثار تنظیمی شاخیں بنا کر انکے
ذریعہ سے کہیئے کہ ہر تین روز میں قائد اعظم محمد علی جناح حیدرآباد تشریف لا رہے ہیں
مجلس کا حکم ہے کہ اس روز مسلمان بیگم پیٹھ کے اسٹیشن پر حاضر رہیں۔
قائد اعظم کے آمد کی تاریخ و وقت کی مناسب اطلاع دیجائیگی۔ لہذا زیادہ سے زیادہ
مسلمانوں کو وقت مقررہ پر بیگم پیٹھ اسٹیشن پر آنے کی تاکید کیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ

بعض حاکم سنکر سیکرٹری اشتمالی رہا کر آجائیگا۔ حیدری صاحب کے آنے کے ایک روز قبل
جو صدور کو تاکید کیا گیا کہ کل قائد اعظم آرہے ہیں صبح نو بجے سے قبل اپنے اپنے
حلقے کے رضا کاروں اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو ساتھ لیکر ریشن بیگم پیٹھ پر حاضر ہوں۔
اور شام میں ہر صدر کو تیس تیس چالیس چالیس غلک اور کھڑکیاں دیکر اسکیم سمجھاتے ہوئے
کہا کہ انکو صرف رضا کاروں میں تقسیم کرنا اور کہنا کہ غلک جیب میں رکھیں اور کھڑکیاں
ہاتھ میں رکھنے کی بعد سخت تاکید کرنا کہ یہ راز کسی پر ظاہر نہ کریں حتیٰ کہ اپنے دوستوں اور
عزیزوں سے بھی نہ کہیں۔ بیگم پیٹھ ریشن پر اگر کوئی اس اجتماع کی وجہ دریافت کریں تو
کہنا کہ قائد اعظم محمد علی جناح تشریف لا رہے ہیں ہم انکے استقبال کو آئے ہیں۔
جسوقت سر اکبر حیدری ریل سے اتریں اسوقت غلک ہلاتے ہوئے۔ اصلاحات
مردہ باد۔ حیدری مردہ باد کے نعرے لگائے جائیں۔

اس اسکیم کو سنکر عبدالرحمٰن چغتائی اڈیٹر انقلاب وقت بہت خوش ہوئے اور
وعدہ فرمایا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ میں بھی سکندرآباد و مشیرآباد میں
جو میرے حلقے میں ایسا ہی انتظام کیا۔ اس رات کو جب صبح میں حیدری صاحب آرہے تھے
مشیرآباد کے جو رضا کار بھی کلب میں آکر سو گئے اور صبح چپکے چپکے کھڑکیاں لیکر
بیگم پیٹھ روانہ ہو گئے۔ حلقہ سکندرآباد کے صدور اپنے اپنے حلقے کے رضا
کاروں کے علاوہ ایک کثیر تعداد میں مسلمانوں کو لیکر وقت مقررہ پر بیگم پیٹھ
پہنچ گئے۔ میں ایک چھ گز کپڑے پر بہت جلی حروف میں اصلاحات مردہ باد

حیدری مژدہ باد لکھوایا تھا۔ چار پانچ رضا کاروں کو بدرقہ کر دیا تھا۔ ہم پہنچ گئے
حیدری ہاؤس کی موٹر کے قریب۔ اسوقت کھول کر کپڑے پہنے جب حیدرآباد سے
اتر کر موٹر کی طرف آ رہے ہوں۔ غرض سب پروگرام جس تجویز انجام پا رہے تھے
میں اور تاجر بھائی (موٹر مالک) پہلے پہنچے اسٹیشن بیگم پیٹ پہنچے۔ لوگوں کی
آمد برابر جاری تھی اسوقت تک تقریباً تین ایک ہزار آدمیوں سے زیادہ جمع ہو گئے تھے
پہلے سے ہی رضا کاروں کو ریزرو گیٹ کی جنرل سٹرک پر ولی الدولہ پیلس تک
دو طرفہ کھڑا کیا گیا تھا کیونکہ سڑک حیدرآباد سے شاہ منزل جانے والے تھے
ہم اپنی موٹر کو ایک رضا کار کی نگرانی میں دیکر اسٹیشن پر آ گئے۔
گاڑی سوا نو بجے آنے والی تھی۔ ساڑھے آٹھ بجے سے حیدرآباد کے استقبال کیلئے
عہدہ داروں کی آمد شروع ہوئی۔ خان بہادر احمد علی و امین احمد و فرنگی بھی
موضع علی کے تشریف لا رہے تھے۔ کچھ دیر بعد مسٹر ہالنس صدر نظام کو توالی اسٹیشن
بھی آ گئے۔ پبلک کے ہمراہ اجتماع کو دیکھکر کچھ پریشانی سے ہوئے اپنے ماتحت
آفیسروں و انسپکٹر وغیرہ کو یہ دریافت کرنے روانہ فرمایا کہ آخر یہ مسلمانوں کے اجتماع
کی کیا وجہ ہے۔ یہ لوگ جہاں جا کر دریافت کرتے انکو جواب ملتا کہ قائد اعظم محمد
علی جناح تشریف لا رہے ہیں ہم انکے استقبال کو آئے ہیں۔ جب مسٹر ہالنس کو اسکی
اطلاع ملی تو بہت گھبرایا اور کہا یہ قطعی غلط ہے جناح ہرگز نہیں آ رہے ہیں۔
بار بار اپنے آدمیوں کو روانہ کرتا اور نتیجہ میں یہی جواب ملتا کہ جناح آ رہے ہیں

اب تو وہ بہت پریشان ہوا۔ پلیٹ فارم کا ٹکٹ لے کر ایک بنچ پر بیٹھے ہوئے تھے
ہمارے ساتھ کے کچھ آدمی ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ مسٹر ہالنس نے ایک عہدہ دار
کو ہمارے طرف روانہ کیا۔ انہوں نے ہم سے دریافت کیا جناب کو معلوم ہے آج اسٹیشن پر
کیوں اتنا مجمع ہوا ہے۔ میں نے کہا ابھی گاڑی سے قائد اعظم تشریف لا رہے ہیں اس لیے سب لوگ
ان کی پیشوائی کو آئے ہیں چنانچہ ہم بھی اسی ارادے سے آئے ہیں۔ یہ جاسوس مسٹر ہالنس کو
ہمارا جواب سنایا تو بہت چلایا اور کہا غلط ہے کوئی غلط جناح اتنا بڑا شخص حکومت کو
اطلاع دیے بغیر کیسے آسکتا ہے اور حکومت اس کی آمد سے کیسے لاعلم رہ سکتی ہے
سب سے پہلے ہمارے ڈپارٹمنٹ کو اطلاع ہو جاتی ہے۔

اس وقت مسٹر ہالنس کی حالت قابل دید تھی۔ ادھر ادھر چکر لگاتا اور اپنے
ساتھیوں سے کہتا مسٹر جناح کی آمد کی غلط پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔
ایسے میں سگنل گرا اور سب لوگ ادھر متوجہ ہو گئے۔ چند منٹ میں گاڑی آگئی
حیدری صاحب اپنے مسیحوں میں تھے انہی پیشوائی کو آئے تھے حضرت وہاں جمع ہو گئے
ہم لوگ فٹ بورڈ کی طرف گئے اور ڈبہ میں جھانک کر دیکھے اس میں قائد اعظم
نہیں تھے۔ اس کے بعد اس مجمع کی طرف گئے جہاں حیدری صاحب عہدہ داروں سے
ملاقات کر رہے تھے۔ لیڈی حیدری مسز علامہ اقبال اور دیگر خواتین سے مصروف
گفتگو تھیں۔ اور ہم آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کیا وجہ ہے کہ
قائد اعظم تشریف نہیں لائے۔ میں ابھی یہ سوچ رہا تھا اور اسٹیشن کے باہر

اعلیٰ حضرت زندہ باد۔ حیدری مردہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے جا رہے تھے
جس طرف دیکھو سیاہ چیونٹیاں ہی ہوائی جا رہی تھیں۔
ظالم کو قرار اضطراب کا چہرا غصہ سے سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ان
رضا کاروں سے وہ کپڑا کھینچ لیا جو حیدری کی موٹر کے قریب تان کر کھڑے تھے
میں آہستہ سے رضا کاروں کو کہا تم اپنا کپڑا واپس لینے کی کوشش کرو۔
اس وقت تک حیدری جاب پر ٹیکو تک آ گئے تھے۔ رضا کاروں نے ہالنس سے
کپڑا لینے کی جدوجہد کر رہے تھے۔ حیدری کی موٹر کے قریب آ گئے تو ہالنس نے کپڑا
چھوڑ دیا۔ شائد اس لئے کہ کہیں رضا کار حیدری پر حملہ نہ کر دیں۔
یہ رضا کار پھر اپنے مقام پر کپڑا تان کر کھڑے ہو گئے۔ حیدری جاب سے اپنے
موٹر میں سوار ہو گئے۔ ہالنس نے ڈرائیور سے کچھ کہا اور موٹر روانہ ہو گئی۔ اس وقت
مجمع شدت سے اعلیٰ حضرت زندہ باد۔ حیدری مردہ باد کے نعرے لگا رہا تھا۔
جدھر دیکھو سیاہ چیونٹیاں ہی ہوائی جا رہی تھیں۔
حیدری کی موٹر بجائے جنوب کے شمال کی طرف مڑ گئی۔ اب معلوم ہوا کہ
ہالنس نے ڈرائیور کو راستہ بدلنے کی ہدایت کی تھی۔ لیکن ادھر بھی جاگیردار کا
تک لوگوں کا ہجوم تھا اور نعرے لگائے جا رہے تھے۔
جنوب کی طرف جو رضا کار کھڑے تھے میں ان سے کہا راستہ بدل دیا گیا ہے
اب تم لوگ سیکھوں پر شاہ منزل پہنچ جاؤ اور شاہ منزل سے جیلو روڈ تک

دو طرف جھنڈا لیکر کھڑے ہوئے حیدری صاحب جیسے ساگر گڑھ سے آرہے ہیں
انکے آنے کے بعد نعرہ باد کے نعرے لگائے وہ شاہ منزل جا جانے کے بعد تمام لوگ
مختلف راستوں سے اپنے اپنے گھر چلے جاو۔

رضا کاروں کو ہدایت کرکے میں آقا صاحب بھائی اسٹیشن کی طرف آئے۔ یہاں سڑک پر
سید علی قاسم صاحب نائب ناظم کو ڈرائنگ رہے تھے ان سے کہہ رہے تھے کہ
تمہارے خفیہ کے لوگ بعض ناکارہ ہیں۔ مسٹر جناح کے آنے کا پروپیگنڈہ کرکے
ہزاروں آدمیوں کو یہاں جمع کیا گیا اور تمہاری خفیہ کی جمعیت جو تمام شہر میں پھیلی ہوئی ہے
منہ دیکھتی رہ گئی۔ اس گدھے کے انسپکٹر اور جو افسر اس کو معطل کردو سب کام چور ہیں۔
یہاں یہ ہو رہا تھا اور ادھر چپکے اپنے موٹروں میں بیٹھ کر وغیرہ پر واپس جا رہے تھے۔
میں نے تمام بھائی سے کہا کہ شاہ منزل ہوتے ہوئے گھر جائینگے۔ ہم جب شاہ منزل پہونچے
حیدری صاحب بھی اسی وقت واپس ہوئے۔ رضا کاروں نے خوب نعرے لگائے۔
میں رضا کاروں کو منتشر ہو جانے کا اشارہ کیا اور وہ سب منتشر ہو گئے۔

ہم جب خالہ کے عارف صاحب مہتمم برقی کے بنگلہ کے قریب پہونچے جو بیدو سٹ کے راستے
تو دیکھا خالہ اپنے بنگلہ پر کھڑے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے ہمکو دیکھکر اندر
بلوائے اور پوچھے یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور تم لوگ کہاں سے آرہے ہو
میں نے کہا ہم اس اطلاع پر کہ آج صبح کی گاڑی سے قائد اعظم محمد علی جناح بیگم صاحبہ کے
اسٹیشن پر تشریف لا رہے ہیں ہم انکو دیکھنے گئے تھے۔ قائد اعظم تو ادھر آئے نہ آئے

بجائے سدھار کر حیدرآباد صدر اعظم تشریف لائے۔ جیسے ہی وہ ریل سے اترے بعض کے
غنڈوں نے اعلیٰ حضرت بادشاہ حیدرآباد کے نعروں سے استقبال کیا۔
تاکہ بھائی نے کہا۔ کس صفائی سے پبلک کو غنڈے کہہ رہے ہیں حالانکہ یہ سب کے انہیں حضور کی
کارستانی ہے مسٹر جناح کے آدمی ہیں جو غنڈہ کر کے پبلک کو جمع کیے اور اعلیٰ حضرت کو
حیدرآباد کے نعرے لگوائے۔ یہ سنکر تمہارے ہاں بہت ہنسے۔ اور چار و طرف
سے بھاری توانائی فرمایا۔

ان دنوں نواب بہادر یار جنگ بہادر صدر اعظم کی طلبی پر بمبئی گئے ہوئے تھے ایک ہفتہ کے بعد
واپسی ہوئی۔ میں جب ان سے ملنے گیا تو فرمایا کہ سید الرحمان رئیس نے اور اسکیم کی بہت
ذکر کرتے ہوئے آپ کی بہت تعریف کی اور کہا کہ میں اس اسکیم کو انہیں کے بتلائے ہوئے
پلان پر چلیا۔ جب رئیس کی زبانی آپ کی تعریف سنکر خوشی ہوئی۔ کیونکہ وہ اپنے مقابلہ میں
کسی کو ہوشیار نہیں سمجھتا تھا۔ اسکے بعد فرمایا مجھے خیال آنے کے بعد کوتوالی افضلگنج کے
ایک عہدہ دار سے معلوم ہوا کہ والی سید علی قاسم نائب قاسم نے بیگم پیٹھ ایسٹیٹ
والے کیس میں اشتہار پر مقدمہ دائر کرنے کی صدر اعظم بہادر سے اجازت طلب کی تھی
اس فہرست میں رئیس کا اور آپ کا نام سرفہرست تھا۔ لیکن حیدرآباد نے
اجازت نہیں دی۔ اسطرح علی قاسم نے اپنی اسکیم میں ناکام رہے۔

بزمانہ زبان ہندی مہدی علیہ السلام میں نواب صاحب کی ایک تقریر کی اجازت کا مطالبہ

حضرت مہتاب بیاں صاحب نجوری کی صدر واقع مشیر آباد میں نواب بہادر یار جنگ کی زیر صدارت جلسہ ہائے میلاد و عرس مبارک حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر منعقد کئے جاتے تھے اور اس سلسلہ میں ایک سال نواب صاحب کی زبان ہندی کا فرمان نافذ ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے نواب صاحب ایک عرصہ سے کہیں تقریر نہیں فرما رہے تھے۔ باوجود علم زبان ہندی کے میں نے بصدرت نواب بہادر یار جنگ بہادر جلسہ میلاد مبارک حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے اجازت کی درخواست سررشتہ امور مذہبی سرکار عالیہ میں پیش کر دیا اور اسی زمانے میں ناظم امور مذہبی نے غیر مذہبی جلسوں کی اجازت دینے کا اختیار نواب دین یار جنگ بہادر ناظم امور مذہبی نے اجازت جلسہ کا جو مروجہ میرے نام روانہ فرمایا اس میں نواب صاحب کا نام حذف کر کے بقیہ واعظین و مقررین کو تقریر کی اجازت دی گئی تھی۔ میں نے جواباً دوسری درخواست پیش کی جس میں لکھا تھا کہ نواب صاحب کو سیاسیات پر تقریر کرنے سے روکا گیا ہے فرمان کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ نواب صاحب مساجد میں بھی قال اللہ و قال الرسول پر تقاریر نہ کریں اور حضرت بندگان عالی کا منشاء مسلمانوں کی ہدایت و رہنمائی کے راستے بند کرنا نہیں ہے لہٰذا جب تک نواب صاحب کو جلسہ مذکور الصدر میں تقریر کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی اور جلسہ کے انعقاد کو ملتوی کیا جاتا ہے۔

اس مسئلہ میں مجھ سے یا حیدرآباد احتجاج کرینگے اور یہ احتجاج زبانی و قلمی ہوگا۔
اس درخواست کو میں خود لیکر ناظم اور مذہبی کی خدمت میں پیش کیا۔
ناظم صاحب نے فرمایا ایسی اجازت دینے کا حکم بڑا جہاز لنگر ہے۔ میں عرض کیا کہ
پھر تو اس درخواست کو آپ صاحب جہاز کے پاس روانہ فرما دیجئے۔ اگر میں خود اس
درخواست کو معتمد کی اور مذہبی یا صدر المہامی میں پیش کروں تو ترک تو مطلب کے لفظ سے
نامنظور ہو جائیگی۔ کچھ توقف کے بعد فرمایا اچھی بات ہے میں درخواست سکریٹیٹ کو روانہ
کر دونگا لیکن آپ اس میں سے یہ احتجاج کے الفاظ نکال کر دوسری درخواست
لکھ دیجئے۔ میں کہا ایسا نہیں ہو سکتا بہتر ہے کہ اس درخواست کو بجنسہ روانہ فرما دیجئے
نتائج و عواقب کا میں ذمہ دار ہوں۔ اس نوبت پر انہوں نے درخواست لے لی اور معتمد کو
روانہ کرنے کا وعدہ فرمایا۔
اس درخواست کا مسودہ تائید ملت کو بتلایا تو انکی پیشانی پر شکن پڑ گئے اور غصہ سے
فرمایا جناب آپ زبانی و قلمی سے احتجاج نہیں کرینگے تو کیا تیغ و تفنگ سے
و دبابوں سے احتجاج کرینگے۔ پھر ارشاد ہوا آپ نہیں جانتے کہ سر اکبر حیدری
پر حضرت اعلیٰحضرت کے کمال کس قدر مہربان ہیں جسکے نتیجہ میں میری زبان بندی
کا فرمان نافذ ہوا ہے۔ اس فرمان کا ہو جانے میں کوئی طاقت مجھے تقریر کی اجازت
نہیں دے سکتی۔ اگر یہ درخواست حیدری کے پاس جائیگی اور منظور ہوگی
کیونکہ میری تقریر کی اجازت کیلئے پھر فرمان ہی جاری کروانا پڑے گا جو انکے

ساتھ
وسیلے کے بغیر جاری نہیں ہو سکتا۔ نہ معلوم اس درخواست کو چیدری کس رنگ آمیزی کے
ساتھ حضرت اقدس میں پیش کرے گا۔ بہت ممکن ہے اور اس نے یہ شوشہ چھوڑ دیا ہو
تمہاری بغاوت پر آمادہ ہیں تو پھر کیا ہوگا۔ آپ پر ہی نہیں سب بھائیوں پر شرافت
آ جائے گی۔ اگر آپ اس مسودہ کے بجائے اصل درخواست ہی بھیجتے تو اس
پریشانی سے بچ جاتے۔ بہرحال آپکو میری تقریر کی اجازت ملنا حالت حاضرہ کے
لحاظ سے قطعاً ناممکن ہے۔ اگر آپکو اجازت مل جائے تو میں اپنا ہاتھ قلم کر دوں گا
پھر کچھ خفگی سے فرمایا آپ۔ بعض بعض دفعہ ایسی غلط جرأت کر جاتے ہیں کہ سخت پریشانی
لاحق ہو جاتی ہے۔ بہرحال اس معاملہ میں اب آپ خاموش رہیئے۔ بعد کو اگر
کہیں جا کر دفن ہو جائے تو خدا شکر کیجئے۔

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد میں سخت علیل ہو گیا۔ گھر پر علاج سے فائدہ نہ ہوا تو
مجھے دواخانہ شفاخانہ میں شریک کرا دیا گیا۔ ۵ ماہ ایک ماہ کے بعد صحت ہوئی
اور ڈاکٹر کی رائے پر تبدیل آب و ہوا کیلئے اورنگ آباد چلا گیا۔
اورنگ آباد میں اولیا مسجد کے قریب ایک ماہ گذار کر واپس آ گیا اور دفتر پھر رجوع ہو گیا۔
چند روز کے بعد دفتر میں کام کرتے ہوئے خیال آیا کہ نواب صاحب کی تقریر والی درخواست کو
پیش کرے تقریباً چار ماہ کا عرصہ ہوا۔ میری عدم پیروی پر نواب دین یار خاں صاحب
ناظم اور نہ ہی کسی نے یہ خیال نہ کر میں کام میں ڈوب کر خاموش ہو گیا ہوں۔ حالانکہ چیدری
نذیر کے کہنے سے کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس خیال کے آتے ہی بسیل بیکر دفتر اور مذہبی ہو گیا

کاروائی پیش کی ناظم صاحب نے بلوایا۔ مجھے دیکھ کر فرمایا تصور صاحب آپ کا خرچ کیا ہے آپ
بہت کمزور نظر آ رہے ہیں۔ میں کہا جی ہاں میں چار ماہ سے علیل تھا اسلئے دفتر کے کام
حاضر نہ ہو سکا۔ تا وقت کی تقریروں کی کاروائی کا کیا نتیجہ نکلا۔ ناظم صاحب اپنے میز کے
خانے سے شیٹ نکال کر فرمایا دیکھئے وقف وقف سے تین بار جواب طلب کیا ہوں۔ ان
سب مرکزوں کا ایک ہی جواب آیا ہے کہ چندے تو وقف کیا جائے۔ معلوم نہیں وہاں
کیا ہو رہا ہے۔ میں کہا اچھی بات ہے میں خود وہاں جا کر معلوم کرونگا۔
اسکے تیسرے روز ہوم آفس جا کر صیغہ تبلیغ میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کاروائی
صدر الدین صاحب کے یہاں روانہ کر دی گئی ہے۔ صدر الدین صاحب کا دفتر اوپر کی منزل
میں تھا وہاں جا کر دریافت کیا تو کہا گیا کہ نواب صاحب بہادر کی تقریر کی اجازت دیکر صدر
فرمان کی موجودگی میں صدر الدین صاحب مجاز نہیں ہیں اسلئے کاروائی صدارت عظمیٰ کو روانہ کر دی گئی۔
مجھے معلوم تھا کہ صدر اعظم صاحب ہر دوشنبہ کو دفتر پر اہل غرض حضرات سے
ملاقات کرتے ہیں لہذا ایک دوشنبہ کو میں دفتر باب حکومت پہونچا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ
نواب صدر اعظم صاحب ٹھیک بارہ بجے نیچے آکر ویٹنگ روم میں اہل غرض حضرات سے ملتے ہیں
میں بھی وہاں گیا۔ دیکھا کچھ لوگ کمرۂ ملاقات میں بیٹھے ہوئے ہیں پاس میں ایک کرسی پر
بیٹھ گیا۔ جب بارہ بجے (شیطانی وقت پر) عالیجناب صدر اعظم صاحب تشریف لائے
سب سے ایک ایک صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور ارشاد ہوا
آپ کیا فرمائیے گا۔ عرض کیا میں جماعت احمدیہ کا فرستادہ ہوں۔ آج سے

چار ماہ قبل ایک مذہبی جلسہ میں جو مسجد میں منعقد کیا جا رہا تھا نواب بہادر یار جنگ بہادر کو
اپنے پیشرو نے ملت کی یاد آوری اور حضرت کے اسوۂ حسنہ کے اظہار کیلئے حکومت سے
اجازت چاہی گئی تھی جسکا آج تک کوئی جواب نہیں ملا اسلئے مجھے عالی جناب سے گذارش
کرنی ہے کہ نواب صاحب کو اپنے مذہبی جلسہ میں صرف ایک تقریر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے
پھر لگی ہے۔ یہ سنکر صدر اعظم نے فرمایا کہ ہاں یہ معاملہ میرے خیال آیا ہے۔ ایک
ہفتہ میں آپکو نتیجہ معلوم ہو جائیگا یہ کہتے ہوئے دوسرے سوال سے مخاطب ہو گئے۔
میں سلام کرکے واپس آ گیا۔ ایک ہفتہ دربار میں چھوڑ کر دوسرے ہفتہ میں پھر باب حکومت
گیا اور انتظار گاہ میں بیٹھا رہا۔ ٹھیک وقت پر صدر اعظم تشریف لائے اور حاضرین
سے ملتے ہوئے میرے پاس آکر دریافت کیا کہ آپ کیا فرمائیں گے۔ میں عرض کیا نواب بہادر یار جنگ بہادر
کی ایک تقریر کی اجازت کے سلسلہ میں حاضر ہوا ہوں۔ کچھ بے رخی سے ارشاد ہوا کہ
ایک ہفتہ عشرے کے بعد آپکو جواب مل جائیگا

ایک عشرے سے زیادہ عرصہ گذر چکا مگر اس خصوص میں کوئی اطلاع نہیں ملی۔
میں حیران تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ نواب صاحب سے کچھ مشورہ کرنا تو قطعی غلط تھا
پہلے ہی انہوں نے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ہمکو خاصی ڈرا دیئے تھے۔ اسکا
میرا کیا حالت آئی تھی کہ پھر ان سے تذکرہ کرتا۔ گذشتہ ملاقات میں صدر اعظم کا
موڈ کچھ ایسا بگڑا ہوا تھا کہ اندیشہ تھا کہ اسطرح بار بار استفسار پر اب کہیں وہ
جھڑک نہ دیں۔ اگر ایسا ہوا تو حاضرین میں ہماری سبکی ہوگی۔ اور یہ بھی ڈر تھا کہ

کہیں کارروائی کو غلط انداز میں اعلیٰحضرت کے ملاحظہ میں پیش کر کے کوئی
مخالف فرمان نافذ نہ کرا دے۔ غرض اس تذبذب میں ہم ایک دن گذر گئے
اور ہم شنبہ کا دن آ گیا۔ اس نوبت پر میں خود اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا
تصور صاحب آپ کا خدا کے سوائے کسی سے نہ ڈرنے کا عزم آپ متزلزل کیوں ہو رہا ہے
اس خیال کے آتے ہی کچھ قوت ہوئی اور سیدھا لیکر باب حکومت کیطرف چل پڑا
لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ پیر چل نہیں رہا ہے بلکہ میں اسکو ڈھکیل کر چلا رہا ہوں
راستہ تمام کچھ پریشانی میں رہی۔ دفتر باب حکومت پر پہنچ کر سیدھا حافظ سیکرٹری کو
دیتے ہوئے خیال ہوا کہ اب بھی کچھ نہیں گیا کیوں واپس نہ ہو جائیں۔ لیکن ہمارے
ضدی دل نے نہ مانا ہمکو ملاقات کے کمرہ تک لیجا کر دم لیا۔ ہماری اس فرضی کشمکش میں
کچھ دیر ہو گئی تھی اسلئے ہمکو سب کے آخر میں جگہ ملی۔ وقت مقررہ پر جناب صدر اعظم بہادر
تشریف لائے۔ سب سے گفتگو کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ ہمکو کچھ اختلاج سا
شروع ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان سے کسطرح گفتگو کا آغاز کروں۔
اب صدر اعظم جن جن سے مصروف گفتگو تھے انکے بعد اور ہم حضرات باقی تھے تیسرا نمبر
ہمارا تھا۔ جیسے جیسے وہ قریب آ رہے تھے ہمارے اختلاج میں اضافہ ہو رہا تھا۔
ایسے میں اچانک میرے دماغ میں ایک تجویز ابھر آئی جس سے تدریجاً اطمینان
ہو گیا دل میں کہا چلو بات آغاز کرنے کا تقریب تو نکل آئی۔
صدر اعظم ان درمیانی ہم حضرات سے اپنی باتیں ختم کر کے ہماری طرف مخاطب ہو کر

فرمایا ہاں آپ کیا فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ جماعت مہدویہ کے عقائد میں و مشائخ نیز
جمہور اولیاء نے آج جیسے عالیجناب سے یہ گفتگو کرنے کی ہدایت کی ہے کہ ہم یہ بیان کریں
کی تقریر کیلئے پھر فرمان ہی نافذ ہوتا ہے تو ہم حکومت سے کیوں درخواست کریں ہم تو خود اپنا
آقا کو ہی بخشی خداوندی میں حاضری دینے کا شرف حاصل ہے۔ کیوں نہ ہم خود اپنے
آقائے ولی نعمت کی خدمت اقدس میں باحسن معروضہ ادب پیش کریں اس میں خصوصاً
میں عالیجناب کو تکلیف نہیں دیا جائیگا۔ میرے ان جملوں کو سنتے ہی سر اکبر حیدر میاں نے کچھ
مصلحت آمیز انداز میں فرمایا بہتر بہتر آپ تو ان حضرت کو اعلیٰحضرت کے پاس جانے سے روکیئے
میں ایک ہفتہ میں ان کی کارروائی کا تصفیہ کرا دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا آپ کا ارشاد ان تک
پہنچا دیا جائیگا۔ سر اکبر نے فرمایا ایسا نہیں آپ انکو صرف ایک ہفتہ روک لیجئے۔
میں نے عرض کیا شاید میرے کہنے سے وہ نہ رکیں کیونکہ ان حضرت نے نذر کیئے اشرفیاں
منگوا لئے ہیں۔ یہ سنتے ہی نواب صدر اعظم بہادر میری ٹھوڑی کو ہاتھ لگا کر فرمایا نواب صاحب
ایک تقریر کی وجہ سے میں کوشش کرونگا لیکن تم تو بہرحال اعلیٰحضرت بندگان عالی کے
ہاتھ میں ہے پھر بھی حتی الامکان کوشش کا وعدہ کرتا ہوں۔ آپ مجھ سے ان حضرت کو روکنے کا
وعدہ کیجئے۔ میں نے کہا اتنا ان سے کہنے کی کوشش کرونگا۔ ارشاد ہوا کوشش نہیں وعدہ کیجئے کہ
صرف ایک ہفتہ انکو روکینگے۔ میں نے وعدہ کر لیا۔ واپسی میں دروازہ تک جا کر جہاں
چرسی پردہ اٹھائے کھڑا تھا پھر ارشاد ہوا دیکھیے آپ ان وفد کو ایک ہفتہ
روکنے کا وعدہ کیا ہے میں عرض کیا جی ہاں ضرور روکونگا۔ اسکے بعد وہ اپنے محل

کیطرف روانہ ہوئے اور میں پورٹیکو کیطرف ۔ اس غیر متوقع صورت حال پر کہ
جرمانے کے بجائے خوشامد کیگئی مجھے بے انتہا تعجب اور خوشی ہوئی ۔
پورٹیکو سے سیدھا اسٹاف تک آتے ہوئے دل و دماغ میں جھگڑا شروع ہوگیا
دماغ نے دل سے کہا میری ہی بتلائی ہوئی تدبیر سے یہ کامیابی نصیب ہوئی
ورنہ آپ تو اختلاج میں مبتلا ہو گئے تھے ۔ دل نے دماغ سے کہا اگر میں
عزم مستقل کیساتھ بیہوش تک نہ ہوتا تو یہ سب کچھ نہ ہوتا اسوقت تو آپ ایک
الجھن میں مبتلا تھے ۔ یہ جھگڑا جھگڑتے رہے تھے کہ میں سیدھا لیکر دفتر داخل کیا ۔
اسوقت مجھکو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں پیر نہیں بلکہ کسی عابد حال کیطرح ہوا پر
اڑ رہا ہوں ۔ راستہ کیسے کٹا مجھے خبر نہیں کیونکہ دماغ ساتویں آسمان پر
تھا اور دل خوشی سے بلیوں اچھل کر باہر ہونے کے قریب تھا ۔ خدا کا شکر کہ
میں کسی ایکسیڈنٹ کا شکار نہوا اور خیریت سے دفتر پہنچ گیا ۔
اس واقعے کے چوتھے دن میں دفتر میں کام کر رہا تھا ایڈمنسٹریٹر اول کا چپراسی آکر کہا اور میں نے
آپکا ٹیلیفون آیا ہے میں رسیور علیحدہ رکھکر آیا ہوں جاکر بات کیجئے ۔ میں اوپر جاکر
دریافت کیا کون صاحب بات کر رہے ہیں ۔ آواز آئی میں علی الحسن ہوں ۔ کیا تعلق صاحب نے
میں کہا جی ہاں ۔ فرمایا آپکو فرصت ہو تو پانچ منٹ کیلئے تشریف لائیے ۔ میں حاضر ہوا
لیکر سلام کیا اور روانہ ہو گیا ۔ راستہ میں اس خیال سے کچھ پریشانی ہوئی کہ قاسم صاحب
مجھے دفتر پر کیوں طلب کیا ہے ۔ اس شش و پنج میں وہاں جاکر ایڈمنسٹریٹر کے چپراسی کو
ملا ۔ نواب دین یار جنگ بہادر ۔

سلامتی کا ڈر تھا تو میں نے کہا اسکا ضرورت نہیں ناظم صاحب آپ ہی کے انتظار میں ہیں
میں چیمبر میں داخل ہوا تو ناظم صاحب نے فرمایا تصور صاحب مبارک آپکی کوشش کامیاب ہو گئی
یہ فرماتے ہوئے ایک لفافہ میرے ہاتھ میں تھما دیا جو میرے سوشو صاحب کے نام لکھا تھا

خدمت جناب سید یوسف صاحب تصور منتظم جلسہ سید مہدی علیہ السلام

نگارش ہے کہ آپکی درخواست پر پیش گاہ خسروی سے نواب بہادر یار جنگ
حیدرآباد میں صرف ایک تقریر کرنے کی اجازت دی جاتی ہے شرف صدور عطا ہوا ہے۔
لہذا آپ جلسہ مذکور الصدر میں نواب صاحب کی تقریر کروا سکتے ہیں۔ نقل فرمان منسلک ہے۔
آپ اندازہ لگائیے کہ اس مراسلہ کو دیکھکر میری خوشی کا کیا عالم ہوگا۔
میں ناظم صاحب کا شکریہ ادا کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے صرف پیغام رسانی کی ہے یعنی آپکی
درخواست کو بھیجا۔ مبارکباد کے آپ مستحق ہیں کہ آپکے مساعی کامیاب ہوئی۔
ناظم صاحب سے رخصتی مصافحہ کرکے دفتر آ گیا۔
اب انتظار تھا کہ پانچ کب بجیں گے تاکہ میں نواب صاحب کی خدمت میں جاکر اس غیر متوقع
کامیابی کا مژدہ سناؤں۔ معلوم نہیں آج وقت اس سست رفتاری سے کیوں گذر رہا ہے
اسکا سست رفتار میرا بے چینی میں اضافہ کا باعث ہو رہی تھی۔ آخر کار پانچ بجے۔
میں نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر سلیک علیک و مصافحہ کے بعد عرض کیا۔
نواب صاحب کیا بات ہے کہ آپ جو ٹھیک ٹائم فرماتے ہیں وہ صد فی صد صحیح ہوتی ہے
نواب صاحب ہنستے ہوئے فرمایا اسلئے صحیح ہوتی ہے کہ ہم عادت کا شکار ہیں اندازہ لگا کر

کہتے ہیں پھر فرمایا آخر بات کیا ہے؟ میں کہا وہی آپ کی تقریر کی اجازت والی
نامنظور ہو گئی۔ ارشاد ہوا یہ تو یقینی بات تھی۔ چلو اچھا ہوا کہ صرف نامنظور ہو گئی
ورنہ مجھے اندیشہ تھا آپ کی تحریر پر حکومت کوئی سخت قدم اٹھائے گی۔
اس نوبت پر میں نے رسالہ جیب سے نکالتے ہوئے کہا۔ یہ خط ہوا نثار کس انداز میں
کیا گیا ہے۔ نواب صاحب نے میرے ہاتھ سے لفافہ لیکر مضمون پڑھا۔ دفعتاً فرمانا شروع
پڑھکر فرمایا جب سے آپ ہم کو بنا رہے ہیں۔ میں کہا آپ اس خصوص میں
مجھکو کچھ نہ فرمایا تھا حتیٰ کہ اپنا ہاتھ کٹوانے کی شرط بھی لگائی تھی۔
ہاتھ کٹنے میں چاقو لے آیا ہوں۔ ہنستے ہوئے فرمایا کہ کہا تو تھا لیجئے ہاتھ حاضر ہے
میں کہا اس ہاتھ کو کیسے کاٹیں۔ پھر تو ہم خود کٹنے کو تیار ہیں۔
غرض اس اجازت سے نواب صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا حیرت ہے اس ناممکن چیز کو
آپ کیسے ممکن بنا لیا۔ میں کہا مجھے بھی سخت تعجب ہے کہ اعلیٰحضرت کے پاس ایک وفد کے جانے کا
فرضی قصہ سنکر جناب حیدری صاحب کا موڈ بگڑ گیا اور میری خوشامد کرنے لگے۔ نواب صاحب نے
فرمایا آپ نے حیدری صاحب کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ حیدری صاحب لندن جانا چاہتے تھے
اعلیٰحضرت کے پاس کسی گوشہ سے بھی اپنی شکایت پہونچے۔ انہوں نے ایسے سب
دروازے بند کر رکھے ہیں اور آپ کے ہمدردوں کی ایک پوری جماعت اعلیٰحضرت
کے یہاں جانے کی اطلاع دی تھی۔ اسکو وہ کیسے گوارا کرتے۔ انکو خیال ہوا ہوگا کہ
یہ وفد پیش گاہ خسروی میں جا کر نہ معلوم میری کیا کیا شکایت کرے۔ بہتر ہے کہ

ایک تقریر کی اجازت کا فرمان جاری کرا دیا جائے۔ اور یہ انکے لئے بہت آسان تھا۔
نواب صاحب نے مجھ سے کہا آپ جب منعقد کیجئے آٹھ ماہ کی خاموشی کا بدلا ہم ایک زوردار
تقریر میں کر ڈالینگے۔
اسوقت نواب سے ملنے جو صاحب بھی آتے ان سے فرماتے کہ تصور صاحب جلد ہی ایک تقریر کی اجازت کا
فرمان نکلوایا ہے چنانچہ ایک دو روز میں یہ خبر عام ہو گئی۔
انجمن مہدویہ چھی گوڑہ کے ارکان عاملہ نے اپنے ایک اجلاس میں طے کیا کہ
نواب صاحب کی جلسہ تقریر جناب مشیر آباد کے انجمن میں کروانا چاہئے مشیر آباد بہت
دور ہے اور سواریوں کا کوئی انتظام نہیں ہے چونکہ آٹھ ماہ سے پبلک
نواب صاحب کی تقریر نہیں سنی ہے اسلئے توقع ہے کہ زیادہ تعداد میں لوگ جلسہ میں آئینگے
اس تجویز کی تکمیل کیلئے جناب محمد کرم علی صاحب معتمد انجمن مہدویہ و محمد شاہ مہدی صاحب
رکن عاملہ تاریخ و وقت کا تعین کرنے نواب صاحب کے یہاں گئے اور اپنے خیال کا
اظہار کیا۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ تصور صاحب بھی اس تجویز سے متفق ہیں۔
جناب معتمد صاحب نے فرمایا ہم تصور صاحب سے تو پوچھ لیں مگر اس خصوص میں تصور صاحب سے
دستخط لینے کی کیا ضرورت ہے۔ نواب صاحب نے فرمایا تم لوگ نہیں جانتے کہ تصور صاحب
اپنے کو کس خطرہ میں ڈالکر میری ایک تقریر کی اجازت کا فرمان نکلوایا ہے اگر وہ
اس تجویز سے متفق نہیں ہوئے تو میں چھی گوڑہ میں تقریر نہیں کرونگا۔ اسوقت
وہ دفتر میں ہونگے تم جاکر ان سے ملو اور یہ تجویز انکے سامنے رکھو مجھے امید ہے

وہ انتظام نہیں کر سکتے۔ مجبوراً یہ حضرت میرے پاس آئے اور اپنے خیال کا
اظہار کیا۔ میں نے کہا۔ انجمن سعیدیہ کے ایک قدیم خادم کی حیثیت سے مجھے
کیسے انکار ہو سکتا ہے۔ آپ انجمن میں انتظام جلسہ کا ضرور انتظام کیجئے لیکن
مشیر آباد میں سعیدیہ کے جو جلسے ہوا کرتے ہیں وہ ایک کمیٹی کی زیر نگرانی
ہوا کرتے ہیں جس میں میں بھی ایک رکن ہوں۔ بہرحال آپ انجمن سے ایک مراسلہ
اپنی اس خواہش کا اظہار کرتے ہوئے میرے نام روانہ کیجئے۔ میں اور کمیٹی کو مجبور
کر کے جلسہ کی اجازت کیسے بھی فرمان مبارک بھی روانہ کر دونگا۔ چنانچہ مراسلہ
روانہ کر دیا۔ جواباً چیف کورٹ میں جلسہ کرنے کی اجازت دیدی گئی۔ حالانکہ یہاں
کوئی کمیٹی نہیں تھی جلسوں کے انتظامات میں خود کیا کرتا تھا۔ صرف اشتہار چھپنے
کیلئے انجمن سے مراسلہ طلب کیا گیا تھا۔ اہل مشیر آباد کو یہ تک معلوم نہ تھا کہ
اس دفعہ سعیدیہ مبارک کا جلسہ کہاں نہیں کیا گیا اور اس سلسلہ میں کیا کارروائی ہو رہی ہے
انجمن سعیدیہ جس گوڑھ میں اس جلسہ کے انتظامات نہایت اعلیٰ پیمانہ
پر شروع کر دئے گئے۔ بڑے بڑے پوسٹر شائع ہوئے اور فرداً فرداً
تمام نظام الملک تقسیم کئے گئے۔ جلسہ کے ایک دن پہلے کسی رکن عاملہ نے فرمان
دیکھ کر کہا کہ اس میں تو صرف مشیر آباد میں مذہبی جلسہ کی تقریر کی اجازت دیگئی ہے
اور آپ چیف گوڑھ میں تقریر کروا رہے ہیں جو فرمان کے خلاف ہے۔ معتمد صاحب نے کہا
اس سے کیا فرق پڑتا ہے بہرحال ایک تقریر کی اجازت دیدی گئی ہے

خواہ کچھ کر دیا جائے۔ مولانا صاحب نے کہا جناب ایسا نہیں ہے۔ فرمان میں صاف طور پر
مشیر آدمی تقریر کی اجازت کے الفاظ ہیں اور آپ اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔
اگر ناظم صاحب امور مذہبی چاہیں تو کوتوال صاحب کو توجہ دلا کر اس خلاف فرمان عمل کو
روک سکتے ہیں یا کم از کم نواب صاحب کو یہاں تقریر کرنے سے باز رکھا جا سکتا ہے۔ اگر
خدانخواستہ ایسا ہوا تو کل جلسہ میں بڑی پریشانی ہوگی۔ بہتر ہے کہ ابھی ناظم صاحب
امور مذہبی سے اجازت لے لی جائے۔ اس تجویز کی اگرچہ حضرت نے تائید کی
اور کہا جناب معتمد صاحب کچھ پریشان ہوئے اور اسی وقت ناظم صاحب کو ساتھ
لیکر نواب صاحب کے یہاں پہونچے۔ اور ان سے صورت حال کا اظہار کیا۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ
یہ چیز پہلے ہی سوچ لینے کی ضرورت تھی اب کیا ہو سکتا ہے۔ اگر اس میں منع کر دیں تو میں
فرمان مبارک کے خلاف کیسے تقریر کر سکتا ہوں۔ اس وقت میں تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتا۔
کچھ دیر کے بعد فرمایا بہتر ہے اس سلسلہ میں تم تھوڑا سے ہو سکتی ہے وہ کوئی راہ نکالیں۔
جناب کرم علی صاحب کی رائے میں یہی بہتر معلوم ہوئی جب آپ کچھ نہیں کر سکتے تو اور کیا
کیا کریں گے۔ نواب صاحب نے فرمایا ان سے مشورہ کرنے میں کیا قباحت ہے۔ دس بجے رات
کا وقت ہے لا سرکار ہے کے مصداق یہ معاملہ حضرت کے سامنے آیا۔ اور واقعات کا
اظہار کیا۔ جناب کرم علی فرمان میں مشیر آدمی کی صراحت تو ہے لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔
(مجھے یہ اچھا موقع ملا کہ اس جلسہ کو فیل کر دوں کیونکہ جناب معتمد صاحب نے انکی قدیم مخالفت کا
بدلہ لے سکوں مگر میں نے خیال کیا کہ انکی نقصان کے علاوہ قومی بدنامی ہوگی اس لئے میں نے واقعات کو دبا دینا مناسب سمجھا)

میں بھی پریشان تھا کہ ہم سامعین میں کوئی مرد آواز - خیال ہوا کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا
بہرحال بہتر ہے - معتمد صاحب سے پوچھا آپ پاس جلسہ کا نظام الملک ہے - انہوں نے
مثبت میں جواب دیا کہ نظام الملک میرے سامنے کھڑا ہے - میں اپنے چہرہ کے ذریعہ سے سادہ
لباقت منگوا کر پیر جناب نظام الدین صاحب کا نام لکھا اور پیش کیا - تین بجے میں چلے نظام صاحب کے بیان
چلے گئے جو کچھ ہونا ہے دیکھیں ہوگا - غرض ہم تینوں نظامت اور فہمی ہو گئے - ہال ڈیڑھ بجے
پر نظام صاحب نے بلایا - میں ان دونوں کو ساتھ لیکر چیمبر میں گیا معتمد صاحب کا تعارف کراتے
ہوئے عرض کیا کہ ہم سب کی خواہش ہے کہ جناب اس جلسہ میں ضرور تشریف لائیں - نظام الملک
دیکھکر نواب دین یار جنگ بہادر نے فرمایا مجھے خود نواب صاحب کی تقریر سننے کی بہت خواہش ہے
لیکن اسی وقت ہوم آفس میں ایک ضروری میٹنگ میں شریک رہنا ہے اگر جلد فرصت
ہو جائے تو سیدھے جلسہ میں آؤنگا - میں کہا آپکو انجمن بہبودیہ نہیں گروہ کا مقام تو معلوم ہوگا
فرمایا کوئی بغیر آپکی معتمد کے زمانے میں ہم دفعہ وہاں آیا ہوں - تشریف آوری کیلئے شکریہ
توجہ دہو کر ہم واپس ہوئے - نیچے آکر جناب معتمد صاحب نے فرمایا تصور صاحب آپ جس معتمد کے
بیان آئے تھے وہ تو کچھ تذکرہ نہیں کیا صرف جلسہ میں آنے کی دعوت دیکر واپس ہو گئے
میں کہا مسئلہ تصفیہ ہو گیا اب آپ اطمینان سے جلسہ کیجئے کوئی رکاوٹ نہ ہوگی -
پھر سے اس بیان سے معتمد صاحب کی شاید تشفی نہیں ہوئی - میں بھی ان سے مزید بحث کرنا
مناسب نہیں سمجھا - غرض مجھے دفتر پر چھوڑ کر وہ حضرت واپس ہو گئے - پانچ بجے نواب صاحب
بیان گئے مجھے دیکھتے ہی نواب صاحب نے فرمایا کیا گرم عثمان آپ پاس آئے تھے - عرض کیا ہاں

تشریف لائے تھے انکی ملاقات کے بعد جو کچھ گفتگو سنا دیا - اور کہا کہ مجھے یقین تھا کہ
زبان مبارک سے حیدرآباد کی حضرت کے اتنا فاضلانہ جسکے ذہن میں بغیر رہے ہونگے
ورنہ وہ اسقدر ڈرپوک واقع ہوئے ہیں کہ اپنے ایک معمولی باورچی سے بھی گھبراتے ہیں
یہ تو فرمان کا معاملہ تھا اگر انکو ذرا سا بھی خیال ہوتا تو فوراً کوتوال صاحب کو حکم دیکر آپکی
تقریر رکوا دیتے - میرا خیال صحیح نکلا اسلئے انکی دلی بھلائی سے فائدہ اٹھا کر انکو اور
متحرک کر دیا یعنی نظام الملک دیگر جلسہ میں شرکت کی دعوت دیدی اور مقام انجمن سے وقت
اعتراف کر لیا - اگر وہ حیاتہ کل انکو ایسا خیال بھی آ جائے تو اپنی غلطی کو بھانپ خاموش
ہو جائینگے - یہ سنکر نواب صاحب بہت ہنسے اور فرمایا مجھے یقین تھا کہ آپ کوئی نہ کوئی صورت
نکال لینگے اسلئے اس حضرت کو آپ پاس بھیجا تھا -

دوسرے روز وقت مقررہ پر جلسہ ہوا - پبلک کی اسقدر کثرت تھی کہ جلسہ گاہ کے
اطراف دور دور تک لوگ کھڑے ہوئے تھے متعدد لاؤڈ اسپیکر لگائے گئے تھے -
اس شاندار جلسہ کے انتظامات پر تقریباً بارہ سو روپے صرف کئے گئے تھے -
اس جلسہ کا دلچسپ پہلو یہ رہا کہ نواب صاحب اپنے عنوان پر تقریر ختم کر کے فرمایا کہ
میری زبان بندی کا زمانہ ہے ورنہ میں یہ کہتا یہ کہتا فرما کر موجودہ سیاسی مسائل پر
کافی روشنی ڈالی اور آخر میں ارشاد ہوا کہ چونکہ میری زبان پر پابندی لگا دی گئی ہے
اسلئے کچھ نہیں کہہ سکتا -

معاشی کمیٹی کے شعبۂ نشر و اشاعت کی مصروفیات

جامعۂ عثمانیہ کے چند خاص گریجویٹس نے ایک معاشی کمیٹی کی تشکیل کا منصوبہ بنایا جس کا مقصد یہ تھا کہ ملک میں پھیلی ہوئی بیروزگاری دور کیا جائے۔ معاشیات کے جدید پہلوؤں پر غور کر کے ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کیا جائے جو کمیٹی کے مقاصد کو پورا کر سکے۔ چنانچہ کمیٹی تشکیل دی گئی اور دستور مدون ہوا۔ دفتر عابڈس روڈ پر قدیم کتب خانہ آصفیہ کے ایک حصہ میں قائم ہوا۔ جہاں اب مدرسۂ خانہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کمیٹی میں بہ استثناء چند سب ممبر عثمانین تھے۔ جناب سید شہاب الدین صاحب یداللہی (فرزند حضرت سید مرتضیٰ صاحب قبلہ) اس کمیٹی سے دلچسپی رکھتے تھے اور اس کے مستقل ممبر بھی تھے۔ ایک روز مجھ سے فرمایا کہ آپ بھی معاشی کمیٹی میں کیوں نہیں چلے۔ میں نے کہا۔ عثمانین کی جماعت کے ساتھ میں جس کو انگریزی کا ایک حرف بھی لکھنا آتا کیسے چل سکتا ہوں۔ رسول نے کہا۔ ہم اپنی کمیٹی میں ایسے نوجوانوں کو بھی شریک کر لیتے ہیں جو عملی کام کا تجربہ رکھتے ہوں۔ میں آپ کا تذکرہ کمیٹی میں کیا کہ معتمد کمیٹی نے کہا کہ انکو ضرور لیجئے ہم کمیٹی کا ممبر بنا لینگے۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ گیا اور مجھے کمیٹی کا ممبر بنا لیا گیا۔ مجھکو کام کرنے کا شوق تھا اور وہ کام بہت تھا۔ چند ماہ بعد ہمارے کام سے اور کام کی کمیٹی خوش ہو کر ہمکو شعبۂ نشر و اشاعت کا معتمد بنا لیا گیا۔ یہ کمیٹی ایک صنعتی ڈائرکٹری شائع کرنے کی تجویز کی اور ہم کو

چھوٹی کمپنیاں پھر جہاں جہاں صنعتی ادارے اور بڑے بڑے تجارتی فرمیں تھیں انکے تفصیلات
معلوم کرنے اور ساتھ ساتھ ڈائریکٹری کیلئے اشتہارات حاصل کرنے کو کہا گیا۔
میں اور سید شاہ الدین صاحب بیدانی اس دوروں پر چل پڑے۔
نظام آباد سے اورنگ آباد تک جن جن مقامات پر تجارتی کمپنیاں اور بڑے تاجر
نیز صنعتی ادارے تھے ہم انکے تفصیلات جمع کرتے ہوئے ان سے ڈائریکٹری کیلئے اشتہارات
بھی حاصل کئے۔ واپسی پر اس تحقیقات کی رپورٹ اور اشتہارات کی رقم جب کمیٹی کے
حوالے کی گئی تو اراکین کمیٹی نے ہمارے کام کی بہت تعریف و تحسین کی۔ غرض اطمینان ہوا۔
اس مساعی کمیٹی کی سرپرستی قوم پرست پارٹی کے بڑے بڑے لیڈر کیا کرتے تھے جن میں
نواب اکبر علی خاں صاحب بہادر مسٹر اے ایچ۔ مسٹر راما چاری وکیل۔ سید محمد علی مہدی۔
مسٹر رام کشن راؤ۔ مسٹر نرسنگ راؤ اڈیٹر اخبار رعیت بھی شامل تھے۔
مساعی کمیٹی کی جانب سے پہلی سالگرہ مبارک اعلیٰحضرت ہز اگزالٹڈ ہائینس
بڑے پیمانہ پر منائی جاتی تھی۔ اس تقریب کے موقع پر جو جلسہ ہال میں ڈنر کا بھی انتظام کیا جاتا تھا
جس میں صدر اعظم بہادر۔ صدر الصدور۔ ہائی کورٹ کے جج صاحبان کے علاوہ اعلیٰ عہدہ دار
مدعو کئے جاتے۔ میں سب انتظامات کیلئے مساعی کمیٹی نے فراہمی سرمایہ کے واسطے ایک
سب کمیٹی تشکیل دی تھی اس کمیٹی کیلئے مولوی محمد قدرت اللہ صاحب بی۔ اے۔ مسٹر
کرشنا سامی مدراج اور میرا انتخاب ہوا۔ ہم لوگ امرائے پائیگاہ و دیگر صدر الصدور سے
رقمی عطیہ جات حاصل کرتے جس سے ایام مذکورالصدر کے جلسہ انتظامات کے شاندار شان

انجام دیئے جاتے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب ملک کی قوم پرست پارٹی اور مجلس اتحاد المسلمین میں اختلافات
شدید تھے۔ میں سخت انتقدمات ہوتا ہوں گے تھے۔ میں مجلس کا ایک سرگرم رکن ہونے کے باوجود
ساشی کلچی جو قوم پرست پارٹی کی زیر قیادت کام کرتی تھی، شامل ہوں گی تھا۔ لیکن اُن کے سیاسی نظریات
سے متفق نہ تھا اور ایسے امور جو سیاسیات سے تعلق رکھتے اُن سے بے تعلق رہتا۔

یہ ساشی کلچی میں کام کرتے ہوئے دیکھکر مجلس کے ساتھیوں کو سخت ناگوار گذرتا تھا
چنانچہ ایک روز مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب رئیس اڈیٹر اخبار وقت نے مجھے فون پر کہا کہ
دفتر سے واپسی پر مجھ سے ملتے جائیے۔ میں ساڑھے پانچ بجے دفتر اخبار وقت پر پہونچا جہاں
رئیس کے کچھ شریک کار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارا بڑی گرمجوشی سے استقبال ہوا۔ دوران
چائے نوشی میں رئیس نے فرمایا۔ "صاحب آپ مجلس کے کارکن اور قائد ملت کے قریبی دوست
ہوتے ہوئے قوم پرست پارٹی کا ساتھ کیوں دیتے ہیں جو مجلس اتحاد المسلمین کا سخت دشمن ہے
میں کیا سیاسی سطح پر میں بھی وہ مخالف ہوں۔ البتہ ایسے امور میں وہ ساتھ دیتا ہوں جو سیاسیات
سے بالکل علیحدہ نوعیت کے حامل ہوں۔ رہنما نے فرمایا کچھ بھی ہو ہمارے ایک ساتھی کو آپ کو قوم پرست
پارٹی کے ساتھ کام کرتے ہوئے دیکھکر بڑی تکلیف ہوتی ہے اسلئے ہم اخبار میں پروپگنڈہ
کرتے ہیں۔ مجلس کے کچھ لوگ بھی ہمارے ہم نوا ہیں۔ میں کہا ایسے غلط پروپگنڈے سے ہمارا
کیا بگڑتا ہے۔ قوم پرست پارٹی کے سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ ہم سیاسی نظریات میں
میں مخالف ہوں۔ ویسے ہم خالص سیاسیات سے تعلق رکھنے کے ساتھ انجام دینے میں

میں ہرج نہیں سمجھتا۔ غرض رئیس اپنی بات پر اڑے رہے اور میں رضا جنوا
دس واقعے کے چھوٹے اور عبدالرحمٰن رئیس اور نواب منصور علی خان صاحب
بہادر جا کر پھر اسی مسئلہ کو چھیڑا۔ نواب صاحب نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تصور صاحب معاشی کمیٹی کے
رکن ہیں معاشی معاملہ سے نیز تقاریب سالگرہ مبارک و سال نو وغیرہ میں بھی معاشی کمیٹی
والوں کیساتھ مل کر کام کرتے ہیں جنکو میں نانا صاحب نہیں سمجھتا اس سے بڑھکر وہ ہمارا
پورا ساتھ دیتے ہیں۔ عبدالرحمٰن رئیس نے کہا پھر حال کیا ہے آپ انکو ہماری مخالف
پارٹی کیساتھ کام کرنے سے منع کر دیجئے۔ آپ کے کہنے کو نہیں ٹالیں گے۔ نواب صاحب نے فرمایا
رئیس تم تصور صاحب کے مزاج سے واقف نہیں ہو۔ پہلے تو میرا انکو منع کرنا تنگ نظری کے مترادف
ہوگا۔ اگر بفرض محال میں انکو منع کروں تو وہ صاف یہ کہینگے کہ میں اپنی زندگی کے جملہ
معاملات کا رجسٹری بحق مجلس نہیں کر چکا ہے۔ اگر مجلس ایسی ہی تنگ نظر ہے تو اسکو میرا سلام۔
اسکا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو ابھی فون کر کے انکو بلوا لیتا ہوں اور
اور تمہارے سامنے انکو معاشی کمیٹی کے کاروبار میں حصہ لینے سے منع کرتا ہوں
اگر وہ انکار کریں تو میرا اور تمہارا کیا مقابلہ رہیگا۔ اور وہ ضرور انکار کر دینگے
رئیس ایسے چھوٹے چھوٹے معاملات کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔
تصور صاحب مجلس کے بہترین ورکر ہیں۔ بلکہ میں یہ کہونگا کہ ہماری عاملہ کے ارکان میں
کوئی ایسا فرد نہیں ہے جو انکی کیطرح مجلس سے والہانہ وابستگی و جوش عمل رکھتا ہو
اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بعض حضرات جسمیں پولیس کی گرفت نہ ہونے کا قوی

زندگی تھا۔ ہمارے ساتھی اسمیں حصہ لینے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے لیکن یہ بلند مثالی تھا
انجام دیتے اور اپنے کو محفوظ بھی رکھتے۔ یہ تمام تفصیل ہمیں نواب محمد امین علی خاں صاحب
معلوم ہوئی جو ریکس کے ساتھ تھے۔ میرے مشن کا کارکنوں کے خیالات معلوم کرکے بڑی
مسرت ہوئی۔

معاشی کمیٹی نے مصنوعات ملکی کی نمائش منعقد کرنے کا جب ارادہ کیا تو سرمایہ کا
سوال سامنے آیا کیونکہ نمائش کا کوئی سرمایہ نہیں تھا۔ طے پایا کہ اسکے لئے چندہ کیا جائے چنانچہ نمائش کمیٹی کے ارکان نے
تھوڑی سی کوشش میں پندرہ ہزار روپے جمع کر لئے۔ اسی سے کام آغاز کرکے اخبارات
میں اعلانات شائع کئے گئے۔ مقامی و اضلاع کے مشہور صنعتی اداروں کو شرکت
کی دعوت دی گئی۔ حکومت نے بھی اس سلسلہ میں دلچسپی لی اور سہولت پہنچائی۔

دکن میں حیدرآباد میں پہلی دفعہ مصنوعات ملکی کی نمائش باغ عامہ کے شمالی حصہ میں
سیزن کے قریب منعقد کی گئی۔ اس نمائش سے کافی آمدنی ہوئی دوسرے سال اعلیٰ پیمانہ پر
انتظامات کئے گئے۔ اس نمائش میں اعلیٰحضرت بذات خود تمام عالی میں معہ خاندان شاہی و درباری
تشریف فرما کرتے تھے۔ پہلے پہلے اس نمائش میں مصنوعات ملکی کے علاوہ غیر ملکی مصنوعات
بھی رکھی جاتی تھیں۔ اعلیٰحضرت نے فرمان جاری کیا کہ نمائش میں مصنوعات ملکی کے سوا
باہر کی مصنوعات نہ رکھی جائیں۔ اس سے اعلیٰحضرت کا مقصد ملکی مصنوعات کو فروغ
دینا تھا۔ چنانچہ نظام حیدرآباد تک صرف ملکی مصنوعات کا ہی انتظام کیا جاتا رہا۔
انتظام کے بعد اس نمائش کا نام آل انڈیا نمائش رکھا گیا۔ جس کی وجہ سے بازار کی

سب چیزیں نمائش میں آنے لگیں۔ اب یہ نمائش مصنوعات کے بجائے اسکی حیثیت ایک مینا بازار کی سی ہو گئی ہے۔ اور آمدنی ہزاروں سے بڑھکر لاکھوں روپے تک پہونچ گئی ہے۔

ابتدا سے نمائش سے پولس آکشن تک میں نمائش کمیٹی کا رکن رہا اور رکنیت کا سالانہ چندہ برابر ادا کرتا رہا۔ پولس آکشن کے بعد اس کمیٹی کی رکنیت سے استعفا دیدیا۔ اب نہ وہ مخلص ساتھی رہے نہ ارکان کمیٹی میں خلوص و محبت۔ اور نمائش بھی ایک تجارتی منڈی بنکر رہ گئی ہے۔

تنظیم مسلم رضاکار ۴ (۲۵)

آج سے تقریباً ۲۳-۲۴ سال قبل مہمدویہ کلب مشرف آباد میں محلہ کے نوجوانوں کو فنون سپہ گری یا باضابطہ تعلیم دیجاتی تھی جسمیں تلوار - نیزہ - پیک پٹہ - ورزش وغیرہ فنون شامل تھے - ہر شعبہ کیلئے ماہرین اساتذہ کا باضابطہ انتظام کیا گیا تھا - اس سلسلہ میں مجھے خیال ہوا کہ ان نوجوانوں کیلئے فوجی تعلیم کا بھی باضابطہ انتظام کیا جانا چاہیئے - اتفاق سے ان دنوں محلہ مشرف آباد ہی میں ایک صاحب محمد عبداللطیف نامی (پنجابی فوج کے پنشن یافتہ) رہا کرتے تھے - میں اس خصوص میں ان سے گفتگو کی - موصوف نے نہایت خوشی سے رضاکارانہ طور پر محلہ کے نوجوانوں کو فوجی تعلیم دینے آمادگی کا اظہار فرمایا - میں اس اتفاق کو غیبی امداد سمجھ کر محلہ کے پچیس ۲۵ تیس ۳۰ نوجوانوں کو منتخب کر کے فوجی تعلیم کا آغاز کر دیا - اس تنظیم کا نام "مسلم رضاکار" رکھا گیا - ان محلہ رضاکاروں کے ڈریس اور کپتان عبداللطیف صاحب کا ڈریس نیز تمام متعلقہ اشیاء خود ہی سے فراہم کیے گئے - تائید ملت نے اس تنظیم کیلئے کافی رقمی امداد فرمایا -

ان رضاکاروں کی فوجی تعلیم کی تکمیل کے بعد کپتان عبداللطیف صاحب ہفتہ میں ایک روز جمعہ کے دن اپنے فوجی دستہ کو لیکر ساتھ لے کر روڈ مارچ کے لئے نکلتے تھے اور تمام گلی محلوں کا چکر لگاتے تھے - کبھی سکندر آباد اور کبھی شہر کیطرف چار مینار تک روڈ مارچ ہوا کرتا تھا - دو چار دفعہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ رنگے روڈ مارچ کے دوران اعلیٰحضرت کی سواری مبارک سامنے سے گذری - ایسے موقعوں پر

عبداللطیف صاحب اپنے سپاہیوں کو عام کرکے باقاعدہ فوجی طریقہ پر حضور نظام کو سلامی دیا
جواب اعلیٰحضرت نے ہمیشہ انگلی اٹھا کر دیا کرتے تھے۔ اور جب کبھی یہ رضاکار
گنگ کرکٹ مبارک کے سامنے سے گذرتے تو دولہا پاشاہ مبارک پر متعین فٹ ٹرانسپورٹ
و پولیس رجمنٹ کے سپاہی اٹینشن ہوکر اس دستہ کو فوجی سلام کرتے۔ کیونکہ یہ
رضاکار اپنے مکمل فوجی یونیفارم ڈریس اور ڈسپلن کے لحاظ سے بالکل فوجی معلوم ہوتے تھے
چنانچہ ریزیڈنٹ بہادر نے کوتوال بلدہ کو ایک مراسلہ لکھا جس میں مرقوم تھا کہ
حدود سکندرآباد یا محصور بلام ریزیڈنسی ہوز کے سامنے سے اکثر ایک فوجی
دستہ گذرتا ہے رسالہ کس فوجی یونٹ سے تعلق ہے جو بلا اجازت ہمیشہ حدود
ریزیڈنسی میں سرود مارچ کیا کرتا ہے بعد دریافت کی اطلاع دیجائے۔

ایک روز میں کلب میں اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا ایک پولیس کا جوان آیا اور کہا
آپکو نائب کوتوال صاحب بلا رہے ہیں۔ میں پوچھا وہ کہاں ہیں تو کہا باہر موٹر میں
بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں کہا انکو اندر آنے کیلئے کہو۔ وہ نے اصرار کیا آپ خود
چلکر مل لیجئے۔ مجھے غصہ آگیا اوسکو جھڑک کر کہا۔ جب وہ مجھسے ملنے آئے ہیں تو
یہاں کیوں نہیں آتے جاؤ ان سے کہدو یہاں آکر ملیں۔ وہ چلدیا۔ کچھ دیر کے بعد
نائب کوتوال اور مقامی صدر امین تشریف لائے۔ سلیک علیک کے بعد انہوں نے
دریافت کیا۔ کیا یہی عہدہ کلب ہے۔ میں کہا جی ہاں۔ دریافت کیا کہ
اسمیں کیا ہوتا ہے۔ میں کہا اسمیں مذہبی و ادبی جلسے ہوتے ہیں علاوہ

نوجوان بیاڈ منٹن کھیلتے ہیں۔ ورزش کرتے ہیں اور کچھ نوجوان فوجی تعلیم حاصل کرتے ہیں
پھر پوچھا کیا یہ فوجی رضاکار روڈ مارچ بھی کیا کرتے ہیں۔ میں اثبات میں جواب دیا۔
پوچھا اس رضاکار تنظیم کا کیا مقصد ہے۔ میں نے کہا پہلا مقصد تو یہ ہے کہ
ان نوجوانوں کی صحت اچھی رہے۔ دوسرا یہ کہ غیر سماجی افراد محلہ میں
ہنگامے و فساد کرتے ہیں تو یہ رضاکار بلا مذہب و ملت مظلوموں کی
مدد کرتے ہیں اور شرارتی شرارت سے باز رہتے ہیں۔ دریافت کیا یہ
سب کچھ کس کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ میں کہا میری نگرانی میں یہ جائیداد موقوفہ ہے
میں رسالہ قتولی ہوں۔ پھر بڑے نرم لہجے میں کہا گیا کہ آپ ان رضاکاروں کو
آئندہ سے علاقہ سکندرآباد میں روڈ مارچ کرنے سے منع کر دیجئے۔
یہ کہکر رزیڈنسی کے مورسلہ کا ذکر کیا۔ میں پوچھا کیا رزیڈنٹ بہادر ان بچوں سے
ڈرتے ہیں۔ نائب کوتوال صاحب نے ہنسکر فرمایا ایسا نہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ یہ
خانگی تنظیم ہے وہ کوئی باقاعدہ فوجی دستہ سمجھتے ہیں۔ چونکہ علاقہ کنٹونمنٹ میں کسی
غیر مستقل فوج کا روڈ مارچ کرنا فوجی قانون کے خلاف ہے۔ بہرحال آپ انکو علاقہ
رزیڈنسی کے کسی حصہ میں روڈ مارچ کرنے سے منع کر دیجئے۔ میں کہا ضرور ہدایت کر دونگا۔
اسکے بعد شکریہ ادا کرتے ہوئے چلے گئے۔

بعہد عماد المسلمین کے حکم کی بنا پر شہر حیدرآباد میں جاں جاں
بعض نامی شاخیں قائم تھیں وہاں کے صدور رضاکار تنظیم کا انتظام کرتے تھے

مجلس کے سالانہ جلسوں میں ان رضاکاروں کو طلب کر کے ان سے جلسہ کے انتظامات
میں مدد لی جاتی تھی۔ ایک دفعہ سالانہ جلسہ کے موقع پر جناب عبدالرحمٰن صاحب
اڈیٹر اخبار وقت نے نواب صاحب سے کہا تصور صاحب مشرق آباد میں رضاکاروں
کی بڑی اچھی تنظیم ہے لہٰذا انکے رضاکاروں کو طلب کرنا چاہیئے۔
قائد ملت نے مجھے رضاکاروں کو دعوت کرنے کی خدمت سونپی۔ حسب الحکم میں رضاکار
روانہ کر دیئے۔ جملہ رضاکاروں سے کام لینا جن صاحب کے ذمہ تھا انہوں نے
ہمارے رضاکاروں کو ڈائیس کے قریب متعین کر کے ایک رضاکار کو اوس ہال کے
دروازہ پر متعین کر دیا جس میں سبکدوش کمیٹی کا اجلاس ہو رہا تھا۔
ان صاحب نے رضاکاروں کو ہدایت کی تھی کہ کسی صاحب کو اندر جانے نہ دیا جائے۔
کچھ دیر کے بعد ایک صاحب تشریف لائے اور اندر جانا چاہا۔ ان رضاکاروں نے
اپنے کیپٹن کو کر انکو اندر جانے سے روک دیا۔ انہوں نے کہا میں رکن عاملہ
ہوں مجھے تو اجلاس میں شریک ہونا ہے رضاکاروں نے کہا ہم حکم کے پابند ہیں
ہم سے کہا گیا ہے کسی کو اندر جانے نہ دیا جائے وہ صاحب پریشان ہوئے اور
رضاکاروں سے الجھنے لگے۔ ایسے میں وہ منتظم صاحب تشریف لائے جنہوں نے رضاکاروں کو
پہرے پر مقرر کیا تھا۔ انکے کہنے پر رضاکاروں نے اپنے کیپٹن کو بلا لیا۔
رکن عاملہ نے اندر جا کر قائد ملت سے کہا ہم پہرے کے رضاکار مجھے اندر آنے سے
روک دیا تھا۔ قائد ملت ہنستے ہوئے فرمائے ہم نے ہدایت کی تھی کہ کسی کو اندر

جانے نہ دیا جائے۔ اگر کچھ دیر بعد بھی آتا تو اپنے آفیسر کے حکم کے بغیر مجھے بھی اندر جانے نہ دیتے۔ یہ حیدرآباد کے رضاکار ہیں جو ڈسپلن کے سخت پابند ہیں۔

۱۹۴۸ء فصلی میں مجلس اتحاد المسلمین نے حیدرآباد کے تمام رضاکاروں کو اسلام جاری کئے۔ ۱۵ تاریخ مقررہ پر پٹلہ بیرج کے میدان میں جمع ہو کر تائید ملت کو مسلمان دیں چنانچہ اس سلسلہ میں ہمکو بھی حیدرآباد کے رضاکاروں کو لانے کیلئے مرسلہ بھیجا گیا اس مرسلہ میں مولوی ابوالحسن سید علی صاحب معتمد مجلس اتحاد المسلمین نے تحریر فرمایا تھا "حیدرآباد کے رضاکاروں اتحاد المسلمین" تائید ملت اس مرسلہ کو دیکھکر فرمایا کہ یہ مجلس کے رضاکار ہیں جنہوں نے ایسا لکھا تو گویا رضاکاروں کو روانہ نہیں کرینگے یہ تنظیم "مسلم رضاکار" کے نام سے موسوم ہے یہ فرما کر صحیح پنسل سے اتحاد المسلمین کے الفاظ قلمزد کر کے "مسلم" تحریر فرمایا۔ الغرض تاریخ معینہ پر ہمارے رضاکار پٹلہ بیرج کے میدان پر بغرض مسلمانی پہنچ گئے۔ رضاکاروں کا مسلمانی کا منظر دیکھنے کیلئے ہزارہا لوگ پٹلہ بیرج کے میدان میں جمع ہو گئے کیونکہ ایک روز سے اس مسلمانی کی اطلاع مقامی اخبارات میں شائع ہو رہی تھی۔ تقریباً پچیس تیس ہزار اشخاص میدان کے اطراف مسلمانی کے معائنہ کیلئے جمع ہو گئے تھے۔

نواب صاحب معہ اراکان عملہ ایک مناسب مقام پر تشریف فرما تھے۔ ٹھیک پانچ بجے مسلمانی دینے کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ حیدرآباد کے نقشہ تنظیم کے رضاکار اپنے صدر کے ساتھ ایک ایک یونٹ کی طرح آتے اور

تائید ملت کو سلامی دیتے ہوئے گذر جاتے۔ جب مشیر آباد کے رضا کار
اپنے کپتان کی قیادت میں تائید ملت کو سلامی دیتے تو پورے مجمع نے
اللہ اکبر کا ایک فلک شگاف نعرہ لگایا۔ اسکی وجہ شاید یہ تھی کہ کسی بھی تنظیم
کے رضا کار اس قدر باضابطہ ڈریس تھا نہ اتنی رفتار میں فوجی جاتا تائید گی تھی۔
کوئی وردی پہنا ہوا تھا تو کوئی شلوار باندھا ہوا تھا کسی نے ننگا کوٹ پہنا ہوا تھا تو
کسی نے شیروانی پہن رکھی تھی حتیٰ کہ بعض رضا کار کرتہ اور تہبند ہی سے سلامی
دینے آ گئے تھے اور بوقت سلامی یہ رضا کار ادھر ادھر دیکھ رہے تھے
ان میں کسی قسم کا فوجی ڈسپلن نظر نہ تھا۔ تائید ملت ان رضا کاروں کی اس
بے ضابطگی دیکھکر بہت متاثر ہوئے۔ مشیر آباد کے رضا کاروں کی باقاعدگی
اور فوجی ڈسپلن دیکھکر ارکان عاملہ اور تائید ملت نے ہمکو مبارکباد دی۔

ایک روز محمد عبد اللطیف صاحب کپتان رضا کاروں نے مجھ سے خواہش
کی کہ مشیر آباد کی بڑی مسجد کے میدان میں صرف ان کے رضا کاروں کی
سلامی کا انتظام کیجئے۔ میں اس سلامی کا فوٹو اپنی کتاب "وقت کی بات"
میں لگا کر تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے رسالہ تذکرہ ان سے کہا۔
آپ کی آمد کی پر ایک دن ۵ بجے سلامی کے لئے مقرر ہوا۔ انجمن اسلامیہ مشیر آباد
کے معزز ارکان عاملہ نے انجمن غرکر کی طرف سے اس روز علیحدہ انتظام بھی
کیا تھا۔ سلامی کا منظر دیکھنے کثیر تعداد میں پبلک جمع ہو گئی۔ پانچ بجے تائید ملت

ٹیلیفون آیا اس وقت ایک ضروری کام پر میں باہر جا رہا ہوں آج کا پروگرام ملتوی کر کے
آئندہ کوئی تاریخ مقرر کیجائے۔ دوسرے دن میں تائید ملت سے ملنے انجمن اسلامیہ
سترآباد کے ارکان نے جس عنوان کا انتظام کیا تھا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے
کہا اس آپکو سنا پر جانے دینا ہوگا۔ ہنستے ہوئے اور شاد ہوا اس کی بحث کیجئے
اور کر دیا جائیگا۔ غرض مسلمی کیجئے دوسری تاریخ مقرر ہوئی جسکو میں نے اپنے
کی ڈائری میں نوٹ کر دیا۔

تاریخ مقررہ پر میں اور جناب قاضی بھائی تائید ملت کو لینے بیگم بازار پہنچے
یہ جمعہ کا دن تھا دیوڑھی میں اتحاد المسلمین کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہو رہا تھا۔
نواب صاحب کو ہمارے آنے کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ارکان عاملہ سے فرمایا
آپ لوگ اپنا کام جاری رکھئے میں آدھے گھنٹے میں آتا ہوں۔
مولوی ابوالحسن مسلم شمسی صاحب معتمد و دیگر ارکان عاملہ نے کہا نواب صاحب آج بہت
اہم مسائل کا تصفیہ ہونا ہے براہ کرم آپ مسلمی کے معاملہ کو کسی اور دن
کیلئے اٹھا رکھئے۔ نواب صاحب نے فرمایا پہلے ہی ایک تاریخ مس ہو چکی ہے
اب تو ضرور صاحب خود مجھے لے جانے آئے ہیں آپ لوگ زحمت طلبت سے دور تشریف
وہ مجھے ساتھ لئے بغیر نہیں جائینگے یہ کہکر ڈرائیور قدم صاحب میاں کو موٹر نکالنے
کہا اور ہمارے ساتھ ہو گئے۔ الغرض وقت مقررہ پر مسلمی ہو گئی
فوٹو لیا گیا۔ اس دفعہ بھی انجمن والوں نے عمدہ انتظام کیا تھا۔ بڑی شکل سے

عورتیں شریک ہو کر شکریہ ادا کرتے ہوئے واپس ہو گئے۔

نواب صاحب کو سلامی دینے کے چند روز بعد عبدالوہاب صاحب پاکستان رضاکار نے مجھ سے خواہش کی کہ آپ اپنا نیشنل گارڈ کا ڈریس پہنکر آئیے کلب کے صحن میں رضاکاروں کیساتھ میں آپکو سلامی دیتا ہوں اور فوٹو کا انتظام بھی ہوگا۔ لیکن میں نے انکی اس تجویز کو پسند نہیں کیا۔

نیشنل گارڈ

بعض اراکان عاملہ مجلس اتحاد المسلمین نے قائد ملت سے اجازت لیکر ایک نیشنل گارڈ تشکیل دینے کی تجویز کی تھی۔ اس تحریک میں شریک ممبران کیلئے ڈریس تیار کرنے کا انتظام کیا گیا۔ ڈریس میں سبز رنگ کا قمیص کالے رنگ کا پتلون۔ جسکے پائنچوں پر سرخ رنگ کا پٹہ لگا ہوا۔ سیاہ شوز۔ ایک کمر پٹہ۔ ایک چمڑے کا بلٹ جسمیں کارتوس اور ریوالور رکھنے کے حلقے بنے ہوئے تھے۔ ایک بڑے بالوں کی سیاہ ٹوپی جسکے نیچے سنہری زنجیر لگی ہوئی۔ یہ چیزیں شامل تھے۔ ریوالور کے سوا مکمل ڈریس کیلئے مبلغ پینتیس ۳۵ روپئے کا خرچ آرہا تھا۔ اسکی تکمیل کا ذمہ صدر مجلس نے لیا تھا۔

اس نیشنل گارڈ میں مولوی یامین زبیری صاحب جو ابوالحسن سے متعلق تھے

بعد معتمد مجلس منتخب ہوئے تھے شریک تھے انکے علاوہ مولانا سید نظیر علی صاحب
رکن عاملہ - مولوی عبدالرحیم صاحب رکن عاملہ - مولوی عبدالرحمٰن صاحب رئیس اڈیٹر وقت
و رکن عاملہ - مولوی عبدالرؤف صاحب ایڈوکیٹ رکن عاملہ وغیرہ اصحاب بارہ رکن
عاملہ نیشنل گارڈ میں شریک تھے -

میں اور محمد ابراہیم خان صاحب ساکن نیل گڑھ نواب صاحب سے خدمتِ فوجی میں بھی
اجازت ہو تو نیشنل گارڈ میں شریک ہونا چاہتے ہیں - نواب صاحب نے فرمایا منشی
یامین صاحب کو رقم دیدیجئے وہ ڈریس کا انتظام کر دینگے چنانچہ ہم نے معتمد صاحب کو
رقم دیکر ڈریس تیار کروالیا - یہ ڈریس پہنکر آدمی ایک تماشہ بن جاتا تھا
بالخصوص ٹوپی کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خارکوف محصورۂ روس کی فوج کا
کوئی آفیسر ہے - اس ڈریس کو پہننے کا مجھے صرف ایک دفعہ اتفاق ہوا -
ضلع کرمنگر میں جلسہ سالانہ جلسہ نواب صاحب کی صدارت منعقد ہونا طے پایا تھا
نواب صاحب نے ہر جلسہ میں مجھے بھی اپنے ساتھ چلنے کو فرمایا - میں نے کہا اگر اجازت ہو تو
نیشنل گارڈ کا ڈریس پہنکر حفاظتی سپاہی کی طرح آپکے ساتھ چلونگا - مسکراتے
ہوئے فرمایا اچھی بات ہے - میں خیال کیا کہ ایک کے بجائے دو سپاہی ہوں تو
بہتر ہوگا - اسلئے محمد ابراہیم خان صاحب کو بھی یہ ڈریس ساتھ چلنے آمادہ کر لیا -
طے پایا کہ جلسہ کے روز صبح پانچ بجے نواب صاحب کی ڈیوڑھی سے جملہ اراکین عاملہ
نواب صاحب کے ساتھ ہائی روڈ کریم نگر روانہ ہونگے - چنانچہ ایسا ہی ہوا -

نواب صاحب کی موٹر میں محترم ابراہیم خان اور سید حسین ملازم نواب صاحب تھے۔ کہ دیکھتے
راستہ میں اکثر مواضعات کے مسلم و غیر مسلم حضرات کی تعداد میں نواب صاحب
جمع رہتے۔ جیسے موٹر انکے قریب گزری اللہ اکبر کے نعرے لگائے جاتے تھے
کرینگر کے قریب قریب کے مواضعات کے حضرات موٹر روک کر نواب صاحب کو پھول پہناتے
ضلع کے ایک میل کے قریب بمبس کے ارکان عالیہ و دیگر معززین کا کثیر اجتماع استقبال
کیلئے منتظر تھا۔ جیسے ہی ہم وہاں پہونچے اللہ اکبر و تائید ملت زندہ باد کے فلک شگاف
نعرے لگائے گئے نواب صاحب کی گل پوشی ہوئی۔ یہاں ایک بڑا شامیانہ نصب کیا گیا تھا
جس میں عصرانہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ چائے نوشی کے بعد میں اور ابراہیم خان اپنا نیشنل گارڈ
کا ڈریس پہنے کئے یہاں سے سب جلوس کی شکل میں روانہ ہوئے۔ ہم دونوں نواب صاحب
کی موٹر کے دونوں طرف فٹ پاتھ پر کھڑے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ پبلک کی اسقدر
کثرت تھی اور ایک میل کا راستہ دیکھتے دیکھتے طے ہوا۔ ہم اپنی ہیئت کذائی کا
وجہ سے تماشا بنے ہوئے تھے۔ بالخصوص دیہاتی لوگ نواب صاحب کو کم اور ہم کو زیادہ
گھور رہے تھے۔ کرینگر سے ایک میل آگے جہاں چائے نوشی ہوئی تھی اور جہاں ہم نے نیشنل گارڈ
کا ڈریس پہنا تھا وہاں سید حسین ملازم نواب صاحب نے کہ اسطرح موٹر کا دروازہ بند کیا کہ
ہمارے بائیں ہاتھ کے دو انگلیاں دروازے میں آ گئے اور چیک گئے۔ ناخن پھٹ گئے
جسکا درد سے بدن خون جاری ہو گیا تھا مگر سید حسین صاحب نے اپنی دستی پاس بھگو کر باندھ دیا تھا پھر
خون کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ ہم تکلیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسی حالت میں

نواب صاحب کے ساتھ ہو گئے۔ راستہ میں نواب صاحب کو نظر آیا کہ ہاتھ پر پٹی
جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ گھبرا کر پوچھے یہ کیا ہو گیا آپ کے ہاتھ کو میں کہا
انگلیاں موٹر کے دروازہ میں آ گئی تھیں۔ فرمایا آپ اندر آ جائیے لیکن میں
صاف چاہتے ہوئے اسی طرح کھڑا رہا۔ جس بنگلہ میں نواب صاحب کے ٹھہرنے کا انتظام
کیا گیا تھا وہاں پہنچتے ہی منتظم جلسہ کو طلب کر کے فرمایا کسی ڈاکٹر کو بلوائیے تاکہ انکے
ہاتھ کی ڈریسنگ کیا جائے۔ انہوں نے فوراً ایک ڈاکٹر صاحب کو لے آیا۔ ڈاکٹر ڈریسنگ
کرتے ہوئے فرمایا بہت گہرے زخم آئے ہیں آپ اب آرام کیجئے۔ نواب صاحب نے حاضرین سے
ہمارا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا بہت سخت مزاج ہیں باوجود انتہائی تکلیف کے برابر
موٹر پر کھڑے رہے پھر بہت طویل راستہ طے کیا۔

میاں اور خان صاحب نے ایک دوسرے بنگلہ میں بڑے پیمانہ پر فرشمنٹ کا
انتظام کیا تھا۔ جب نواب صاحب شرکت کیلئے تیار ہوئے تو ہم دونوں بھی ساتھ چلنے
آمادہ ہوئے نواب نے منع بھی کیا لیکن ہم نے نہ مانا۔ اور برہنہ کرچ لئے ہوئے نواب صاحب کے
آگے آگے چلتے رہے۔ جس ہال میں فرشمنٹ کا انتظام تھا اور جس میں نواب صاحب
معہ مہمانوں کے داخل ہو گئے اور ہم دونوں دروازے پر پہرے دار کھڑے ہو گئے
صدر ضلع نے ہم سے خواہش کی کہ آپ حضرات بھی اندر چلکر بیٹھئے لیکن ہم نے معافی
چاہ لی۔ انہوں نے نواب صاحب سے جا کر کہا کہ آپکے سپاہی اندر آنے سے انکار کر رہے ہیں
نواب صاحب نے ہنسکر فرمایا وہ اسوقت ڈیوٹی پر ہیں آپ کے کہنے سے نہیں آئینگے یہ کہکر

نواب صاحب خود تشریف لائے اور فرمایا کہ آپکی ڈیوٹی ہر جگہ ہمارے ساتھ
شریک ہو جائے۔ تعمیل حکم میں ہم نے ایک سوٹ مار کر کیرج میاں میں رکھکر ساتھ
ہو گئے۔ بعد فراغ اسطرح ڈیوٹی ادا کرتے ہوئے واپس ہوئے۔
تقریباً تمام رات مجھے نیند نہیں آئی۔ درد کی شدت کیوجہ سے بخار آگیا تھا
صبح میں ڈاکٹر صاحب آئے ڈریسنگ کے بعد کچھ دوا بھی روانہ فرمایا۔
آج یہاں سالانہ جلسہ اتحاد المسلمین کا ایک بڑے پنڈال میں انتظام
کیا گیا تھا۔ بعد سفر جلسہ گاہ کو جانے کی تیاری کے تو ہم بھی اپنا بستر بند کار
کا ڈریس پہنکر تیار ہو گئے یہ دیکھکر نواب صاحب کچھ خفگی کے انداز میں فرمایا بخار کی
حالت میں آپکا چلنا مناسب نہیں ہے لیکن ہمارے عاجزانہ اصرار پر مجبور ہو کر
فرمایا اچھا بات تو چلئے لیکن گیٹ پر کھڑے رہنے کی ہرگز اجازت نہیں
دیجا سکتی۔ ہمارے ساتھ ڈائس پر بیٹھئے اور واپسی میں ساتھ آجانا۔
ہم نے منظور کر لیا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ الغرض ہم دونوں وہاں اسطرح گذار کر تیسرے
دن حیدرآباد واپس ہو گئے۔

قائد ملت بہادر احمد عبدالدین (احمد نواز جنگ) کا مجلس اتحاد المسلمین پر اعتراض اور اس کا ردِ عمل

(۲۶)

جیسا میں پہلے لکھ چکا ہوں حکومت حیدرآباد نے ملک میں سرکار کو مجلس اتحاد المسلمین کی رکنیت اختیار کرنے منع کر دیا تھا اور امتناعی احکام بذریعہ گشتی جاری کر دیئے تھے۔ اسلئے میں مجلس کو باقاعدہ چار آنہ کا ممبر بھی نہیں تھا لیکن اسکے باوجود حیدرآباد و سکندرآباد کے دونوں حصوں میں مجلس کی ہر تنظیم سے میرا تعلق رہا۔ قائد ملت نے شہر حیدرآباد کو چند حلقوں میں تقسیم کر کے ایک ایک حلقہ قابل اعتماد اشخاص کی نگرانی میں دیدیا تھا۔ ان حضرات کے ذریعہ میں دائرہ اتحاد المسلمین کے احکام کی تعمیل جلسہ ہائے عام و موافق مجلس مسلمانوں کو سمجھایا کرتا۔ شدہ جلوس نکالنا۔ اعلانات مردہ باد کے نعرے لگانا۔ دیواروں پر اعلانات مردہ باد لکھوانا۔ احتجاجی طور پر مسلمانوں کے دوکانات بند کروانا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسطرح میری نگرانی میں کرنول کے نالے سے مشیرآباد و سکندرآباد کے کنٹونمنٹ کا پورا علاقہ دیا گیا تھا۔ رات کے گیارہ بجے کے بعد سکندرآباد کے ایک مکان میں ہمارے خفیہ اجلاس ہوا کرتے تھے۔ بعض بعض دفعہ مہدی پٹنم شہر آباد میں بھی خفیہ اجلاس منعقد ہوتے۔

اس زمانے میں حکومت اور مجلس اتحاد المسلمین میں سخت اختلافات رونما ہو گئے تھے

حکومت اپنے نظریہ کے مطابق اصلاحات نافذ کرنا چاہتی تھی ۔ مجلس اتحاد المسلمین
ان اصلاحات کو مسلمانوں کے مفاد کے منافی سمجھکر اسمیں ترمیمات کی
خواہاں تھی ۔ ایسے نازک دور میں خان بہادر احمد علاء الدین (احمد نواز جنگ)
کا ایک مضمون مقامی اخبارات میں شایع ہوا ۔ جسمیں حکومت کے طریقہ کار کی
تائید اور مجلس کی مخالفت اور اسکے مطالبات کی مذمت کی گئی تھی ۔
اسکے پس منظر میں خان بہادر محمد علاء الدین کے تعلقات
تائید ملت کے ساتھ نہایت مخلصانہ تھے ۔ خان بہادر موصوف وقتاً فوقتاً مراکز
مجلس کی کافی اچھی امداد بھی کیا کرتے تھے ۔ محض سر اکبر حیدری صدر اعظم کے
دباؤ میں آکر انہوں نے اس سیاسی مسئلہ میں اپنی حسب ذیل رائے (جسکا مضمون
سر اکبر حیدری کا مرتبہ تھا) اخبارات میں شایع کروادیا ۔ اسکی نقل درج ذیل ہے
خان بہادر علاء الدین کی رائے
خان بہادر احمد علاء الدین صدر چیمبر آف کامرس حیدرآباد نے ایک صحافی سے گفتگو میں کہا
اس جمہوریت سے متاثر ہوئے بغیر جو اصلاح کردہ بلیں ہے
اور جسکے تعلق سے بعض حلقوں نے ایک شور مچا رکھا ہے
عوام کی حالت اور واقعات کا لحاظ کرتے ہوئے میں
دستوری اصلاحات کے اعلان کا خیر مقدم کرتا ہوں
کیونکہ اگر یہ عوام اور حکومت سرکار عالی کے درمیان

قریب تر تعلقات پیدا کرنے کا اقدام ہے"
آگے چل کر انہوں نے کہا کہ
"ان اصلاحات کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ حلقوں کے
انتخاب معاشی بنیادوں پر قائم کئے جائیں گے جو ہر مفاد
کے نمائندوں کے انتخاب کی ضامن ہوگی اور ایک طبقہ کو
دوسرے طبقہ پر غلبہ حاصل کرنے کا موقع نہیں رہے گا۔
اسکے ساتھ ساتھ ایسی وجہ سے اُن لوگوں کی تعداد
کم ہو جائیگی جو سیاسیات کو اپنا پیشہ بنائے ہوئے ہیں۔
اور جن کا مقصد بھولے بھالے عوام سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے"
درحقیقت یہ تجویز اُن طبقوں کی ترتیب کے لئے
بہترین ذریعہ فراہم کرے گی جو اب تک سیاسیات
سے دور رہے ہیں۔ ایسی توقعات واقعتاً کرنا
چاہئے کہ تمام حلقوں کی جانب سے ان اصلاحات کی
متفقہ طور پر داد دی جائیگی۔ تمام فرقوں کے
بے عمل اور خیالی حلقے اس اسکیم پر تنقید و تنقیص
کرینگے۔ لیکن عملی اور روشن خیال لوگ باوجود
اسکے کہ وہ ذہنی اثر نہیں اسکو قبول کرینگے"

رخبار خان بہادر کے اس مضمون کو دیکھ کر جس میں اتحاد المسلمین پر ایک
حملہ کئے گئے تھے مجھے بڑی تکلیف ہوئی۔ خیال ہوا کہ کوئی ایسی تجویز کی
جانی چاہئے کہ جس سے خان بہادر اپنے اس غلط اقدام پر جو (بمبئی میں بھی)
ندامت محسوس کریں اور ان ڈائرکٹ حکومت کا جواب بھی ہو سکے۔
اس تجویز کو اسطرح عملی جامہ پہنایا گیا کہ ڈائنر کے دو چھوٹے ڈبے اور
دو برش خریدے گئے۔ اور اپنے ایک رازدار و مخلص دوست جناب
سید کرامت اللہ صاحب کو ساتھ لیکر رات کے بارہ بجے کے بعد سیکلوں پر
سکندرآباد پہونچے۔ خان بہادر کے بنگلہ کے سامنے چمن میں سیکلوں کو اسطرح باڑ میں اسطرح
چھپا دیا کہ کسی کی نظر نہ پڑ سکے۔ ڈائنر کے ڈبے اور برش لیکر خان بہادر کا
کمپونڈ وال۔ مجوبیہ کالج کی دیواروں پر نیز کنگس ویے کی سڑک پر
دور تک۔ اور ہر طرف جانب کی دیواروں پر۔ اصلاحات مردہ باد۔
خان بہادر مردہ باد۔ حکومت کا پٹھو عدو الدین مردہ باد۔ بڑے بڑے
جلی خط میں لکھ دیا گیا۔ دوران تحریر میں اتفاق سے بارش کا سلسلہ شروع
ہو گیا تھا لیکن ہم پانی میں بھیگتے ہوئے اپنا کام جاری رکھا۔
بارش کی وجہ سے شاید پولیس اپنے گشتی فرائض سے باز رہی ورنہ ہم اس
وطنانہ سے اپنا کام انجام نہ دے سکتے تھے تقریباً رات کے ڈھائی بجے تک
یہ انتقالی کام جاری رہا۔ واپسی میں مدرسہ اسلامیہ کے سامنے مارکٹ کی

دیوار پر بھی اسٹے ہوئے تھے اور اسکول کے بچے صبح ہی یہ تحریر دیکھ کر اپنے
اپنے اندازہ میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔
۱۰ بجے کلب آ کر سب سے پہلے ڈائنر کے ڈبے وغیرہ دفنائے گئے۔ اسکے بعد
گلاس کے تیل سے ہاتھ صاف کئے گئے جیسا پہلے سے انتظام تھا کپڑے بدل دیئے گئے
کیونکہ یہ سب ڈائنر آلود ہو گئے تھے۔
میں صبح کو بجے تا سو بھائی سے کہا موٹر نکالئے ذرا جلسہ کے لئے ضروری کام پر جانا ہے
جلسہ کا نام سنتے ہی انہوں نے بغیر پیشوائی پہنے موٹر میں بیٹھ کر پوچھا کہاں جانا ہے
میں نے کہا سکندر آباد عید و الاضحیٰ کے بنگلہ سے ہوتے ہوئے جائینگے۔
جب یہاں پہنچے تو دیکھا لوگوں کا اسقدر ہجوم تھا کہ ہماری موٹر کو راستہ نہ ملا
میں نے تا سو بھائی سے کہا دریافت تو کرو آخر کیا معاملہ ہے۔ موٹر ایک طرف چھوڑ کر
ہم پیدل آگے بڑھے تو دیکھا کہ پولیس اور بلدیہ کے جوان گلاس کے
ڈبے اور برش لیکر جابجا تحریر کو دھو رہے ہیں۔ کوتوال سکندر آباد اور
پولیس کے علیحدہ دار ٹریفک کا انتظام کر رہے تھے۔ میں نے تا سو بھائی سے کہا یہ غلطی
اس شخص سے کیا گیا جو مسلم دوست مجلس کا حامی اور تائید ملت کا فدائی ہے
تا سو بھائی نے بھی دل کھول کر ان بدمعاشوں کو گالیاں دیئے اور میں بھی انکی ہاں
میں ہاں ملاتا رہا۔ کوئی ایک گھنٹے کے بعد تا سو بھائی دریافت کئے اب آپکو کہاں
جانا ہے میں نے کہا دیر ہو گئی اب گھر ہی چلو۔ گھر کے قریب آتے ہوئے میں نے کہا

مجھے کہیں جانا نہیں تھا آپکو صرف یہ منظر تبدیل کرنا منظور تھا۔ انہوں نے کہا آپکو کیسے معلوم
میں دوست کی سرگذشت سنایا تو بہت ہنسے اور کہا آپ نے اپنے کو گالیاں
دیئے اور مجھ سے بھی گالیاں سنے۔ میں کہا آپکو معاف کر دیا ہنستے ہوئے بولے
عجیب آدمی ہیں آپ۔

شام کو پانچ بجے دفتر جو خبر کر کے نواب صاحب کے یہاں گیا تو ارشاد ہوا
آپ صبح سات بجے دوست محمد خاں اور محمد نوشی بھائی (نوشہ اور خان بہادر عبدالرحمان)
آئیے تھے اور کہہ رہے تھے کہ بڑے بھائی نے پپا کو مروا دیا۔ حکومت کو
پیٹو۔ مسلم دشمن۔ وغیرہ جملے ڈائنر سے دیواروں اور سڑک پر لکھا ہے
میں اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے والد ایک تاجر ہیں ان کو
سیاسیات میں حصہ نہ لینا چاہئے تھا۔ کہنے لگے وہ مضمون جو اخبار میں
شایع ہوا ہے پپا نے خود لکھا صدر اعظم بہادر نے مضمون بھیجکر پپا سے
دستخط کرنے کی خواہش کی تھی۔ پپا بادل نخواستہ اسپر دستخط کر دیئے تھے
کہ یہ تو میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ اسمیں حکومت کا ہاتھ ہے۔ پھر بھی اچھا نہوا۔
ہر مضمون میں بعض پر حملے کئے گئے اور اسکو بے عمل و غلط تسلیم کیا گیا۔
اس سے متاثر ہو کر کسی نے یہ حرکت کی ہے۔ جیسا مجھے بھی افسوس ہے۔
خیر میں دریافت کر کے ہدایت کر دونگا کہ خان بہادر کے تعلق سے آئندہ
کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔ دونوں کو سمجھا بجھا کر چلدیا۔

اسکے بعد مجھ سے ارشاد ہوا کہ یہ کس نے لکھا تھا۔ میں کہا مجھے کیا معلوم
یہ کس نے لکھا ہے۔ فرمایا سکندرآباد کا حلقہ آپکے زیر نگرانی ہے
وہاں اس قسم کے اعمال آپکے علم کے بغیر کیسے ہو سکتے ہیں معلوم ہوتا ہے
دو کس پر آپکا کنٹرول نہیں ہے۔ میں عرض کیا پہلے یہ ارشاد فرمائیے کہ یہ
کاروائی مناسب تھی یا نامناسب؟
مسکراتے ہوئے فرمایا میں اسکو ایک حد تک مناسب سمجھتا ہوں اسلئے کہ
مجلس کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو کچھ نہ کچھ سزا ضرور ملنی چاہیئے
میں عرض کیا کہ اگر ایسا ہے تو میں یہ تحریر لکھنے والے کی نشاندہی کرتا ہوں
فرمایا کون ہے وہ؟ میں کہا وہ نامہ میں اسوقت آپکے سامنے ہے۔
ہنستے ہوئے فرمایا اچھا یہ کارگذاری آپکی ہے۔
پھر میں نے رات کی اور صبح کی تفصیل سنایا تو ارشاد ہوا کہ
اگر رات میں پولیس آجاتی تو؟ میں کہا کیا ہوتا ہم کو گرفتار کر کے
لکھنے کا سبب دریافت کرتی۔ ہمارا جواب ہوتا خان بہادر احمد علی خان
نے مجلس اتحاد المسلمین کی مذمت کی اور ہم نے اپنی حساب برابر کر لیا۔
یہ سنکر بہت ہنسے۔
دوسرے دن یہ خبر اخبار رہبر دکن میں اسطرح شایع ہوئی۔
"احسان فراموش باد۔ علماء الدین فرمودہ باد"

بلدۂ حیدرآباد کا اثر ..... سکندرآباد پر بھی پڑے بغیر نہیں رہا
کنگسوے روڈ کی دیواروں پر ڈائرکٹر اصلاحات مردہ باد = عماد الدین
مردہ باد کی تحریریں تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ عماد الدین مردہ باد
کی یہ تحریر اُنکے اصلاحات سے متعلق بیان کی نسبت ناپسندیدگی
کے طور پر تھی = دکن نیوز۔

۴ میلاد کمیٹی سکندرآباد کے ایک غلط اقدام پر احتجاج

(۲۷)

سکندرآباد کی میلاد کمیٹی کے زیر اہتمام میدان کربلا واقع سکندرآباد میں ہر سال ۱۲ ربیع الاول میں اعلیٰ پیمانہ پر جلسہ میلاد مبارک منعقد کیا جاتا تھا۔ یہ میلاد کمیٹی سکندرآباد کے علماء کرام و مشہور تاجر نیز سکندرآباد کے دیگر معززین پر مشتمل تھی۔

اس کمیٹی کے صدر خان بہادر احمد علاء الدین (احمد نواز جنگ بہادر) تھے اور معتمد خان صاحب محمد عارف مہتمم سررشتہ برقی تھے۔

اس کمیٹی کو سکندرآباد و حیدرآباد کے صاحب خیر حضرات بڑی مقدار میں مالی امداد دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اعلیٰحضرت میر عثمان علی خان آصف سابع بھی سالانہ ۵ ہزار روپے عطیہ مرحمت فرمایا کرتے تھے۔

۱۳۵۷ھ میں جب پہلی دفعہ نواب صاحب کی زبان بندی کے بعد اعلیٰحضرت نے تقریر کرنے کی فرمان جاری فرمایا تو اراکین میلاد کمیٹی نے نواب صاحب کی زیر صدارت جلسہ میلاد مبارک کا اعلان شایع کیا۔ اس اعلان کی اشاعت کے بعد رزیڈنٹ بہادر نے معتمد میلاد کمیٹی کے نام ایک مراسلہ روانہ کیا جس میں مرقوم تھا کہ صدر رزیڈنسی میں نواب بہادر یار جنگ کو تقریر کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

اس استصوابی حکم پر میلاد کمیٹی کے صدر نے رزیڈنٹ سے ملاقات کر کے

کیا کہ نواب صاحب اقطاع ہند تو برابر تقاریر کیا کرتے ہیں وہاں حکومت برطانیہ کی جانب سے کوئی پابندی نہیں ہے یہاں گورنمنٹ کے علاقہ میں انکو تقریر کی اجازت نہ دینا قرین انصاف نہیں ہے لیکن مرزیڈلس نے اپنا حکم بحال رکھا انتہائی کوشش کے باوجود تقریر کی اجازت نہیں دی گئی۔

مجبوراً اراکین کمیٹی نے احتجاجاً جلسہ ملتوی کر دیا۔ انہوں نے نواب صاحب صدارت کا اعلان کرنے کبھی کسی اور کی صدارت میں جلسہ کرنا پسند نہیں کیا۔ چنانچہ بیس سال جلسہ ہی نہیں ہوا۔

دوسرے سال جبکہ نواب صاحب نہ صرف حیدرآباد میں بلکہ بیرون ملک علاقہ سرحد مدراس میں تقاریر فرمایا کرتے تھے۔ سیلڈ کمیٹی سکندرآباد نے نواب صاحب کی صدارت میں جلسہ سیلڈ رائٹس کا اعلان شائع کیا اور تمام اخبارات میں اس جلسہ کی بڑے بڑے سرخیوں میں خبریں شائع ہوئیں۔

اس مرتبہ مرزیڈلس سے نواب کی تقریر پر امتناع تو نہیں ہوا لیکن مرزیڈلس نے کہلا بھیجا نواب بہادر یار جنگ اپنی تقریر قلمبند کر کے جلسہ میں پڑھیں اور اس کی ایک کاپی مرزیڈلس کو روانہ کریں۔ نواب صاحب نے تقریر قلمبند کر کے پڑھنے سے انکار کر دیا۔

اس صورت حال میں سیلڈ کمیٹی کو چاہئے تھا کہ حسب سابق احتجاجاً

پر جلسہ ملتوی کر دیا گیا لیکن اس نے ایسا اثر کیا بلکہ صدارت تبدیل کر کے
بصدارت نواب فخر یار جنگ بہادر صدر المہام فینانس دوسرا
اعلان شایع کیا۔

میں کمیٹی کے اس طرز عمل کو نواب صاحب کی اہانت کے علاوہ
مسلمانوں کی ایک جمعیت و اتحاد کے مفاد میں سمجھ کر کمیٹی کو حسب ذیل
خط لکھا۔

۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ — از بیدر بہ کلب مشیر آباد

مکرمی جناب معتمد صاحب میلاد کمیٹی سکندر آباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جلسہ میلاد مبارک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا انتظام العمل
دیکھ کر مجھے بے انتہا رنج ہوا۔ حیرت ہے کہ وہ اراکین میلاد کمیٹی جنہوں نے
گذشتہ سال حکومت متعلقہ کے غیر آئینی و غلط حکم کی بنا پر
نبی کریم کی میلاد مبارک کے عظیم الشان جلسہ کو بجا طور پر احتجاجاً
ملتوی کر دیا تھا اور اپنے تائید کی توہین برداشت نہ کی تھی۔ آج وہی
اراکین کمیٹی یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ان کا عزم ایک بیت کی دیوار سے
زیادہ مستحکم نہیں ہے۔

افسوس ہے کہ کل جن مسلمانوں نے اپنی آواز اعلاء حق

کیلئے بلند کر چکے تھے آج وہی مسلمان کمال ذلت و نامردانہ انداز میں
دنیا کی فانی طاقت کے سامنے اپنی گردنیں خم کر رہے ہیں۔
برادران ملت جب آپ ایک دفعہ حکومت کے غلط
و غیر آئینی حکم پر آواز احتجاج بلند کر چکے تھے تو اسکو اس وقت تک
بلند رکھتے جب تک آپکے جائز مطالبات پورے نہ ہو جاتے
اس جلسہ کا انعقاد اور تبدیلی صدارت کا عمل مسلمانان سکندرآباد
کی بزدلی و نامردی پر مہر توثیق کے مترادف ہے۔
خدا کیلئے ایسا کوئی قدم نہ اٹھائیے کہ حیدرآباد کا مسلمان کسی کو منہ
دکھانے کے قابل نہ رہ سکے۔
اگر آپ یہ جلسہ پھر ملتوی کر دیتے تو کوئی قیامت نہ آجاتی
بلکہ ایک عزم مستقل کا جو اسلام کی روح ہے اظہار ہوتا۔
جناب اگر جلسہ کے انعقاد کو ناگزیر ہی تصور فرماتے ہیں تو شوق سے منعقد کیجئے
میں آپکے اس نفرت انگیز و نامردانہ عمل سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ لہذا
میں نے حسب سابق انتظام جلسہ کیلئے جن ۲۵ رضاکاروں کو روانہ کرنے کا
وعدہ کیا تھا وہ بوجوہ صد پورا نہیں کر سکتا۔ آپ اپنے مذاق کے
رضاکار فراہم کر لیجئے۔

دل شکستہ - سید واصف علی

یہ چھٹی لکھنے کے بعد خیال ہوا کہ اس جلسہ کو کسی نہ کسی طرح فیل کرنا چاہئے
اس خیال کی تکمیل کیلئے سب سے پہلے سکندرآباد و حیدرآباد کے
ان نوجوانوں کو ہموار کیا جو جمعۃ اتحاد المسلمین کے ناموں میں
پراسا شتہ دیا کرتے تھے اس کے بعد سوچا کہ کوئی ہنگامی صورت پیدا
کرنے کے بجائے کیوں نہ اس جلسہ کے مقررین ہی سے صورت حال کا اظہار
کر کے تقاریر کرنے سے روک دیا جائے اگر اس میں کامیابی ہوگئی تو کسی ناگوار
ہنگامہ بپا کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے گی۔ جلسہ کے نظام العمل میں اور
مقررین کے علاوہ مولانا پاشاہ حسینی صاحب۔ مولانا ولی اللہ حسینی صاحب۔ مولانا
رشید ترابی صاحب۔ مولانا سید مظہر علی صاحب کامل بھی شریک تھے۔ ان حضرات سے
میرے بہت اچھے تعلقات تھے۔ ان سب سے ملکر میں نے کہا کہ اراکین
جلسہ و کمیٹی سکندرآباد نے پہلے نواب صاحب کی صدارت کا اعلان کر کے بعد
محض رزیڈنسی کے ایک نامعقول حکم کی بناء پر جلسہ کی صدارت میں جو تبدیلی
عمل میں لائی ہے وہ اسلامی اسپرٹ کے مغائر ہونے کے علاوہ اس میں نواب صاحب
کی اہانت بھی ہے لہذا آپ حضرات اس اجتماع میں شرکت سے انکار فرمادیں
دیگر سبھوں نے میرے خیال کی تائید کی اور وعدہ فرمایا کہ ہم جلسہ میں شرکت
نہیں کریں گے۔ ان مواعید کے بعد میں مطمئن ہو گیا کیونکہ ان چوٹی کے مقررین
کی عدم شرکت سے نہ صرف جلسہ فیل ہوگا بلکہ اراکین کمیٹی کو اپنے غلط اقدام کا

اچھا سبق ملیگا۔ شدہ شدہ یہ خبر ارد گرد کی تک پہونچ گئی۔
یہ لوگ بہت پریشان ہوئے۔ نواب خان بہادر جا چند ارد گرد کو
ساتھ لیکر مذکور الصدر چار دن حضرت کے یہاں پہونچے اور کہا کہ آپکی عدم
شرکت سے جلسہ ناکام ہو جائیگا اور ہزاروں روپے جو اسکے انتظامات پر
صرف ہوئے ہیں ضائع ہو جائینگے نیز ڈر ہے کہ اعلیحضرت بندگانعالی پر سلطان
کوئی عتاب آمیز فرمان جاری نہ فرما دیں۔ غرض عاجزی و منت سے اس
وفد نے علماء دین کو عہد شکنی پر آمادہ کر لیا۔ ان واقعات کی اطلاع ملتے ہی
میں تانسین کو ساتھ لیکر خان بہادر علماء دین کے یہاں گیا اور ہر جلسہ کے پس منظر
کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ پہلے ہی سے نواب صاحب کی صدارت کا اعلان
نہ کرتے تو کوئی بات نہ تھی۔ ہر تجدیدی صدارت میں ہم نواب صاحب کی امانت تصور
کرتے ہیں۔ ہر جلسہ کو ناکام بنانے کی انتہائی کوشش کیجائیگی۔ اس سے قبل اگر کوئی ناگوار
صورت پیدا ہو آپ خود ہی سابق کیطرح اختیاراً جلسہ کو ملتوی فرما دیں۔
خان بہادر نے برہم ہو کر فرمایا انتظامات جلسہ پر ایک کثیر رقم صرف ہو چکی ہے
اس نوبت پر جلسہ کا التوا ناممکن ہے۔ میں کہا پھر تو ہم کو مخالف جلسہ کی کوشش
آغاز کرنا پڑے گا۔ اسپر خان بہادر بہت خفا ہوئے اور فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ
آپ لوگ جلسہ کو کیسے ناکام بنائینگے۔ میں کہا یہ آپکو جلسہ کے روز معلوم ہو جائیگا۔
اسطرح خان بہادر سے سخت و سست الفاظ کے تبادلہ کے بعد ہم واپس آ گئے۔

اب تو مجھے اپنی بات نبھانے کی سخت سے فکر لاحق ہو گئی۔ شب و روز
لگاتار کوشش کے نتیجہ میں ڈیڑھ دو سو سرفروش نوجوان براساتہ دینے پر آمادہ
ہو گئے۔ پروگرام یہ بنایا گیا کہ اولاً ان عہدشکن مقررین کے مکان پر
پچاس پچاس رضاکار پہونچکر جسطرح بھی ہو انکو شرکت جلسہ سے باز رکھیں
اگر اسمیں کامیابی نہو تو حیدرآباد سے سکندرآباد اور سکندرآباد سے جلسہ گاہ
کو جانے والے تمام راستوں پر رضاکار کھڑے رہیں اور پبلک کے گھیرکر اس
جلسہ کے منعقد سے نواب صاحب کی اہانت ہوتی ہے لہذا آپ حضرات اسمیں
شرکت نہ فرمائیں۔ مجھے صدفی صد یقین تھا کہ قائد ملت کے رہائت کی بات
سنکر پبلک جلسہ کی شرکت سے باز رہے گی۔

جلسہ مذکور کے منعقد سے ایک روز قبل مجھے اطلاع ملی کہ آج
نواب صاحب کی ڈیوڑھی میں مجلس اتحاد المسلمین کا جلسہ عام منعقد ہوگا
اس اجلاس میں وہ سب مقررین بھی شریک ہو رہے ہیں جنہوں نے مجھ سے
عہدشکنی کی تھی۔ اس موقع کو غنیمت سمجھکر میں سکندر کے تین چار مقررین
کو ساتھ لیکر جو ہمارے ہم خیال تھے تاسوبھائی کی موٹر میں بیگم بازار پہونچا
اسوقت تک مجلس کا اجلاس شروع ہو گیا تھا۔ ہم لوگ ایک علیحدہ کمرے میں
بیٹھے رہے۔ نماز عصر کے وقفہ میں میں اپنا کارڈ بھیجکر مولانا سید مظفر علی صاحب
کو طلب کیا۔ مولانا سمجھ گئے کہ میں کیوں آیا ہوں۔ اپنے ساتھ مولانا

شیعہ تو ابھی مولوی اللہ حسینی صاحب کو بھی ساتھ لیتے آئیے اور نہایت شرمندگی سے
فرمایا سرکار معاف کیجئے (مولانا مجھے سرکار پکارا کرتے تھے) میں آپ سے وعدہ
تو کیا تھا کہ تقریر نہ کرونگا لیکن خان بہادر کے شدید اصرار پر ہم سب کی رائے
ہوئی کہ جلسہ میں شرکت کرنا چاہئے چنانچہ نواب صاحب کی بھی یہی رائے تھی
میں کیا میں نواب صاحب کی ذات کا معاملہ ہے وہ کیوں رائے دینگے کہ آپ شریک
نہ ہوں۔ رہے آپکے ساتھی انکو چھوڑئیے مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ وہ اپنے
اقرار پر قائم نہ رہینگے۔ صرف مروت میں ہاں کہدیا ہے۔ تعجب ہے کہ آپ بھی
ان وعدہ خلافوں کا ساتھ دے رہے ہیں مجھے اسکی توقع نہیں تھی بہرحال کل
آپکو جلسہ میں شریک ہونے سے روکونگا۔ کل پیاس رضا کار آپکے مکان کو
اپنے حلقہ میں لے لینگے آپکا باہر نکلنا مشکل ہو جائیگا۔ اگر حلقہ توڑ کر نکلنے کی
کوشش کیجئے گا تو میں آپکی موٹر کے سامنے لیٹ جاؤنگا آپ میرے اوپر سے
موٹر لے جا سکتے ہیں بشرطیکہ حاضر خوری آپکو موٹر لے جانے کا موقع دے۔
یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ مولانا پادشاہ حسینی صاحب واعظ مکہ مسجد بھی تشریف لائے
ان بھولے نے مجھکو سمجھانے کی کوشش کی۔ میں ان سے بھی کل انکے مکان پر
پیش آنے والے واقعات کا ذکر کیا۔ ایسے میں نواب صاحب اوپر جانے
کیلئے اس کمرہ میں داخل ہوئے مولانا منظر علی صاحب کا دل انکو روک کر ان سے
صورت حال کا اظہار کرتے ہوئے تصفیہ کرانے طالب ہوئے۔ میں کیا اس معاملہ

نواب صاحب کا تحفہ میرے لئے قابل قبول نہوگا یہ اُنکی ذات کا معاملہ ہے اُنکی
مرضی آزاد نہیں سمجھی جا سکتی۔ نواب صاحب نے مولانا کامل سے فرمایا آپ حضرت
تصور صاحب سے وعدہ کئے ہیں اب وہ آپکو نہیں چھوڑیں گے جو کچھ کہتے ہیں وہ سب کچھ
کر کر رہینگے۔ اب آپ جانئے اور تصور صاحب جانئے۔ یہ کہکر واپس ہو رہے
تھے۔ کامل صاحب نے پھر انکو روکا اور فرمایا نواب صاحب آپ کچھ تحفہ کر کے
جائیے۔ آپ جو تحفہ فرمائینگے وہ ہم سب کیلئے قابل قبول ہوگا۔
نواب صاحب نے فرمایا اچھا ایسا کیجئے۔ میں کہا آپکا تحفہ قبول نہیں کیا جا سکتا۔
اس نوبت پر حاضرین جلسہ میں ہمارے ساتھی بھی شریک تھے کہنے لگے آپ ہمیں
نواب صاحب کا تحفہ قبول کیجئے۔ میرے خاموش رہنے پر نواب صاحب نے فرمایا
آپ سب حضرات جلسہ میں شرکت کیجئے اور اپنے اپنے عنوانات پر تقریر فرمائیے
مولانا مظہر علی صاحب اپنی تقریر کے اختتام پر اور کامل کمیٹی کے اس غلط اقدام
پر ایک قرارداد مذمت پیش کر کے جلسہ کی منظوری حاصل کریں
اس قرارداد میں یہ تجویز ہو جائے کہ کمیٹی نے ایک مذہبی جلسہ کی
حکومت سکندرآباد کی مداخلت کو آسانی کیساتھ قبول کر لیا اور اسکو ایسا
نہ کرنا چاہیئے تھا۔ مولانا کامل نے فرمایا میں خود ایسی قرارداد پیش کرونگا
حاضرین نے مجھ سے کہا اب تو آپکو کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے۔
نواب صاحب نے ایسا تحفہ فرمایا ہے کہ سانپ بھی مرے اور لکڑی بھی

نہ اُٹھے۔ میں کہا اس شرط پر یہ تصفیہ مجھے منظور ہے کہ دوسرے دن
یہ قرارداد اخبارات میں شائع ہو جائے۔
مولانا حالی نے فرمایا آپ مطمئن رہیے جلسہ برخواست ہونے کے بعد خواہ کتنی
ہی رات ہو یہ قرارداد پریس کو دیکر میں گھر جاؤنگا۔ اس یقین دہانی
پر ہم لوگ واپس ہوئے۔ جلسے کے روز میں رضا کار دوازے پر
تعینات کیا گیا۔ آپ سب لوگ جلسے میں شرکت کیجئے اور مختلف مقامات
پر بیٹھیے جب مولانا حالی صاحب مجوزہ قرارداد پیش کرکے حاضرین سے
منظوری کے خواہاں ہوں تو آپ سب منظور منظور کی صدا بلند کریں چنانچہ ایسا
ہی ہوا۔ دوسرے دن اخبار رہبر دکن میں حسب ذیل قرارداد شائع ہوئی

سکندرآباد کا عظیم الشان جلسہ مولود

"حکومت سکندرآباد کے خلاف احتجاجی قرارداد"

سکندرآباد ۱۲ اگست کل شام کے پونے چار بجے سے
میدان کربلا میں سکندرآباد کا عظیم الشان جلسہ
مولود مبارک منعقد ہوا جس میں متعدد مقررین و
واعظین کی تقریریں ہوئیں۔ لوگ اس کثرت سے
شریک تھے کہ ایسا منظر بہت کم دیکھنے میں آتا ہے
نواب بہادر یار جنگ بہادر کو تقریر کی اجازت

نے مذہبی جلسہ نے حسب ذیل احتجاجی قرارداد منظور کی

"حیدرآباد و سکندرآباد مسلمانوں کا یہ عظیم الشان جلسہ
حکومت سکندرآباد کے اس فعل کو نہایت غم و
غصہ کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس سال بھی اس نے
نواب بہادر یار جنگ بہادر کی تقریر و صدارت کی
اجازت نہیں دی حالانکہ نواب صاحب کو نہ صرف
ممالک محروسہ بلکہ ان تقریر کی عام اجازت ہے بلکہ
ہندوستان کے تمام بڑے بڑے مرکزوں میں
نواب صاحب کی تقریریں ہوتی رہی ہیں۔ حکومت
سکندرآباد کا نواب صاحب کو کسی اقرار کا پابند
کرنے کی کوشش کرنا اس جلسہ کی رائے میں غلط ہے
اور مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث ہے
خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ بانیان جلسہ اسکے لئے
تیار تھے کہ وہ ہر قسم کی ذمہ داری لیں۔
یہ جلسہ سیکرٹری کے اس فعل پر اپنی بے اعتمادی
کا اظہار کرتے ہوئے اسکے طریقہ عمل کو قابل مذمت
قرار دیتا ہے کہ ایک مذہبی جلسہ میں حکومت سکندرآباد

کی اس مدد و اعانت کو کلی طور نے آسانی کیساتھ برداشت کر لا
اس سے اندیشہ ہے کہ حکومت و اطلاع جاری ایک ایک
رچے مقرر و واعظ کو منع کر کے ہمارے ہدایت اندوزی
کے رستے بند کر دیگی۔

بایں حال جلسہ کا فرض تھا کہ اسوقت تک جلسہ کو ملتوی
رکھتے جب تک کہ حکومت سے اجازت حاصل
نہ ہو جاتی یا قبل انعقاد جلسہ ہر صوبہ کو عام رائے
کیلئے پیش کرتے۔"

دکن نیوز

ایک دلچسپ واقعہ

(۲۸)

۱۹۵۲ء میں نفی ہنا جبکہ حیدرآباد کا سیاسی مطلع ابر آلود تھا بیرونی ملک کے مہاسبائی تا غلے حیدرآباد آکر یہاں کی سیاسی فضا کو اور مکدر کر رہے تھے ایسے وقت میں یہاں ایک غیر سرکاری ادارہ بنام "ادارۂ انسداد اعمال تخریبی" تشکیل دیا گیا جس میں حیدرآباد کے چوٹی کے مسلم و غیر مسلم لیڈر شریک تھے۔

اس ادارہ کے صدر عزت مآب نواب کمال یار جنگ بہادر امیر پائیگاہ و صدر المہام حکومت آصفیہ تھے۔ اور معتمد مولوی ابوالحسن سید علی صاحب ایڈوکیٹ و معتمد مجلس اتحاد المسلمین تھے۔

اسکے پندرہ روزہ اجلاس نواب کمال یار جنگ بہادر کی دیوڑھی میں منعقد ہوا کرتے۔ اس ادارہ کے لائحۂ عمل کے تفصیلات تو مجھے کماحقہ تو ابھی معلوم نہ ہو سکے۔ ایک روز اخبار پیپرس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ادارۂ انسداد اعمال تخریبی کی گذشتہ اجلاس میں نواب بہادر یار جنگ بہادر ملک میں تخریبی اعمال کے انسداد کے سلسلہ میں چند تجاویز صدر محترم کے ملاحظہ میں پیش فرمائے۔ نواب صاحب کے ان تجاویز کو جلد اور حال کمیٹی نے نواب صاحب کی تجاویز کو بلا ترمیم بالاتفاق منظور کر کے پاس کر لیا۔

نواب بہادر یار جنگ بہادر ملک میں پھیلے ہوئے مختلف اعمال تخریبی

کیئے جو اصلاحی تجاویز پیش فرمائے تھے اسمیں رشوت ستانی کے انسداد
بھی ایک تجویز تھی۔ اس خصوص میں نواب صاحب موصوف نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ

"رشوت ستانی کا ثبوت فراہم ہونا تو دشوار ہے اسلئے رشوت کی شہرت عامہ
کو بنیاد قرار دیکر اوسکو کم از کم برطرفی کی
سزا دینا چاہیئے۔"

نواب صاحب کی یہ تجویز میرے خیال میں ناقابل عمل تھی لیکن ہمارے بے باک قلم نے
صدر کمیٹی نواب کمال یار جنگ بہادر کو ایک خط لکھکر ڈالا جسکی نقل ذیل میں درج ہے

۱۷ - دی ۱۳۵۲ فصلی

بسلام خط گرامی عالیجناب نواب کمال یار جنگ بہادر دام اقبالہم

سلام مسنون!

عالیجناب اخبارات کے معائنہ سے معلوم ہوا کہ انجمن انسداد اعمال تجسسی کے
ریمارکس اختتامی منعقدہ ۱۱ دی ۱۳۵۲ فصلی میں جسکو عالیجناب کی
صدارت کا شرف حاصل تھا۔ عالیجناب نواب بہادر یار جنگ بہادر
چند پسندیدہ تجویزات متعلق انسداد اعمال تجسسی کمیٹی کے سامنے رکھے تھے
اوسکو ارکان کمیٹی نے بالاتفاق منظور فرما کر عالیجناب کو مالک کیا تھا
جس کو خاکسار اور جناب کا ثبوت دیا ہے وہ قابل تحسین ہیں یہ تجاویز

مملکت آصفیہ کے تمام امن پسند باشندوں کی طمانیت قلب کا باعث ہوگی
کو ہمارے مشاہدات آئے دن رئیس انجمن کے صداقت شعار کی ہمیشہ
تکذیب کرتے رہے ہیں لیکن اسکے باوجود حیدرآباد کی پبلک انجمن
مذکور الصدر کی کارکردگی سے اسلئے پُر امید ہے کہ اسمیں سلطنت کی
کے صائب الرائے اور اعلیٰ پوزیشن کے افراد شامل ہیں۔
فی الحال میں تائید ملت کے منظورہ تجویزات میں سے صرف ایک تحریک کے
متعلق کچھ گذارش کرنا چاہتا ہوں جو درج ذیل ہے۔ تائید ملت نے فرمایا ہے کہ

"دہشت ستانی کے انسداد کیطرف فوراً
قدم اٹھانا چاہیئے۔ بشرط عامہ کو بنیاد
قرار دیکر ایسے عمال و عہدہ داروں کو
سخت سے سخت سزائیں دی جائیں
جو برطرفی سے کم نہوں۔

نواب بہادر یار جنگ بہادر کی اس تحریک کو اجلاس نے بلا ترمیم منظور فرمایا ہے
مجھے بخوبی معلوم ہے کہ ایک غیر سرکاری ادارہ کو حکومت نے عمال و عہدہ داروں
کو بطور خود سزا دینے کا کس حد تک اختیار دیا ہے۔ بہرحال انجمن مذکور
نے اس مذموم جرم (دہشت ستانی) کی سزا کیلئے بشرط عامہ کو کافی
تصور فرما کر انکے انسداد کا عزم کر لیا ہے اسلئے میں چار رائیں پیش کرتا ہوں

جنگی رشوت ستانی کو شہرت عامہ ہی نہیں بلکہ شہرت تامہ حاصل ہے اور
جس کا حیدرآباد کے گھر گھر چرچا ہے (وہ شہرت یافتہ روشنی یہ ہیں۔

(۱) نواب کاظم یار جنگ بہادر صدر المہام سیاسی خداوندی
(۲) نواب محمود یار جنگ بہادر (مقدم محمود قریشی) معتمد مال
(۳) راجہ دیرم کرن بہادر۔ صدر المہام تعمیرات و آبپاشی
(۴) مولوی محی الدین احمد صاحب ناظم رجسٹریشن۔

بنا بر ایں آپ بحیثیت صدر انجمن انسداد اعمال تخریبی ان چار اشخاص کے مقابلہ میں
عملی کارروائی کی تحریک فرما کر یہ ثابت فرما دیجئے کہ آپ کی صدارت میں منظور
ہونے والے تجویزات میں سے کم از کم ایک تحریک سے متعلق آپ نے اپنا
فرض ادا کر دیا۔ اگر جناب بطور خود اس معاملہ میں کسی مصلحت کی بنا پر
عمل کرنا نہیں چاہتے تو ایک بہی خواہ ملک و مالک کی حیثیت سے مجھ کو کوئی
عذر نہ ہوگا کہ میرے اس خط کو آپ اپنے معتمد کے توسط سے حکومت
کو بغرض کارروائی روانہ فرما دیں۔

مجھے ہرگز توقع نہیں ہے کہ اس موقر انجمن کے معزز ارکان میں اخلاقی جرأت
کا اسقدر فقدان ہے کہ یہ میری تحریک کی صداقت پر ایمان رکھتے ہوئے بھی
اس کو عملی جامہ پہنانے سے محترز رہینگے۔

احقر العباد - سید یوسف تصور۔

مشیر آباد - حیدرآباد دکن

(اگر باوجود اس صورت کے رشوت ستانی میں آزاد ہیں)

اس خط کے لکھنے کے بعد کمیٹی ذکور ہوئی پھر اجلاس منعقد ہوا تو نواب کمال یار جنگ بہادر نے
مولوی سید علی صاحب معتمد کمیٹی کو فرمایا۔ آغاز کارروائی سے قبل اس خط کو
جو میرے نام ادارۂ ہذا سے متعلق وصول ہوا ہے پڑھ کر اراکین کو سنایا جائے۔
مولوی صاحب موصوف حسب الحکم کھڑے ہو کر خط کو خواندگی کی۔
جب مراسلین کے نام سنائے گئے تو اراکین کمیٹی کے چہروں کا رنگ اڑ گیا
کہ تب کی حیثیت سے جب میرا نام سنایا گیا تو تقریباً آدھے سے زیادہ اراکین
جو مجھ سے واقف تھے نیز میرے اور نواب بہادر یار جنگ کے تعلقات سے بھی
واقفیت رکھتے تھے نواب صاحب کی طرف دیکھنے لگے۔ ایسے میں صدر محترم نے
فرمایا اس خط کے متعلق اراکین اپنی رائے کا اظہار کریں۔ یہ سنکر اراکین کمیٹی
ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اور پریشان تھے اس کیا رائے ظاہر کریں۔
بالآخر نواب بہادر یار جنگ نے اشارہ فرمایا۔ ہم اس تحریک سے بھی واقف ہوئے ہیں
آئندہ اجلاس میں ہم اپنی رائے عرض کرینگے۔ نواب کمال یار جنگ بہادر نے
معتمد صاحب سے فرمایا آئندہ اجلاس میں اس خط کو پہلے رکھا جائے۔
اجلاس کے یہ تفصیلی واقعات مجھے کمیٹی کے ایک رکن سے معلوم ہوئے جو میرے
مخلص دوست تھے۔ رات بھی تھا کہ شام تک یہ خبر ہائی سرکل میں آگ کی طرح
پھیل گئی نیز یہ بھی کہا کہ ہر محفل میں یہ خط موضوع بحث بنا رہا۔
اس واقعہ کے تیسرے روز مولوی سید عبدالرحمن صاحب کاظمی جو ان

دونوں مشیر آباد میں اپنے سسرال میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ کل میں
مولوی احمد نواز صاحب چیف انجنیر سے ملنے اُنکے دفتر کو گیا تھا۔ ہم دونوں
چیمبر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ مولوی علی رضا صاحب چیف انجنیر بھی
تشریف لائے اور فرمایا کہ میں اس وقت نواب سالار جنگ بہادر کے یہاں سے
آ رہا ہوں نواب صاحب موصوف فرما رہے تھے کہ انجمن اشاعت و اعلان تعزیہ کی
گذشتہ میٹنگ میں صدر انجمن کا موصولہ ایک دلچسپ خط پیش کیا گیا جو نواب
بہادر یار جنگ کی اس تحریک سے متعلق تھا جس میں انہوں نے روشنی کی شہرت
کی بنیاد پر سزا دینے کی تجویز پیش کی تھی۔ خط میں چار رشوت خوار
عہدہ داروں کے نام درج ہیں جس میں آپکے راجہ صاحب کا نام بھی درج ہے
احمد نواز صاحب نے دریافت کیا بقیہ تین نام کس کے ہیں۔ علی رضا صاحب نام
بتلاتے ہوئے کہا نواب سالار جنگ بہادر ٹہلتے ہوئے ہنس ہنس کر اسکا
تذکرہ فرما رہے تھے اور ارشاد ہو رہا تھا کہ اب دیکھنا انجمن اس تحریک کا
کیا تصفیہ کرتی ہے۔ یہ خط مشیر آباد سے سید یوسف تصور نامی کسی شخص نے لکھا کر
احمد نواز صاحب نے سید جلال الدین صاحب سے دریافت کیا آجکل تم مشیر آباد ہی میں ہو
جانتے ہیں کہ یہ کون صاحب ہیں جلال الدین نے کہا یہ میرے رشتہ کے بھائی ہیں
نواز صاحب نے کہا اگر اس کا مسودہ مل سکتا ہے تو لاؤ دیکھینگے۔
جلال الدین صاحب دوسرے دن مجھ سے مسودہ لیکر چیف انجنیر صاحب کو

تھے یا تو انہوں نے کیا ایک بھروسی ہی ایسی جرأت کر سکتا ہے۔
اس ارشاد میں کمیٹی مذکور الصدر کے ارکان ایک دوسرے سے مل کر کہتے رہے
اس خط سے متعلق کیا رائے دی جانی چاہیے۔ نواب کمال یار جنگ بہادر کے
اس ارشاد سے کہ آئندہ اجلاس میں اس خط کو پیش کیا جائے معلوم ہوتا ہے
نواب صاحب کو بھی اس معاملہ میں کچھ دلچسپی ہے ایک ممبر نے کہا ہم انفرادی طور پر کوئی
رائے قائم کر لیں تو اندیشہ ہے کہ کمیٹی میں اختلاف رائے ہو جائے اسلئے بہتر یہ ہے
کہ سب ارکان ایک جگہ جمع ہو کر بالاتفاق جس نتیجہ پر پہنچیں اسی کا اظہار
کمیٹی میں کیا جائے۔ چنانچہ اس تجویز کی بنا پر انتخاب کمیٹی سے ایک عدد قیمتی
نظام کالج میں سب ارکان جمع ہو کر مستقل طور پر یہ طے کیا کہ کمیٹی
میں صدر محترم سے عرض کریں کہ ہم سب کا بالاتفاق یہ رائے ہے کہ اس خط
کو جواب لکھا جائے کہ انجمن ہذا نے صرف محرک نواب بہادر یار جنگ کے
تجویزات کو ایک رزولیوشن کی صورت میں حکومت کو بغرض کارروائی مناسب روانہ
کر دیا ہے اسلئے اگر کوئی عملی کارروائی کرنا انجمن کے حیطۂ اختیار سے باہر ہے
لہٰذا آپ بھی اس خصوص میں حکومت ہند کو متوجہ فرمائیں۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا
جب دوسرے دن کمیٹی میں ارکان نے اپنی رائے کا اظہار کیا تو نواب کمال یار جنگ بہادر
نے معتمد کو ہدایت کی کہ آج ہی خط کا جواب دیدیا جائے۔
غرض تیسرے دن مجھے حسب ذیل مراسلہ وصول ہوا۔ جسکی مجھے پہلے ہی سے اطلاع ہو چکی تھی۔

نقل مراسلہ

از دفتر انجمن اتحاد و اعمال تحریری (حیدرآباد ڈھنس فرنٹ)

نشان مراسلہ ۱۸۱ - مورخہ ۲۲ دی ۱۳۵۲ فصلی

مکرمی مولوی سید یوسف صاحب تصور - السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپکا خط مورخہ ۱۸ دی ۱۳۵۲ فصلی عالیجناب نواب کمال یار جنگ بہادر صدر انجمن نے میرے پاس روانہ فرمایا ہے - بہرکیف انجمن کے اس رزولیوشن کو جسکا حوالہ آپ نے اپنے خط میں دیا ہے بغور مکرر پڑھیں تو واضح ہوگا کہ اسمیں معزز محرک نے (مائیدملت) یہی خواہش انجمن سے کی تھی کہ "ان امور کی جانب حکومت کو متوجہ کیا جائے" اور انجمن نے جناب محرک کی اس خواہش کو منظور کرکے حکومت کو رزولیوشن بھیجتے ہوئے ان امور کی طرف بطور خاص توجہ دلائی ہے - بلحاظ رزولیوشن و بلحاظ اغراض و مقاصد انجمن ہذا کوئی عملی کام انجمن کے حیطۂ اقتدار سے خارج ہے - آپ بھی بحوالۂ رزولیوشن مذکورالصدر حکومت کو اس جانب متوجہ فرمائیں -

دستخط

ابوالحسن سید علی

معتمد انجمن اتحاد و اعمال تحریری - حیدرآباد

انجمن کے اوسی اجلاس مورخہ ۲۲ دی ۱۳۵۲ف کی ایک کارروائی کا نوٹ اخبار
رہبر دکن مورخہ ۲۵ دی ۵۲ فصلی میں شائع ہوا۔

انجمن قیام امن مملکت آصفیہ

حیدرآباد ۲۰ دی ۱۳۵۲ف ۔ مجلس رفع و اعمال تخریبی کا ایک اجلاس بتاریخ
۲۲ دی ۵۲ فصلی بروز جمعہ ویڈیو نواب کمال یار جنگ بہادر مدن نواب صاحب کی
زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں یہ طے پایا کہ مجلس مذکور کا نام بدل کر
"مجلس قیام امن مملکت آصفیہ" رکھا جائے۔ جس کا مقصد یہ ہوگا کہ مختلف طبقات
رعایا کے با اثر اشخاص کے تعاون سے مملکت حیدرآباد میں امن عامہ کو برقرار
رکھتے ہوئے اسکو تخریبی اعمال کی برائیوں سے محفوظ رکھا جائے۔

نیز یہ بھی طے پایا کہ اس مجلس کی کوئی رکنیت نہ ہو بلکہ مملکت آصفیہ
جہاں کہیں اسکی ضرورت محسوس ہو اس ادارہ کی شاخیں کھولی جائیں۔ اجلاس نے
کافی غور و خوض کے بعد ادارہ کا دستور العمل بھی منظور کیا ہے۔

ایک روز کمیٹی کے ان دوست ممبر سے جو کمیٹی کی کارروائیوں سے مجھے مطلع
کرتے رہتے تھے اس تجویز کا نام کی وجہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپکو
جواب دیئے جانے کے تصفیہ کے بعد نواب کمال یار جنگ بہادر صدر کمیٹی نے فرمایا
"جب ہم تخریبی اعمال کے انسداد پر قادر نہیں تو اس انجمن کا نام

بدل کر کچھ اور نام رکھنا چاہیئے"

صدر محترم کے اس ارشاد پر ارکان کمیٹی نے آپس میں صلاح و مشورہ کر کے باتفاق طے کیا کہ اس انجمن کا نام بجائے انجمن اتحاد و اعمال تجزیہ کے "انجمن قیام امن" رکھا جائے۔ صدر نے اس تجویز کو منظور فرمایا اور فرمایا کہ اخبارات میں جدید نام کی اطلاع شائع کروائی جائے۔ چنانچہ حسب الحکم عمل کیا گیا۔

ایک دفعہ کسی ضرورت سے میں نواب اکبر علی خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لا کے دفتر واقع قریب دفتر مالگذاری گیا ہوا تھا۔ دوران گفتگو میں نواب صاحب نے فرمایا آپ کا خط موسومہ انجمن اتحاد و اعمال تجزیہ نے حیدرآباد کے ریزیڈنٹ کو بھیج دیا۔ میں نے عرض کیا نواب صاحب کیا وہ تحریک حکومت میں پیش کیجاتی تو نواب صاحب نواب ظفر یار جنگ بہادر پر کوئی ہاتھ بھی ڈال سکتا تھا کیا حکومت میں اتنی جرأت تھی کہ ان کے مقابلہ میں شرارت ستانی کی کارروائی آغاز کر سکے۔ نواب صاحب نے فرمایا یہ سچ ہے کوئی کارروائی تو نہیں ہوتی لیکن آپکی تحریک برباد تو ہو جاتی۔ اسلئے اوسکو روکنے کیلئے ان چاروں حضرات کے نمائندے جنکے نام آپ نے خط میں لکھے تھے کمیٹی کے پاس آئے اور اس تحریک کو وہیں ختم کرنے کی خواہش کا اظہار کیا چنانچہ میرے پاس بھی تین حضرات کے نمائندے آکر کہے کہ کسی طرح اس کارروائی کو حکومت میں جانے سے روک دیجئے۔ اسی لئے ہم ارکان کمیٹی نے آپکو اطلاع جواب دینے کی بھی نہیں دی اور ساتھ ساتھ نواب بہادر یار جنگ سے وعدہ لیا گیا کہ وہ آپکو آگے بڑھنے سے روکیں۔ ہوا کیا ہے ان مجھے یہ سب معلوم ہے =

انجمن اسلامیہ مشیر آباد ضلع معتمد کا

محلہ مشیر آباد میں "انجمن اسلامیہ مشیر آباد" کے نام سے ایک ادارہ قائم تھا
اس ادارہ کے صدر جناب سید عبدالعزیز صاحب مالک کارخانہ چرم تھے
اور معتمد مولوی محمد سعید خان صاحب ایڈووکیٹ صدر محاسب تھے۔ اسکے اراکین
جناب محمد عبدالرحیم صاحب کنٹرکٹر۔ جناب ڈاکٹر محمد ناصر صاحب۔ جناب محمد حمید صاحب
صدر مدرس۔ جناب محسن علی صاحب۔ قاضی وزیر علی صاحب وغیرہ حضرات تھے۔
اس ادارہ کے تحت ایک دارالمطالعہ اور ایک مختصر کتب خانہ ڈاکٹر محمد ناصر صاحب
مطالعہ کے لیے موجود ایک ہال میں قائم تھا۔ نیز مشیر آباد کی بڑی مسجد کی
مرمت و نگرانی بھی جناب قاضی وزیر علی صاحب متولی مسجد نے ادارہ کے
تفویض کر دی تھی جس میں جناب ادارہ عربی تعلیم کا ایک مدرسہ چلوایا جاتا تھا۔
جسکو بعد میں محلہ کے تاجر از چرم اپنی نگرانی میں لیکر چلاتے رہے جو اس وقت تک
قائم ہے۔ اب اس مدرسہ کو جناب محمد عمر صاحب مالک کارخانہ چرم فرزند سید عبدالعزیز صاحب
اپنی صدارت میں اعلیٰ پیمانہ پر چلا رہے ہیں۔

مذکورہ ادارہ کے اجلاس ہفتے عاملہ بالعموم صدر محترم سید عبدالعزیز صاحب
مکان ہی میں ہوا کرتے تھے۔ مولوی محمد سعید خان صاحب اپنی خانگی و سرکاری
مصروفیت کے باعث معتمد ہی سے علیحدہ ہونے کے بعد اس ادارہ کی معتمدی کا
بار اتفاق سے راقم الحروف پر آ پڑا۔ تقریباً پانچ سال تک اس خدمت کو انجام دیتا رہا

اسکے بعد تمام انجمن تک اسکا رکن عاملہ رہا۔

اس زمانہ میں جناب سر اسمٰعیل حیدرآباد کی صدارت عظمیٰ پر
فائز تھے۔ مشیر آباد کی بڑی مسجد سے متعلق میں نے ایک درخواست
انکی خدمت میں پیش کی تھی۔ جس میں مرقوم تھا کہ اس مسجد کے باب الداخلہ کو تیز
مشرقی پوری دیوار منہدم کر کے اونچے کی ریلنگ نصب کی جائے
اور اسکے سامنے کی وسیع اراضی پر جو مسجد ہی کے صدقہ کی ہے چمن بندی
کی جائے تو اس شاندار مسجد کا منظر شاہراہ عام سے گذرنے والوں کو
آسانی سے مجموعہ نظارہ آسکتے ہیں اور مسجد کی خوبصورتی میں اضافہ بھی
ہو جائیگا۔ مسموع ہوا ہے کہ متولی مسجد جناب وزیر علی خان اس اراضی کو
قول پیر لوگوں کو دیرہے ہیں اگر یہ صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے کیونکہ متولی
نے اراضی مذکورہ کا ایک بڑا حصہ کسی ہندو کو بیع کر دیا ہے جس پر
اوس نے ایک پختہ مکان تعمیر کرایا ہے۔ اگر اسیطرح یہاں مکانات تعمیر
ہو جائیں تو قطب شاہی دور کی یہ عظیم الشان قابل دید مسجد جو آثار قدیمہ
میں درج ہے مکانات کے پیچھے چھپ جائیگی اور مسجد کو جانے کیلئے
ایک مختصر سا راستہ رہ جائیگا۔

اس درخواست کو لیکر ایک دن میں صبح نو بجے شاہ منزل پہونچا جاں
سر اسمٰعیل صدر اعظم بہادر فروکش تھے۔ صدر اعظم کے پرسنل سکریٹری نے

جیسے انتظار گاہ میں بٹھایا۔ معلوم ہوا کہ صدر اکسیل پتر کے دورہ کیلئے ٹنک میں
برآمد ہوتے ہیں۔ چنانچہ پونے نو بجے صدر اعظم کے دورہ کا رشاف آنا شروع ہوا
جسمیں مسٹر چندو لال ناظم آبدوشی بلدہ۔ مولوی حمید الدین خاں ناظم بلدیہ۔ مولوی
محمد عبد الحق خاں کوتوال اکبر بلدیہ۔ نیز تحصیلدار کے انجنیر وغیرہ شامل تھے۔
ٹنک میں بجے صدر اعظم بہادر برآمد ہوئے۔ میں آگے بڑھکر درخواست
پیش کیا۔ درخواست ملاحظہ فرما کر ناظم بلدیہ کو دیتے ہوئے ارشاد عالی
اسکو دورے کے کاغذات میں رکھو۔ اسکے بعد موٹر میں سوار ہوکر معہ رشاف
روانہ ہوگئے۔ میں سبھا کا چار روز میں بسلسلہ دورہ مسجد کا معائنہ فرمانے کے
متعلق شام کو جب میں انجمن اسلامیہ کو گیا تو جناب عبد الرحیم صاحب گریجوایٹ نے
فرمایا آج صبح سوا دس بجے صدر اعظم بہادر جنکے ساتھ چار پانچ موٹروں کا
دورہ کا رشاف تھا مشیر آباد تشریف لائے تھے بڑی مسجد اور اسکے متعلق
اراضی کا معائنہ فرماتے ہوئے فرمایا درخواست گذار نے نہایت اچھا
اسکیم پیش کیا ہے۔ متولی مسجد سے مخاطب ہوکر فرمایا یہ اراضی موقوفہ ہے
اسکو بیع یا تحویل پر نہ دیا جائے۔ اسکے بعد کسی دوسرے پختہ مکان کو دیکھکر
ناظم آبدوشی بلدہ چندو لال سے فرمایا یہاں تعمیر مکان کیوں اجازت دیگئی
انہوں نے گھبرا کر کہا کہ تعمیر مسجد کا یہ جدید اراضی متعلقہ قبرستان مبارک کا ہے
اسپر ارشاد ہوا پھر بھی محکمہ بلدیہ و سررشتہ آبدوشی بلدہ کا اجازت کے بغیر

سالار کیسے تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ تعمیرات کے ماہرین سے مخاطب ہو کر فرمایا
اس سالار کا اسٹیمنٹ تیار کر کے پیش کرو۔ جو رقم بچ جائے گی وہ اور کر کے
سالار منہدم کر دیا جائیگا۔ اسی اراضی پر لب سڑک بنڈی کے پیسے بنانے
والے نے ایک جھونپڑا ڈال رکھا تھا اور اس متعلق ارشاد ہوا کہ اس کو فوراً
دیگر جھونپڑا یہاں سے برخواست کر دو۔ وزیر علیہ حضرت تعمیر مسجد کو مخاطب
ہو کر فرمایا آئندہ کسی کو اس اراضی کا کوئی حصہ نہ دیا جائے۔

سر مرزا اسمٰعیل شہر حیدرآباد کو خوبصورت بنانے کیلئے
اپنے مختصر قیام میں بہت سے آرائشی کام کا آغاز کر دیا تھا۔
اس خصوص میں انکو خاص مہارت تھی۔ اگر وہ چار سال وہ یہاں رہتے
تو حیدرآباد کو ایک مثالی شہر میں تبدیل کر دیتے۔ مگر افسوس ہے کہ یہاں کی
گندہ سیاست نے انکو حیدرآباد میں زیادہ رہنے نہ دیا وہ استعفا دیکر
اپنے وطن بنگلور چلے گئے۔ اعلیٰحضرت نے وہ استعفا منظور نہ کیا اور انکو
واپس لانے کیلئے نواب بہادر یار جنگ بہادر کو بنگلور روانہ فرمایا تھا۔
لیکن سر مرزا اسمٰعیل حیدرآباد آنے سے انکار کر دیا۔ اسطرح انکے تمام
اسکیمیں ادھورے رہ گئے۔ انکے ساتھ ساتھ شہر آباد کی بڑی مسجد کی بھی
اسکیم ختم ہو گئی۔ حیدرآباد پبلک انکا نام "وزیر توڑ پھوڑ" رکھا تھا۔
بالآخر ہمارا وہ اندیشہ صداقت عہد پورا ہوا۔ یعنی جناب وزیر علیہ حضرت

متولی مسجد نے وہ تمام مذکورہ ادارتی مختلف لوگوں کو بیع و قول پر دیدیا۔
جس میں چھوٹے بڑے مکانات و کارخانے تعمیر ہو گئے پناہ گزینوں نے ڈیرے ڈال دیئے۔ جس کی وجہ سے اس عالی شان مسجد کا منظر غارت ہو گیا۔
اس سلسلہ میں ایک دفعہ میں نے ایک نامور غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ کو بھی اس عمارت کی درخواست دیا تھا جس بنا پر موصوف نے صدر امام جامعہ حرم شاہ مبارک کے ہمراہ مسجد کا معائنہ بھی فرمایا تھا۔ لیکن دین میں اتنی جرأت کہاں کہ اس مجوزہ اسکیم پر عمل کرتے۔ ہماری آواز صدا بصحرا ہو کر رہ گئی۔

(۴) م قائد ملت کو میری معاشی ترقی کی فکر

نواب بہادر یار جنگ بہادر کو ہمیشہ میری معاشی ترقی کی فکر رہی۔ چنانچہ بارہا ایسا
ہوا کہ کسی دفتر میں فسٹ یا سکنڈ گریڈ کی جائیداد میں تقرر طلب ہوا تو
مجھے اطلاع دیجئے میں آپکے لئے کوشش کرونگا۔ میں عرض کرتا موجودہ حالت میں
پر میں قانع ہوں۔ سررشتہ عدالت ہی میں کئی مواقع ترقی کے آئے تھے
چونکہ مجھے خوشامد کرنے اور سرکار و حضور کہنے سے نفرت ہے اسلئے کوشش نہ کی
گیا۔ ارشاد ہوا کہ آپکو اسکی ضرورت پیش نہ آئیگی میں خود کوشش کرونگا
لیکن مجھے معلوم تو ہو کہ کس دفتر میں جائیداد تقرر طلب ہے۔
ہر تین چار ماہ میں اصرار ہوتا لیکن میں یہ کہکر ٹالدیتا رہا کہ کوئی موقع نکل آئیگا
ضرور اطلاع دونگا۔ مگر اسکی نوبت کبھی نہ آنے دیا۔
ایک دن حسب عادت ملنے گیا تو ارشاد ہوا کہ میں آپکا منتظر ہی تھا۔ میں کہا
کیا حکم ہے فرمایا حکم نہیں معروضہ ہے میں ہنستے ہوئے کہا کہ ضرور تعمیل کیجائیگی
فرمایا کل نو بجے صبح آپ یہاں آجائیے آپکو ہمارے چچا نواب بشیر یار جنگ بہادر
کے یہاں لیجاؤنگا جو ناظم رجسٹریشن ہیں۔ (نواب نصیب یار جنگ سے انکے گہرے
تعلقات تھے اسلئے نواب صاحب انکو چچا پکارتے تھے) مجھے اطلاع ملی ہے کہ ناظمت
رجسٹریشن میں پندرہ جائیدادیں سب رجسٹرار کی جدید منظور ہوئی ہیں ان میں سے کسی ایک
جگہ پر آپکا تقرر ہو جائیگا۔ میں کہا اگر یہ معروضہ ہے تو نامنظور۔ ہنستے ہوئے
ارشاد ہوا کہ پھر تو حکم دینا پڑیگا۔ میں کہا حکم کی بسر و چشم تعمیل کی جائیگی۔ فرمایا اچھا اسکو حکم ہی سمجھئے

اسی وقت فون پر ناظم صاحب کو کل آنے کی اطلاع دے دی گئی۔ ہم بھی
دوسرے دن نواب کے ہاں پہنچ گئے۔ نواب صاحب نے کہا کہ حکم دیا تھا کہ تمہارے
ضرورت نہیں۔ موٹر میں بیٹھتے ہوئے میں نے کہا آپ کے چچا صاحب اصل مدعا کے بارے میں
میرے کچھ دریافت جو نظامت جیسے پیش میں ہیں اور ان سے معلوم ہوا کہ سب جھوٹ
کیے ہیں۔ دو ہزار روپیہ نذرانہ مقرر ہے چنانچہ چار چھ سب جاگیرداروں پر نذرانہ
گذشتہ حضرت کا مقرر ہی ہو چکا ہے اسلئے توقع کم ہے کہ آپ کامیاب ہو سکیں گے۔
ارشاد ہوا میں جانتا ہوں وہ دوست ہیں لیکن میری سفارش کو وہ رد نہیں کریں گے۔
یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ موٹر انکے بنگلہ میں داخل ہو گئی۔
مجھے موٹر ہی میں بیٹھنے کی ہدایت کرتے ہوئے نواب صاحب بنگلہ میں چلے گئے۔ تقریباً نصف
گھنٹے کے بعد نواب صاحب اور ناظم صاحب موٹر تک آئے۔ میں موٹر سے اتر کر ناظم صاحب کو
سلام کیا۔ اسکے بعد ہم واپس ہوئے۔ میں نواب صاحب کی صورت دیکھ کر ہی اندازہ
کر لیا تھا کہ یہ ملاقات ناکام رہی ہوگی۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد نواب صاحب نے
فرمایا ایک روشنی اور پھر شرمائی پیشتر کہ اپنے باپ کی سفارش کی بھی کچھ لکھا
میں پوچھا۔ آخر انہوں نے کہا کیا؟ ارشاد ہوا کہ کہہ رہے تھے کہ میں جائیداد
پر عملہ کے مستحقین ہی کو ترقی دے رہا ہوں ہے اسلئے کسی باہر کے شخص کو نہیں لگا سکتا۔

ایک اور کوشش

میں واقعہ کے ایک سال بعد۔ دفتر میں نواب صاحب کا منشی آ کر کہا کہ نواب صاحب

فرمایا ہے آپ دفتر پر خدمت کرکے آئیے کچھ ضروری کام ہے
حسب الطلب میں وہاں پہونچا۔ سلیک علیک و معانقہ کے بعد ارشاد ہوا کہ
آج ہم آپ کے لئے جھوٹ کہیں گے۔ میں عرض کیا جھوٹ کو خدا پسند نہیں فرماتا
لہٰذا آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ ہنستے ہوئے فرمایا یہ بھی خوب رہی ہم آپ کے لئے
جھوٹ بولیں اور آپ ہمکو معافی دیں وغیرہ سنا رہے ہیں۔ عرض کیا یہ بھی آپکی
خدا کا فضل ہے۔ فرمایا خیر میں اللہ میاں سے معافی چاہ لونگا۔ میں پوچھا آخر
جھوٹ کہنے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ فرمایا آج صبح میں میرے ایک قدیم متعلق
اپنے لڑکے کو ساتھ لئے تشریف لائے تھے اور کہا کہ بچے نے اس سال ایف
اے پاس کرلیا ہے چونکہ مجھے وظیفہ ہوگیا ہے اسلئے آئندہ سلسلہ تعلیم جاری رکھنے کی
مجبوری ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ ہوم سکریٹری میں چار پانچ جائیدادیں فروخت
سکنڈ گریڈ کی قرار دی ہیں اگر آپ نواب ذوالقدر جنگ بہادر معتمد ہوم آفس کے
نام ایک سفارشی رقعہ عنایت فرمائیں تو امید ہے کہ سکنڈ گریڈ کی کوئی جگہ انکو
مل جائیگی۔ جیسے ہی میں نے یہ تفصیل معلوم ہوئی مجھے آپکا خیال آگیا کہ کیوں نہ
آپکے لئے کوشش کیا جائے۔ اسلئے مجبوراً صاحب موصوف سے کہا رقعہ کیا بچے کو اس خود
ساتھ لیکر سفارش کرتا لیکن مجبوری یہ ہے کہ چند روز قبل ضرورت ثالثہ کے
ایک بدیشی نواب علی نواز جنگ بہادر چیف انجینئر کی تائید میں میں نے جو تحریر
کی ہے اس میں غیر ملکیوں سے متعلق کچھ سخت الفاظ میں زبان درازی کی گئی ہے

کوچہ

بسلسلہ وجہ سے یہاں کے تمام غیر ملکی حضرات مجھ سے کشیدہ تھا نواب ذوالقدر جنگ بہادر
کچھ متاثر پائے ہوں حالانکہ وہ غیر ملکی نہیں ہیں وہ حیدرآباد ہی میں پیدا ہوئے ہیں
اس ناگوار فضا میں انکو معاشی رقم کچھ نہ اب نہیں سمجھتا اسلئے معافی چاہتا ہوں
کسی اور سرشتہ میں کوئی جگہ ہو تو اطلاع دیجئے میں خود انکو ساتھ لیجا کر کوشش کرونگا
میرے اطلاع کہنے پر وہ جناب مایوس ہو کر چلے گئے۔ اب آپ میرے ساتھ نواب
ذوالقدر جنگ بہادر کے یہاں چلیئے نواب صاحب سے میرے بہت اچھے تعلقات ہیں
کشیدگی کا صرف بہانہ تھا۔ میں عرض کیا آپ کیوں اپنے دوست سے غلط بیانی کی
میرے لئے آئندہ کسی موقع پر کوشش ہو سکتی تھی۔ ارشاد ہوا آپ تو خود کسی جگہ کی
نشاندہی نہیں فرماتے اگر اتفاق سے مجھے ایسی اطلاع مل جائے تو کیا اسکو بھی ہاتھ سے
جانے دوں؟ اب تو نوبت یہاں تک پہونچی ہے کہ میرے ایک دو ساتھیوں نے
مجھ سے کہا کہ نواب صاحب تصور صاحب سے جو آپکے تعلقات ہیں اسکا ذکر کرتے ہوئے آپ
انکی ترقی کیلئے کیوں کوشش نہیں فرماتے۔ الغرض چار پانچ کرنے نواب ذوالقدر جنگ بہادر
کے یہاں جانے تیار ہو گئے۔ نواب صاحب خود موٹر چلا رہے تھے میں بازو بیٹھا ہوا تھا
آصف نگر کے راستہ میں ایک نو تعمیر شدہ بنگلے کو دیکھکر فرمایا۔ بیوقوف بنگلہ ایسا بنایا ہے کہ
ہوٹل معلوم ہو رہا ہے۔ میں پوچھا یہ کس کا بنگلہ ہے؟ تعجب سے فرمایا آپکو نہیں معلوم
یہ بنگلہ کس کا ہے۔ عرض کیا میرے پاس حیدرآباد کے بنگلوں کا کوئی شمار نہیں
مسکراتے ہوئے فرمایا ہونا یہ بنگلہ آپ کے ناظم اول نواب حامد علی خان کا ہے۔

میں کہا موصوف تقریباً تین سال سے ہمارے یہاں ملازمت اول پر فائز ہیں اس اثنا میں
مجھے ایک دفعہ بھی ان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا نہ بنگلہ کبھی جانا۔ ارشاد ہوا کہ
اسی لئے آپ ترقی نہیں کر سکے پھر فرمایا قدیم زمانہ گزر گیا اس دور میں عہدہ داروں سے
ربط رکھنا چاہئے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ نواب ذوالقدر جنگ بہادر کا بنگلہ آ گیا۔
اطلاع ہونے پر نواب صاحب موصوف خود پورٹیکو تک آ کر قائد ملت کو اندر لے گئے اور
فرمایا آپ کیوں تکلیف کیلئے فون کرتے تو میں خود آ جاتا۔ قائد ملت نے فرمایا آپ میرے
بزرگ ہیں میں ایسی جرأت کیسے کرتا۔ میرا تعارف کراتے ہوئے فرمایا یہ میرے مرشد
زادے ہیں اور قومی و ملکی کاموں میں میرے ساتھ کام کرتے ہیں۔
کچھ دیر سیاسی حالات و گفتگو کمیٹی سے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ اسکے بعد نواب ذوالقدر جنگ نے
پوچھا آپ بے وقت ادھر کیسے نکل آئے۔ قائد ملت نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا
یہ عدالت فوجداری بلدہ میں ٹیپوٹی گریڈ عدالت پر مامور ہیں اپنے عہدہ داروں سے ربط
نہ رکھنے کی وجہ سے ترقی نہ پا سکے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے محکمہ میں کچھ
جائیدادیں فنڈ و سکنڈ گریڈ کی جدید منظور ہوئی ہیں اگر یہ صحیح ہے تو انکو کسی سکنڈ گریڈ
ہی پر لے لیا جائے تو میرے لئے باعث مشکوریت ہوگا۔ نواب ذوالقدر جنگ نے فرمایا
یہ بالکل صحیح ہے سات جائیدادیں جدید منظور ہوئی تھیں جنکے تقرر پر ایک ماہ سے غور ہو رہا تھا
نہایت افسوس ہے کہ آج ہی ان سب پر تقرر کا انتظام ہو چکا ہے صرف ایک شخص
باہر سے لئے گئے بقیہ پر دفتر کے مستحقین کو ترقی دیدی گئی۔ اگر آپ آج صبح مجھے

فون سے بھی اطلاع کرتے تو ایک جگہ رکنے کے لئے مخصوص کیا جاتا۔ تو ہمارے سررشتہ ہی کے
ملازم تھے انکو لینے میں کوئی دقت نہیں تھی بہت آسانی سے رضا تقرر ہو جاتا۔ اب جبکہ
نئے تقرر شدہ اشخاص اپنے خدمات کا جائزہ لے چکے ہیں اس نوبت پر دو بدل کا
مناسب ہوگا۔ خیر میرے تحت کئی سررشتہ میں اتنا اور اگر کبھی ترقی پر
لے لونگا۔ میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا آپ کسی سے نہ ملیں تو نہ ملیں لیکن میرے
پاس پندرہ بیس روز میں ضرور آجایئے تا یاد دہانی ہو سکے۔ نواب صاحب نے پھر اکمل مخلصانہ
عقیدت سے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے معافی چاہی۔ اسکے بعد چائے وغیرہ کھا کر ملاقات سے تواضع
کیگئی۔ نواب صاحب نماز پڑھکر ہم دونوں سے رخصت ہوئے۔

میں راستہ میں نواب صاحب سے عرض کیا آئندہ سے آپ ایسی کوشش نہ کیجئے شاید
قدرت ہی کو کچھ منظور نہیں ہے۔ ارشاد ہوا ایسا نہیں ہے قدرت اوسی کا ساتھ دیتی ہے
جو جیسے زندگی میں کوشش و سعی کرتا ہے۔ آپ ذوالقدر جنگ بہادر سے ضرور ملتے
رہیئے۔ لیکن میں ان سے کبھی نہیں ملا حتی کہ وہ وظیفہ پر علیحدہ ہو چکے۔

اس واقعہ کے ایک عرصہ بعد جب اردو اصلاح تعلیم و نسق کی
کمیٹی میں نواب ذوالقدر جنگ بہادر کو شریک کر لیا گیا تو میرے اور نواب صاحب
مرحوم کے تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے۔ نواب بہادر یار جنگ کے انتقال
کے بعد بھی مہینے میں کم چار بار نواب ذوالقدر جنگ بہادر سے ملتا رہا۔ اگر کبھی
میرے جانے میں تاخیر ہوئی تو دفتر مسلم بنک پر اپنے ڈرائیور کو بھیج کر خریدے

دریافت کرتے رہے۔ یہ سلسلہ ان کے انتقال تک برابر جاری رہا۔
نواب ذوالقدر جنگ بہادر میرے ساتھ جس بزرگانہ الطاف و اخلاص سے
پیش آتے تھے اس کو میں تا دم مرگ نہیں بھول سکتا۔

ایک اور کوشش

ایک روز میں قائد ملت کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا ایک صاحب کثرت لڑکے اور
نواب صاحب سے کہا کہ مجھے ایک کتاب کی اشاعت کیلئے پانچ ریم کاغذ کی ضرورت ہے
مولانا ابوالکلام علیہ السلام کے نام جب تک ایک چھپی غنیمت ہو تو ایڑھی کام نکل جائے گا۔
نواب صاحب نے چٹھی لکھ دی یہ وہ زمانہ تھا کہ کنٹرول کی وجہ سے کاغذ نہایت گراں
ہو گیا تھا۔ وہ صاحب جانے کے بعد میں نے پوچھا کیا یہ صاحب کتابوں کی تجارت کرتے ہیں؟
نواب نے فرمایا اشاعت کتب کا محض بہانہ ہے۔ کاغذ فروخت کر کے نفع حاصل کرتے ہیں
کچھ دیر خاموش رہکر ارشاد ہوا آپ بھی کچھ کاغذ حاصل کیجئے آجکل اس تجارت میں
بڑا منافع ہے۔ میں نے کہا کاغذ میں کہاں بیچتا پھروں گا پھر اسکے خریدنے کیلئے بھی تو رقم کی
ضرورت ہوگی وہ کہاں سے فراہم کیا جائے؟ ارشاد ہوا ایسا کیجئے خریدیں کاغذ کیجئے
جسقدر رقم کی ضرورت ہوگی وہ میرے پاس سے لے جائیے کاغذ تو اشیخ احمد صاحب
مینیجر لوائر کر مسلم بنک کو دیدیجئے وہ فروخت کرنے کا انتظام کر لینگے۔
نفع آپ رکھ لیجئے میری رقم مجھے واپس کر دیجئے۔ میں نے کہا اطلاع بلا کسی تجارت کرنا

میں پسند نہیں آتا۔ ارشاد ہوا آخر آپ کیا کریں گے۔ ملازمت میں ترقی کیلئے کچھ کرتے
نہ تو فیر آدمی کا کوشش کرتے ہیں۔ اس فقرہ تحقیق میں جب ایک حصہ خانتوں کے اوتاروں میں
چلا جاتا ہے آپ زندگی کس طرح گذارتے ہیں۔ میں پوچھا یہ خانتوں کا قصہ آپ سے
کس نے کہا۔ فرمایا مجھے سب معلوم ہے۔ میں کہا جو بھی ہوتا ہے میں اسپر قانع ہوں۔
ارشاد ہوا آپ اپنے نفس پر جو چاہے کیجئے لیکن بیوی بچوں کو کیوں تکلیف دیتے ہیں
انکے لئے تو کچھ نہ کیجئے۔ یہ فرما کر تیس روپیہ کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لوٹ علیخان کے
نام لکھ دیئے۔ میں یہاں سے مسلم بنک گیا اور جناب شیخ احمد صاحب سے نرخ بنک
سے گفتگو کی تفصیل کہتے ہوئے مرقعہ تبدیل کیا۔ انہوں نے کہا تم جناب سے لینے کی
ضرورت نہیں میں اسکا انتظام کر دونگا۔ پہلے آپ لوٹ علیخان سے ملکر تقریر کیجئے اور
کاغذ دینے کی تجویز کر دیں تو آپکو دفتر سے ایک پرچہ ملیگا جسمیں کاغذ کی نوعیت اور
قیمت درج ہوگی وہ لوٹ کے دیجئے میں کاغذ منگوا لیتا ہوں۔ میں یہاں سے لوٹ علیخان کے
دفتر گیا جب توقع موصوف نے نظر بیاد دیدی دفتر سے جو پرچہ ملا تھا وہ
شیخ احمد صاحب کو دیکر گھر آگیا۔ دوسرے روز دفتر پر حاضر ہوکر مسلم بنک کے
گماشتے نے کہا آپکا کاغذ فروخت ہو چکا یہ تیس سو روپیہ منافع کے میں نے لیجئے
میں نے پوچھا یہ سب کا ایک ہی روز میں کیسے ہوا۔ انہوں نے کہا مسیں کیا
وقت تھی صبح خدا علی اسٹیشنری مرچنٹ سے کاغذ کی نوعیت و مقدار تبدیل کر معاملہ
طے کر لیا۔ اسٹور سے کاغذ رکھا کر سیدھے انکے یہاں روانہ کر دیا انہوں نے

رقم ما چاہ لکھدیا - بنک سے رقم منگوالی گئی صرف تین گنے ہی مسالہ ختم ہو گیا
نواب سے ملاقات کرکے کہا تو فرمایا شیخ اور ایک اچھے بیس میں ہیں -
اس واقعہ کے چھ ڈھائی ماہ بعد ایک روز نواب صاحب نے فرمایا آپکو رقم دینے کے لئے
کاغذ کیلئے میں کسی مناسب نہیں کیا - آپکو کاغذ لینے ہوتے ہیں اسلئے کہا اور
رقم لکھدیتا ہوں - میں عرض کیا اب میں کاغذ نہیں لیتا اس دفعہ مجھے کافی رقم ملی تھی
جس سے کچھ دفتر کا قرض ادا کر دیا بقیہ اپنے صرف میں لایا - اب مجھے رقم کی ضرورت
نہیں ہے - ہنسکر فرمایا رقم کی کسیکو ضرورت نہیں ہوتی یہ کہکر باوجود میرے انکار کے
پندرہ ریم کاغذ کیلئے رقم لکھدیئے اور ساتھ ہی شیخ صاحب کو فون سے اطلاع بھی
کر دیئے - اور صرف دفتر پیپل میں کاغذ کا مسئلہ ختم ہو گیا تھا صرف پانچ ریم دیکر
ہدایت کیگئی کہ یہ رقم ایک ہفتہ کے بعد لئے بقیہ پانچ ریم دیدئے جائینگے -
لیکن یہ رقم میں استعمال نہیں کیا - شیخ صاحب اصرار کرتے رہے مگر میں نے انکو رقم
نہیں دیا - وہ اب تک میرے یہاں رکھا ہوا ہے اور اس وقت ایک تاریخی نوعیت کی
ہو گئی ہے اور اسکو دیکھکر گزشتہ ایام کی یاد تازہ ہو جاتی ہے -
خود نواب صاحب بھی اس قسم کی تجارت کو دل سے پسند نہیں فرماتے تھے محض میری
مالی امداد کی خاطر یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا - کیونکہ میں کسی اور طرح انکو مالی امداد
کرنے کا موقع نہیں دیتا تھا - وہ میری طبیعت سے بخوبی واقف تھے -
بہرحال اس سلسلہ کو میں نے یہیں ختم کر دیا - پھر کبھی انکا موقع آنے نہ دیا -

ایک اور کوشش

جناب سید شہاب الدین صاحب عرف بڑے خواجہ زادے میاں جو پشت سے میرے عزیز بھی ہوتے تھے مجھ سے خواہش کی کہ ضلع نظام آباد میں بغرض زراعت زمینات دیے جا رہے ہیں جناب طاہر صدیقی صاحب اسپیشل ڈپٹی کلکٹر کے ذمہ تقسیم اراضیات کا کام ہے ان سے مولوی ابوالحسن سید علی صاحب کے نہایت اچھے تعلقات ہیں چنانچہ مولوی صاحب موصوف ایک سفارشی رقعہ طاہر صاحب کے نام دے دیں جائے تو ہم کو بھی کچھ زمین حاصل ہو جائیگی۔ میں کہا کل چلیے مولوی صاحب سے رقعہ لے لینگے۔ دوسرے روز میں اور شہاب الدین صاحب مولوی صاحب کے یہاں گئے اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا اسکے لئے سفارش کیا ضرورت لیکن ہے حکومت سب کو بلا لحاظ قومیت اراضیات تقسیم کر رہی ہے آپ بھی درخواست دیجئے زمین مل جائیگی۔ میں کہا یہ صحیح ہے لیکن سفارش ہو تو کام آسانی سے نکل جاتا ہے فرمایا میں اسکی ضرورت نہیں سمجھتا پھر فرمایا اچھا کل آیئے رقعہ دیدونگا اب میں دفتر کو جا رہا ہوں۔ دوسرے دن ہم گئے تو ارشاد ہوا پہلے آپ وہاں جا کر درخواست تو دیدیجئے تو دیدیجئے اگر کل جا کر انتظار کریں تو میں رقعہ دیدونگا یہ کہکر ہم کو رخصت کر دیئے۔

جناب شہاب الدین صاحب کو مولوی صاحب کے اس طرح رخصت کرنے پر بہت مایوسی ہوئی اور مجھے بھی رنج ہوا۔ دوسرے دن صبح دس بجے میں نواب صاحب کے یہاں گیا

ایک وکیل صاحب سے باتیں ہو رہی تھیں۔ مجھ سے فرمایا کہ ارشاد ہے۔ میں نے کہا کل
میں حضرت کے سفارشی رقعے دینے کا وعدہ فرمایا گیا تھا اسکے بجائے حاضر ہوا
عدم سے پیاڈ منگوا کر رقعے لکھ دئے گئے۔ اسکے بعد میں نے کہا عدم ترجمہ سے متعلق
زبانی سفارش کرنے کا ارشاد ہوا تھا اوسکے متعلق کیا ہوا۔ فرمایا مجھے یاد ہے
ملاقات پر عرض کر دونگا۔ غرض اسطرح تین چار سفارشات کی تکمیل ہو گئی۔
نواب صاحب نے وکیل صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ ان حضرت کو جانتے ہیں
انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ ارشاد ہوا فریدا نام ہے نواب سفارش یار خاں بہادر
دیکھئے اس عرصہ میں چار پانچ سفارش کرا دیتے ہیں۔ مسکراتے کرسی سے اٹھتے
ہوئے مجھ سے فرمایا اب اجازت دیجئے نیچے چند حضرات وکلاء میرے منتظر ہیں آج
مجھے ایک مقدمہ میں عشت گاہ بیان دینا ہے پھر فرمایا کہ آپکی سفارشیں ختم
ہو چکی ہیں۔ میں نے عرض کیا جی ہاں سفارشیں ختم ہو چکی۔ یہ سنکر حضرت سے پوچھا آپکا
کیا کام ہے یہ کہکر کرسی پر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا یہ آپ معروف ہیں پھر حضرت سے
کہوں گا۔ ارشاد ہوا اگر میں وہ سفارشی جاؤنگا۔ پھر آپ نے کہا بھائی غضب الوہاب
ضلع نظام آباد میں بعض زراعت کچھ زمین لینا چاہتے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ آپ نے
کچھ زمین کے لئے درخواست دیجئے آپکی درخواست تک اس زمین پر میں خود زراعت کا
انتظام کرونگا۔ لہذا آپ جناب طاہر صاحب کے نام ایک سفارشی چٹھی دیں تو کام
نکل جائیگا۔ ارشاد ہوا یہ بہت اچھا سکیم ہے میں چٹھی لکھ دیتا ہوں

ظاہر آپ حرمین کو ضرور زیارت دینگے۔ وہ میری ہی سفارش سے اس خدمت پر آئے ہیں
میں آپکے نام سے رقعہ لکھدیتا ہوں آپ اپنی دو خوبصورتوں کیساتھ رقعہ ظاہر صاحب کو دیجئے
یہ لیکر رقعہ لکھدیں اور مجھے پڑھنے کیلئے دیں۔ رقعہ بہت مختصر صرف دو سطروں
پر مشتمل تھا۔ جسمیں لکھا گیا تھا کہ

"حامل ہذا مولوی سید یوسف صاحب کو آپکے پاس بھیج رہا ہوں
یہ سمجھیں میں خود آیا ہوں۔ رہنے زمین دیگئی تو مجھے دیگئی جیسا ہے
دین میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے"

ارشاد ہوا یہ ٹھیک ہے باقی اور لکھوں؟ میں عرض کیا اب باقی کیا رہ گیا ہے جو دیکھیں زمانہ
یہ رقعہ بھائی صاحب الرشید صاحب کو بتلایا تو بہت خوش ہوئے۔ الغرض ہم چار بھائی
بلدیہ دو خوبصورتیں لیکر نظام آباد پہونچے بلدیہ کے ڈاک بنگلہ میں قیام کیا۔
دوسرے دن مولوی ابو الحسن سید علی صاحب کے سنڈیکٹ میں گئے جہاں نواب نور اللہ صاحب
والد صاحب شریک سنڈیکٹ زراعت کا انتظام کر رہے تھے۔ نواب والد صاحب نور صاحب
کا رقعہ دیکھکر فرمایا تائید ملت ایسا رقعہ صرف آپ ہی کیلئے لکھ سکتے ہیں۔ آپکے
اور تائید ملت کے تعلقات سے میں بخوبی واقف ہوں۔ دوپہر میں ہمکو نہایت
پرتکلف کھانا کھلایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم نے رخصت چاہی تو کہا کم از کم
دو ایک روز تو یہاں قیام کیجئے۔ میں کہا ان شاء اللہ پھر کبھی وقت آ کر ضرور ٹھہرونگا
یہاں سے رخصت ہو کر مولوی سید عدل الدین صاحب قاضی کے یہاں گئے موصوف نے

میں بیان کیے بغیر لیکن زیادت کر رہے تھے ہم تین گھنٹے یہاں ٹھہر کر موضع ماتم کو گئے جہاں
میرے چھوٹے بھائی سید عبدہ محمود بھی گئے ہی زیادت کر رہے تھے انکو ساتھ لیکر
نظام آباد آ گئے۔ دوسرے روز جناب طاہر صاحب کو درخواستیں اور جناب صاحب
رقعہ دیا گیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا آپ کیا کام کرتے ہیں میں نے کہا عدالت
فوجداری بلدہ میں ملازم ہوں۔ سید شاہ الزمان صاحب سے پوچھا آپ کیا کام کرتے ہیں
انہوں نے کہا میں گشت داری کرتا ہوں۔ اسکے بعد ریاست کو طلب کر کے فرمایا
یہ حضرات جن مواضعات میں زمین دیکھنا چاہتے ہیں وہاں کے پٹیل کو حسب ضابطہ
ہدایت نامے لکھکر دیدو۔ ہم تین مواضعات کے ہدایت نامے لیکر ڈاک بنگلہ آ گئے۔
دوسرے دن شاہ الزمان صاحب اور سید محمود انتخاب زمینات کیلئے روانہ ہو گئے میں ڈاک بنگلہ
ہی میں رہا۔ تیسرے دن یہ لوگ منتخب زمینات کے نمونے لیکر آ گئے۔
یہ نمونے جناب طاہر صاحب کے ملاحظہ میں پیش کیے گئے۔ بعض نمونے کے متعلق
ارشاد ہوا کہ یہ فوجیوں کیلئے مختص ہیں اور بعض نمونے سے متعلق کہا گیا کہ یہ
ریاست کے کیٹیٹ حضرات کیلئے مخصوص ہے۔ بقیہ ایک دو نمونے سے متعلق فرمایا کہ
یہ نمونے پہلے ہی ایک صاحب کیلئے مختص ہیں۔ میں نے کہا تعلیم یافتہ اشخاص اور فوجیوں کے
مخصوص زمینات کیلئے ہدایت نامے کیوں اجراء کیے گئے۔ فرمایا دفتر کی غلطی ہے
میں نے کہا آپ نے جن نمونوں کے کسی صاحب کے نام مختص ہونے کا ذکر فرمایا ہے وہ اندراج رجسٹر میں
نہیں ہے۔ فرمایا یہ بھی ریاست کی غلطی ہے اسکے بعد فرمایا کسی اور زمینات کے نمونے

تو غور کیا جائیگا۔ ہم یہاں سے ناکام ہو کر دفتر کے منتظم صاحب سے ملاقات کا اظہار کیا
تو انہوں نے کہا یہ سب عذرات لنگ بن معلوم ہوتا ہے تعلقدار آپکو نہیں
دینا نہیں چاہتے۔ الغرض یہاں سے ہم بے نیل و مرام حیدرآباد آ گئے۔

نواب صاحب سے ملاقات ہوئی تو ارشاد ہوا کسقدر زمین حاصل کی گئی آپنے
بھی درخواست دی تھی کہ نہیں۔ عرض کیا ہزاروں درخواستیں پیش کی گئی تھیں لیکن نتیجہ کچھ
نہ نکلا۔ ملاقات کا تصور سنکر چہرہ مکدر ہو گیا۔ پیشانی پر بل پڑ گئے۔ میں کیا کروں
آپ اثر نہ لیجئے یہ ہمارے مقصد کی بات ہے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد نظام آباد میں مجلس اتحاد المسلمین کا سالانہ جلسہ بصدارت
قائد ملت منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر نواب صاحب تین روز نظام آباد میں قیام فرما کر
واپس آ گئے۔ نواب صاحب کی واپسی کے بعد جناب طاہر صاحب پریسیڈنٹ دم تعلقدار کا
نے نواب نور الدین صاحب ولد حاجی سے فرمایا۔ نواب کیا بات ہے کہ اس موقعہ قائد ملت
بچہ سے بالکل الگ الگ رہے۔ پریسیڈنٹ پر یا دوسروں پر بلکہ بس کے
عشائیہ میں نیز تعلقدار صاحب کے بیان کے بعد غرض جہاں جہاں سے صرف میرا سلام
لیکر دوسروں سے مخاطب ہو جاتے تھے۔ وہ پہلی سی گرم جوشانہ ملاقات اور
خلوصانہ گفتگو جو انکی سیرت کا ایک جز ہے وہ میرے تعلق سے بالکل ختم تھی
نواب والد حاجی نے کہا یہ تمہاری بے وقوفی کا نتیجہ تھا۔ وہ تو قائد ملت ایک وسیع القلب
دل میں جو تمہارے سلام کا جواب ہی دیتے کوئی اور ہوتا تو تمہارا سلام بھی نہ لیتا۔

طاہر جان نے بڑی حیرت سے پوچھا آخر مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوئی ہے کہ نواب صاحب
اسطرح رنجیدہ ہیں۔ میں تو ہمیشہ نہایت محنت و جانفشانی سے کام کرتا ہوں۔ نواب والا جاہ نے کہا
تم نے بڑی غلطی کی کہ تائید ملت کی سفارش کا کوئی لحاظ نہیں کیا جو انہوں نے اپنے
ایک مخلص ملازم کی سید یوسف صاحب تصور کو نہیں دینے کیلئے کی تھی۔
تائید ملت کا وہ رقعہ جو تمہارا مرسلہ تھا وہ میری نظر سے گذرا ہے جس میں انہوں نے
تحریر کیا تھا کہ "مولوی سید یوسف صاحب تصور تمہارے پاس آرہے ہیں یہ سمجھو کہ میں آیا ہوں
انکو نہیں دیا گیا تو مجھکو دیا گیا جیسے ہے ان میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے"
ایسے الفاظ تائید ملت اپنی زندگی میں کسیکو نہ لکھیں گے۔
اسطرح لکھنے پر بھی تم نے انکو نہیں لکھ دیا۔ تمہارے اس طرز عمل سے نواب صاحب
جو رنج ہوا ہے وہ میں جانتا ہوں۔ ایک دن مجھ سے فرما رہے تھے کہ طاہر جان سے ایسی
امید نہیں تھی۔ یہ سنکر طاہر جان نے کہا یہ صحیح ہے کہ میں نے انکو نہیں لکھ دیا لیکن
اس خیال سے کہ نواب صاحب ایک نرم دل انسان ہیں جو بھی خواہش کرے اسکو سفارشی
رقعہ دیدیتے ہیں نیز تصور صاحب کسی دفتر میں ایسا اپنے میں خیال کیا بعد ایک ایسا
وشاعر جو یہ خدمت ہی کیا نہ عزت کریگا یہ غلطی تو مجھ سے سرزد ہوئی۔
اب اسکی تلافی یوں ہو سکتی ہے کہ آپ جب حیدرآباد جائیں تو واپسی میں تصور صاحب
ساتھ لائیے میں انکو نوکری پیشہ ہی بنا یا جاتا وہ چاہیں جسقدر نہیں مطلوب ہے
دیدونگا۔ نواب صاحب کی ناراضگی کا مجھے بہت قلق ہے مجھے یہ تکلیف تسلیم

نہ تھے مدت سے اسکی نوبت نہ آئی۔

ایک دن نواب والا جاہی میرے یہاں تشریف لائے بعد گفتگو طاہر جاہ کے
اپنی ذکر کو الصدر گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے طاہر جاہ کے نشانہ کا اظہار فرمایا۔
میں کہا ایسے غلط آدمی کا احسان لینا میں پسند نہیں کرتا جس نے نواب جاہ کی نمک حرامی
دو کرکے انکی رعایت کی ہو۔ نواب والا جاہی نے کہا اب وہ اپنی غلطی پر پشیمان ہیں
آپ میرے ساتھ چلئے موضع نوی پیٹھ میں اسٹیشن کے قریب ہی ۶۰ ایکڑ زمین ملے گی
اسپر زراعت کا بھی میں انتظام کرا دونگا اور شباب الفرحت کیلئے بھی کچھ نہ کچھ انتظام
ہو جائیگا۔ میں کہا نواب میں آپکے احسانوں و عنایات کا شکر گزار ہوں۔ لیکن طاہر جاہ
اب مجھے ایک ہزار ایکڑ زمین بھی دیں تو میں نہیں لونگا۔ یہ بات میری طبیعت و مذاق
کے خلاف ہے۔ آپ طاہر جاہ سے کہدیجئے کہ میں نے آنے سے انکار کر دیا ہے۔
نواب والا جاہی نے اپنے طور پر بھی چلنے کیلئے اصرار کیا لیکن میں نے ان سے معافی چاہ لی۔
نواب والا جاہی قائد ملت سے اسکا تذکرہ کرتے ہوئے کہا شاید آپکے کہنے پر
وہ نظام آباد چلنے پر آمادہ ہو جائیں۔ قائد ملت نے فرمایا نواب تم تو جاہ کی طبیعت
سے واقف نہیں ہو اب وہ میرے کہنے سے بھی آمادہ نہیں ہونگے۔ اب اس کا ذکر نہ کیجئے۔

اس واقعہ کے ۵ ماہ بعد نظام آباد سے ولی الدین سید علی صاحب کا
ایک خط سید جلال الفرحت کاظمی کے نام آیا جبکہ وہ مشیر آباد میں اپنے
سسرال میں ٹھیرے ہوئے تھے جو صوف نے لکھا تھا کہ آپ سید یوسف صاحب کو

نظام آباد آنے کیلئے کہئے میں انکو بیان کہ زمینات دلوانے کا انتظام کیا ہوا۔
جلال الدین صاحب نے یہ خط جبکہ دیکھتے ہوئے فرمایا اچھا موقع ہے آپ نظام آباد
چلے جائیے۔ میں کہا۔ اب میں نے حصول اراضی کا ارادہ ترک کر دیا ہے آپ انکو
لکھ دیجئے تصور جاب اب زراعت کرنا بہتر جانتے اسلئے نظام آباد آنے سے انکار
کر دیا ہے۔ اسکے تین چار ماہ بعد جناب سید خورشید صاحب جو آجکل اگزامینر آف
اکونٹس ہیں میرے یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے دو بھائی چین پلین سے
آئے ہوئے ہیں۔ رہنا ارادہ کچھ زراعت کرنے کا ہے۔ حصول اراضی کیلئے
میں نظام آباد گیا تھا مجھے اطلاع ملی کہ مولوی ابوالحسن صاحب آجکل یہاں اپنے
سنڈیکیٹ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں اُن سے ملنے گیا اُنکے نرغہ میں پھنس گیا اور اُن سے
اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا زمینات کی تقسیم کا سلسلہ
ختم ہو چکا ہے اب زمین ملنا دشوار ہے۔ آپکو زمین ملنے کی ایک صورت یہ
ہو سکتی ہے کہ جناب طاہر صاحب دوم تعلقدار تصور صاحب کو زمین دینا چاہتے
ہیں۔ آپ انکو لائیے میں اُنکے ساتھ آپکو بھی کچھ زمین دلوانے کا انتظام کرونگا۔
یہ واقعات سنکر جناب خورشید صاحب نے فرمایا آپ میرے ساتھ نظام آباد
چلیئے۔ آپکے سعی میں ہمکو بھی کچھ زمین مل جائیگی۔ میں کہا حالت کچھ ایسی ہے کہ
میں جناب طاہر صاحب کا احسان لینا نہیں چاہتا اسلئے آپکے ساتھ چلنے سے
معذور ہوں۔ یہ سنکر انکو بڑا تعجب ہوا کہ تعلقدار صاحب خود زمین دینا چاہتے ہیں

اور یہ اظہار کر رہے تھے۔ انہوں نے بڑی حیرت و استعجاب کا اظہار کیا۔ یہ چیز انکے سمجھ میں
کیسے آ سکتی وہ بیچارے سادہ پرست آدمی۔ مدراس سیٹ کے باشندے وہ
وضع داری اور خود داری جیسے احساسات سے قطعاً عاری۔ یہ تو اپنی غرض کیلئے
عہدہ داروں کے جوتیاں اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے یہ اظہار پر انکو تعجب
تو تعجب نہیں۔ غرض بہت کوشش و اصرار کرنے کے بعد میرے رویے پر حیرت آمیز
روزہ کا اظہار کرتے ہوئے ناکام واپس ہو گئے۔

الغرض اسطرح جناب طاہر صاحب جیسے مختلف ذرائع سے نظام آباد طلب کر کے زمین
دینے کی کوشش فرمائے۔ لیکن اسمیں انکو کامیابی نہیں ہوئی۔

ایک اور آخری کوشش

ایک روز سندھی جیسی عرف نانا بیالیس فرحت نامی ایک شخص میرے پاس کلب میں
آئے اور کہا کہ ونیلا ایک کنجر سازی کا کارخانہ ہمارے محلہ میں ہے
انکو کچھ تھوڑے شکر کا پرمٹ تھا۔ متعلقہ انسپکٹر ارتب بندی نے محض ذاتی
عداوت کیوجہ سے شکر بلاک فروخت کرنے کی علت میں چالان کر کے
پرمٹ منسوخ کرا دیا ہے۔ عدالت نے عدم ثبوت میں مقدمہ خارج کر دیا۔
انہوں نے نقل فیصلہ درخواست کیساتھ منسلک کر کے سررشتہ ارتب بندی کے

بازیابی پرمنٹ کی درخواست دی تھی لیکن وہاں کچھ شنوائی نہ ہوئی پس اگر آپ
اس سلسلہ میں ان کی کچھ مدد فرمائیں تو ان کے روزگار کا انتظام ہو سکتا ہے۔
میں نے کہا اچھی بات ہے کل صبح میرے ساتھ چلو میرے ایک دوست کے تعلقات
محکمہ مال جات سے ہیں ان سے سفارش کرا دی جائے گی چنانچہ دوسرے
دن وہ مجھ کو ایک دارالشفاء گیا جہاں ۱۱ سید محمد صاحب مولوی رہتے تھے موصوف سے
نور محمد کیس کی تفصیل کہتے ہوئے کہا کہ جب عدالت نے مقدمہ عدم ثبوت میں خارج
کر دیا تھا تو محکمہ پرمنٹ اجراء کا ظلم ہے۔ تب مولوی صاحب نے باضابطہ سفارش
کرنے کا وعدہ فرمایا۔ انہی سفارش پر جب محکمہ مال جات نے صرف ایک تحصیل شکار کی منظوری
صادر کی۔ لیکن اسی اجرائی کیلئے بھی محکمہ متعلقہ نور محمد کو پریشان کر رہا ہے تو آج
فردا پر ٹالتا رہا۔ یہ غریب تنگ آ کر پھر میرے پاس آ کر پریشانی کا اظہار کیا۔
میں نے کہا اس دفتر میں میرے کوئی شناسا نہیں ہیں پھر بھی چلو کوشش کرتے ہیں
انکے ساتھ دفتر نظامت رات بندی پہونچا۔ ایک کمرہ پر "ابوالحسن تاب ناظم"
کی تختی لگی ہوئی تھی اندر نام دریافت کیا تو ایک ہرکارہ نے کہا نواب جعفر علی خاں سے
پوچھا کہاں رہتے ہیں انہوں نے کہا لال پتھر پر انکے مکان کا نام خورشید گنبد ہے
یہ میرے مخلص دوست نواب محمد فاروق علی خاں جاگیردار کے بڑے فرزند تھے
نواب صاحب موصوف کے سب بچے مجھے ماموں پکارتے تھے۔ میں چپراسی سے کارڈ لیکر
تو وہ خود باہر آئے اور پوچھا ماموں آپ کیسے تشریف لائے اور مجھے اپنے ابا کے پاس

لے گئے۔ میں نے نور محمد کو تیار کر کہا نظام لنگر کا ایک چھوٹا سا کارخانہ ہے جس کے ایک تعلیم
شکر منظور ہوئی ہے لیکن صفدر و متعلقہ پرمٹ کی اجرائی میں ٹال مٹول کر رہے ہیں
انہوں نے شکل شکوا کر دیکھا اور صفدر سے کہا شکر منظور ہو چکی ہے انہیں پرمٹ دے دیا جائے۔
ہم چائے پی رہے تھے کہ پرمٹ آ گیا۔ جعفر علی نے کہا ماموں آپ کیوں تکلیف کرتے
ایک چٹھی لکھ دیتے تو کافی تھا۔ میں کہا مجھے کیا معلوم تھا کہ تم یہاں ہو۔ خیر شکریہ
ادا کر کے ہم واپس ہوئے۔

دوسرے روز نور محمد میرے پاس آئے اور پچاس روپے میرے سامنے رکھ دیئے
میں پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے کہا آپ کے لئے لایا ہوں۔ مجھے بہت غصہ آیا میں کہا
تمہارا کام میں ہمدردی کے تحت نکالا ہوا۔ رشوت لینے کے لئے نہیں۔ تم نے مجھے
غلط سمجھا اشاد روپے آئندہ ایسی حرکت کریں تو آنے نہ دونگا۔ وہ پشیمانی
سے معافی چاہتے ہوئے چلے گئے

تقریباً ایک ہفتہ کے بعد نور محمد نے آ کر کہا۔ آپ کے اور نائب قاسم صاحب کے اچھے
تعلقات ہیں اپنے بچے کے نام سے چار پانچ ہزار کا پرمٹ حاصل کیجئے میں اپنی
رقم سے شکر لا کر لنگر بناؤنگا اور اس کے فروخت سے جو منافع آئے گا نصف
نصف تقسیم کر لینگے۔ یہ تجارت ہے اس میں آپکو عذر نہ ہونا چاہئے۔ آپکے ذریعہ
میرا بھی فائدہ ہو جائیگا۔ میں کہا یہی بات ہے تم ہفتے دو ہفتے کے بعد آؤ۔
خیال ہوا کہ شکر کیلئے نواب جعفر علی خان سے کہنے کے بجائے تائید ملت

کیوں نہ کہا جائے۔ مولانا حمید الدین صاحب ناظم دارالترتیب بندی سے قائد ملت کے
بہت گہرے تعلقات ہیں۔

اس خیال کے پیش نظر میں ایک دن قائد ملت سے پوچھا کیا آپ حمید الدین صاحب سے
کہکر مجھے تھوڑی سی شکر دلوا سکینگے۔ فرمایا حمید الدین سے کہکر آخر کتنی شکر کی
ضرورت ہے؟ عرض کیا ماہانہ صرف تیس تبلے۔ ہنسکر فرمایا یہ تھوڑی ہے۔
عرض کیا میرے لئے بہت ہے لیکن آپکی سفارش کے مقابلہ میں تھوڑی ہی ہے۔
ارشاد ہوا اسقدر شکر کس لئے چاہئے۔ میں نے تمام اسکیم سنایا
ارشاد ہوا یہ تو بہت اچھا اسکیم ہے۔ میں آپکو ضرور شکر دلوونگا۔ کل
بارہ بجے آئیے حمید الدین کے یہاں چلینگے۔ میں کہا مولانا تیس تبلے کیا یہ زمانہ
تو ایسا ہے تیس سیر شکر ملنا مشکل ہے حمید الدین صاحب آپکو تیس تبلے شکر کہاں سے
دینگے۔ اگر چار پانچ تبلے ماہانہ بھی مل جائیں تو غنیمت ہے۔ ارشاد ہوا تم
آپ اسکی فکر نہ کیجئے ان شاء اللہ ماہانہ تیس تبلے شکر ہی دلوونگا اگر حمید الدین
نہ دیں تو آپ میری ڈیوڑھی سے ماہانہ تیس تبلے شکر لے جائیے۔

کل بارہ بجے درخواست لیکر آئیے حمید الدین کے یہاں چلینگے۔ میں عرض کیا
نواب صاحب ماہانہ شکر صرف درخواست پر نہیں ملتی اسکے لئے کسی دکان کو
راشن کی شکل میں تبدیل کرکے اولاً محکمہ بلدیہ سے راشن لائسنس لینا پڑتا ہے
اور لائسنس کی نقل درخواست کیساتھ داخل کرنا پڑتا ہے جب کہیں

کارخانہ کے نام پر شکر کا پرمٹ دیا جاتا ہے۔ ارشاد ہوا پھر تو ایسا کیجئے
کلب کے اوپر حصہ کو جسمیں مصنوعات ملکی کا شعبہ تھا کارخانہ کی شکل میں تبدیل
کر کے محکمۂ بلدیہ میں حصول لیسنس کی درخواست دیدیجئے لیسنس ملتے ہی آپکے
لئے شکر کا انتظام کر دیا جائیگا۔

یہ روئیداد میں نے خود مجھ سے کہا تو بہت خوش ہوئے اور اپنے صرف سے کلب کے
مذکورہ ہال کو کارخانہ کی شکل بنا کر کچھ دن اپنا مال تیار کئے تا بلدیہ
کی تنقیح میں معلوم ہو سکے کہ یہ کنجر سازی کا کارخانہ ہے۔ چنانچہ درخواست دیدی گئی
بلدیہ کا انسپکٹر ایک ماہ بعد آیا اتفاق سے یہ جاپیرے بلدیاتی نکلے انہوں نے
کارخانہ کا معائنہ کر کے اجرائے لیسنس کی رپورٹ کر دی۔ نواب صاحب کا بار بار
تقاضہ ہوتا کہ لیسنس جلد لیکر آؤ میں حمید اللہ خاں سے تذکرہ کر دیا ہر دل از خدا اللہ
آپکو مطلوبہ شکر مل جائیگی۔ ہم حصول لیسنس کیلئے محکمۂ بلدیہ کے چکر لگاتے رہے۔

ایک روز میرے دفتر میں ہم لڑکے بھائی سعید اللہ خاں صاحب کو حمید
کا ایک چٹھی لیکر آئے جسمیں مرحوم نے لکھا تھا کہ یہ لڑکے سٹی کالج میں زیر تعلیم ہیں
ان کی معافی تیس کیلئے مولوی احمد حسین خاں صاحب پرنسپل سٹی کالج کے نام نواب بہادر یار جنگ
سے ایک سفارشی رقعہ دلا دیجئے۔ میں ان لڑکوں سے کہا چار بجے بیگم بازار میں
نواب صاحب کی دیوڑھی پر آجاؤ انشاء اللہ رقعہ دلا دونگا۔ اتفاق سے چار بجے
کے قبل بارش شروع ہو گئی جو تقریباً پانچ بجے تک ہوتی رہی۔ بارش کم ہونے پر میں نواب صاحب

کے بیان کیا۔ نواب صاحب کے ملازم نے کہا ہم لڑکے آپ کے آئے تھے بہت دیر انتظار کر کے
ابھی ابھی گئے ہیں۔ مجھے افسوس ہوا میں بھی واپسی کا ارادہ کر رہا تھا کہ نواب صاحب کے ملازم سلیم نے
نے کہا "نواب صاحب اوپر اکیلے ہیں آپ مل لیجئے"۔ خیال ہوا نواب صاحب سے بھائی
توحید صاحب کے رقعہ کا ذکر دینا چاہئے۔ سلیم رکھکر اوپر جا رہا تھا کہ نواب صاحب
کی آواز آئی جو بلند آواز سے کوئی شعر پڑھ رہے تھے۔ کمرہ میں جب داخل ہوا تو
دیکھا نواب صاحب سامنے کی چھوٹی میز پر پاؤں دراز کئے ہاتھ میں پاکٹ سائز کی
چھوٹی سی کتاب لئے ہوئے نہایت بلند آواز سے پڑھ رہے ہیں۔
مجھ پر نظر پڑتے ہی پھر کہنے کو ارشاد ہو گئے۔ میں نے کہا آج بہت بڑی کتاب کا مطالعہ
ہو رہا ہے۔ فرمایا۔ اقبال کا کلام ہے۔ واقعی یہ شعر مجھے بہت متاثر کر رہا تھا
بار بار پڑھ رہا تھا۔ شعر یہ ہے

"ترا مقام ہے ہر اک مقام سے اعلیٰ ہے حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں"

میں نے کہا واقعی نہایت اچھا شعر ہے۔ اقبال نے پہلے مصرعہ میں انسان کو فنا فی اللہ
ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اللہ سے اعلیٰ اور کوئی مقام ہو سکتا ہے۔ اور دوسرے
مصرعہ میں زندگی کی منزلیں طے کرنے کو ایک ذوق سفر کہا ہے۔
ارشاد ہوا اچھا لگا یہ شعر مجھے بھی پسند آیا۔ ایک بار اور بلند آواز سے شعر پڑھ کر
کتاب رکھ دی گئی۔ خیر و عافیت کے تبادلہ کے بعد میں نے بھائی توحید صاحب کی
چٹھی دی۔ اسکو پڑھکر فرمایا ہم آئے ہیں تو بلوا لیجئے میں رقعہ لکھ دیتا ہوں۔

میں کہا میرے آنے میں باتیں کی وجہ سے تاخیر ہوگئی بچے انتظار کرکے چلے گئے۔ فرمایا کل
انکو رسی چھٹی لیا تھا۔ پھر بچے میں رقعہ دیکر فون سے احمد حسن خاں کو کہدونگا۔
اسکے بعد ارشاد ہوا جب آپکے بلدیہ کا وہ اور کرایہ (لیسنس) کب ملیگا
عرض کیا آج ہی محکمہ بلدیہ کو گیا تھا معلوم ہوا منظوری ہو چکی ہے رات اور کل مل جائیگا۔
فرمایا لیسنس لیکر سیدھے میرے پاس آجایئے آپکو حمید الدین کے یہاں لیجا کر شکرانہ
انتظام کرا دونگا۔ ضرور حاضر ہونگا کہکر رخصت کیئے اٹھا تو ارشاد ہوا کیا اسوقت کسی
کام پر جانا ہے۔ میں کہا جی نہیں یہاں ہی کو جا رہا ہوں۔ فرمایا پھر تو بیٹھئے میں اکیلا ہوں
کچھ باتیں کرینگے۔ میں بیٹھ گیا۔ اصلاح نظم و نسق سے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ اسکے بعد
جاگیر و اعزازات کی بازیابی کا ذکر آیا تو ارشاد ہوا مجھے اس سے کچھ خوشی نہیں ہوئی
اب تو دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیمات امام مہدی محمد علیہ السلام پر عمل کرتے ہوئے
ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں ہم میاں بیوی رہیں میں پٹی لیکر بازار سے سودا لاؤں
بیوی اپنے ہاتھ سے پکائے اسطرح ہم دونوں اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے
زندگی گذار دیں۔ میں کہا ایسی جھونپڑی میں ہم لوگ صرف ایک جا ہی رہ سکتے ہیں۔
ہنستے ہوئے فرمایا ایسا نہیں میری بیوی بھی ضرور میرا ساتھ دینگی۔ میں کہا
مجھے توقع کم ہے۔

تقریباً پونے چھ بجے کپڑے پہنکر فرمایا آج درس اقبال ہے نیچے لوگ آگئے
ہونگے۔ کیا آپ درس میں شریک نہیں ہونگے۔ میں کہا آج معافی چاہوں

گھر پر کچھ کام ہے۔ ارشاد ہوا اچھا تو پھر جائیے۔ میں نماز ظہر سے فارغ ہو کر
درس اقبال میں شریک ہونگا اور آپ کے لیے ایک دعوت اڑانے جاؤنگا۔
میں کہا لیڈروں کو قوم کے غم میں مجنوں اکبر الہ آبادی ٹانسر کھانے کے سوا کیا کام ہے
سنکر فرمایا کیا ہم بھی ایسے ہی لیڈر ہیں۔ میں پوچھا کہاں کی دعوت ہے فرمایا ہاشم علی
(رکن ہائیکورٹ) کے یہاں آم کی دعوت ہے۔ مزے کیجئے کہکر میں رخصت ہو گیا۔
رات کے ساڑھے نو بجے (طلوع ہی کر تائید ملت کا چاند تاریک
حرکت قلب بند ہونے کیوجہ سے انتقال ہو گیا۔ یہ خبر آگ کیطرح حیدرآباد
میں پھیل گئی۔ پورا حیدرآباد بلا لحاظ مذہب و ملت بحر غم میں ڈوب گیا۔
۴/ رجب کی صبح صبح قیامت کا منظر پیش کر رہی تھی۔ جس طرف دیکھو
تائید ملت کے تائید ملت کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہر شخص با چشم تر
بیگم بازار جا رہا تھا۔ میں نو بجے جب بیگم بازار پہونچا تو لوگوں کا اسقدر
ہجوم تھا کہ دیوڑھی میں داخل ہونا ناممکن ہو گیا۔ مجبوراً نامپلی گیٹ کیطرف جا رہا تھا
راستہ میں مسٹر بی کشن راؤ وکیل (یہ انقلاب حیدرآباد کے بعد چیف منسٹر
بن گئے تھے اور اسکے بعد گورنر ہو گئے) اور مسٹر نرسنگ راؤ ایڈیٹر
اخبار "رعیت" (یہ بھی انڈیا یونین کے دور میں منسٹر ہو گئے تھے) نیز مسٹر
راما چاری وکیل (یہ حکومت آصف جاہ سابع کے عہدہ پر فائز تھے) سے
ملاقات ہوئی یہ تینوں میرے ملنے آتے تھے۔ ان سب کی آنکھوں سے آنسو

جا رہی تھی۔ راجا چاری صاحب میرے گلے لگ کر بہت روئے۔ اور کہا کہ میں
شکر بھیجتا ہوں کہ ہم نے (یعنی قوم پرست پارٹی نے) اور نواب بہادر یار جنگ نے
سیاسی مسائل میں اختلاف ضرور کیا لیکن اس سے بڑھ کر نواب صاحب کے خلوص
بارے خلوص دوستوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ افسوس ہے کہ آج ہم سے
ایک بہت مخلص و اخلاص دوست بچھڑ گیا۔ اس کے بعد وہ دیر تک کیفیت
کے عالم میں نہ رہ سکے۔ میں داخل ہو کر سیٹھی صاحب کے پاس بیٹھ گیا اور چھوٹے صاحب
سے دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ نواب صاحب کی نعش مردانہ ہال کے بیچ میں رکھی ہوئی تھی
نعش کے قریب حضرت سید احمد صاحب مرشد نواب صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی
انکے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد پولیس کی سیٹیاں شروع ہوئیں یہ معلوم ہوا کہ
اعلیٰحضرت میر عثمان علیخان کی تشریف آوری ہے۔ معلوم ہوا کہ پولیس لائن سے
اعلیٰحضرت کی موٹر دیوڑھی تک بڑی مشکل سے آ سکی۔ اعلیٰحضرت پورے
حلقہ میں نعش کے قریب تشریف لائے۔ نواب صاحب کی صورت دیکھ کر فرمایا ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ سو رہے ہیں۔ نیز ارشاد ہوا افسوس ہے ایسا شخص صدیوں
میں پیدا نہیں ہوتا اور فرمایا یہ بڑا نازک وقت ہے یہ وقت اعلیٰ خدمات کا
جو عام رہنمایوں نے قوم و مذہب کیلئے انجام دیئے وہ انکو ہمیشہ زندہ رکھیں گے
انسان کی قدر مرنے کے بعد ہوتی ہے۔ اب زندہ بول نہیں سکتا
سیکڑوں برس بعد شاعر کی گرد شعر کے بعد دنیا میں انسان پیدا کرتی ہے

جو اپنی صفات و خدمات کی وجہ سے قوم میں ہر دل عزیز ہو جاتا ہے
اُن کے ممات سب کو معلوم ہیں یہ وقت آہ و زاری کا اثر چھوڑ جاتا ہے
موت سب ہی لیکن ایسی موت جو وقت سے پہلے ہوتی ہے بڑی جانکاہ
ہوتی ہے۔ اسکے بعد مولوی ہاشم علی خاں صاحب سے مخاطب ہوئے
جنکے مکان پر تعزیت کی مجلس پر ہی تھی۔ اون سے اعلیٰحضرت
بندگانی عالی نے موت کی تفصیلات دریافت فرمائیں۔
اسوقت حاضر مسلمانوں نے نواب صاحب کو دارالسلام میں دفنانے کی
منظوری کا اعلیٰحضرت سے زبانی عرض کیا لیکن جب ہم لوگوں نے
بیگم صاحبہ کی اس خواہش کا ذکر نواب صاحب کو اپنے پڑوس میں دفن
کرنا چاہتی ہیں حضرت اقدس و اعلیٰ سے اظہار کیا تو ارشاد ہوا کہ بیگم صاحبہ
کی مرضی کے موافق عمل ہو۔ اس فرمان کے نافذ ہونے کے بعد مسلمان حاضرین
اعلیٰحضرت کے تشریف لے جانے کے بعد جناب کا روضہ جانے آ گئے
گیا۔ چونکہ نواب صاحب کی موت مشتبہ حالت میں واقع ہوئی ہے اسلئے
پوسٹ مارٹم کرنا ضروری ہے تاکہ موت کے صحیح اسباب معلوم ہو سکیں۔
بیگم صاحبہ اور نواب صاحب کے دوست احباب نواب صاحب کی نعش پر پوسٹ مارٹم
کرنے کے سخت مخالف تھے۔ بڑی بحث و مباحثے کے بعد طے پایا کہ
ایسے دو اشخاص جو نواب صاحب کے بہت قریب رہے ہوں بیان

دین کی موت قدرتی طور پر واقع ہوئی ہے انکو کسی پر شبہ نہیں ہے۔
اسکی تکمیل کیلئے سوچا تھا یا میں نے بھی جاہ معتمد عباس و تمام السلطنت کا اور
میرا انتخاب ہوا۔ ہم دونوں نے حاضر ہو کر اعلیحضرت کو اطلاع دی کہ نواب
موت قدرتی طور پر واقع ہوئی ہے انکو کسی پر شبہ نہیں ہے۔ بیگم صاحبہ اور
ہم پولیٹیکل ایجنٹ کروانا نہیں چاہتے۔ اسکے بعد حاضر ہو کر جاہ نے نعش دفنانے کی
اجازت دیدی۔ چار بجے جنازہ تیار ہو گیا دیوڑھی ہی میں نواب جاہ کے مرشد
حضرت سید احمد جاہ صوفی نے نماز جنازہ پڑھایا۔ اسکے بعد جنازہ دارالسلام
لے جایا گیا جہاں ہزارہا مسلمان نماز جنازہ ادا کرنے کیلئے منتظر تھے۔
پبلک کی اسقدر کثرت تھی کہ دارالسلام کا وسیع میدان بھر گیا لوگ دور دور تک
سڑکوں پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ ادا کیے۔ یہاں نماز جنازہ مولانا مفتی عبدالقدیر
بدایونی نے پڑھایا۔ اسکے بعد جنازہ کا جلوس مشیر آباد کیلئے روانہ ہوا۔
جنازہ کے ساتھ پبلک کی کثرت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جنازہ
کے آگے پیچھے میلوں تک لوگ چل رہے تھے۔ متعدد فوٹو گرافروں نے مختلف
زاویوں سے جنازہ کا فوٹو لیے۔ دارالسلام سے مشیر آباد تک پہونچنے میں
ساڑھے تین گھنٹے سے زائد عرصہ لگا۔ حظیرۂ مشیر آباد میں جنازہ داخل ہوا تو
لوگوں کی کثرت کیوجہ سے حظیرہ کی وسعت بھی ناکافی ہو رہی تھی تقریباً ڈھائی لاکھ کا اجتماع تھا۔
ساڑھے نو بجے شب کے تدفین عمل میں آئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نواب صاحب کی جس روز موت واقع ہوگی اُس دن ۱½ بجے سے ۶ بجے تک
میں اُنکے پاس رہا جب پہلے لکھ چکا ہوں۔ نواب صاحب نہایت ہشاش بشاش
تھے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ مجھ سے گفتگو کرتے رہے میری واپسی کے بعد جب کہ انہوں نے
کہا تھا نماز عصر ادا کر کے نیچے کے ہال میں جہاں درس اقبال کا اجتماع ہوتا
تشریف لے گئے۔ اس روز علامہ اقبال کی مثنوی کے "پس چہ باید کرد
اے اقوام شرق" کے صفحہ ۱۲۵ پر درس تھا۔ دوران درس میں اقبال
کی سحر خیزی کا ذکر کرتے رہے اور اُن سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا بعد ازاں
تصوف، بزرگانِ خدا کا فقر اور دنیاوی دولت سے بے نیازی کا ذکر چھڑا
اور آپ نے نظام الدین اولیا کا قصہ سنایا درمیان میں اقبال کے اس مصرعہ کو
بار بار دہراتے رہے "یہ ذوق فقر کے سوا کچھ اور نہیں"
قرآن و احادیث، سلوک، شعر، غرض تمام امور کا ذکر آگیا۔ مغرب کی
نماز کا وقت قریب آ رہا تھا۔ رشید صاحب رشعار پر سے جلد گذر رہے تھے
آپ نے فرمایا یہ رشعار ایسے ہیں کہ ان پر سرسری طور پر گذر نہیں سکتے
اب تو پڑھ لیجئے لیکن آئندہ صحبت میں ان پر بحث کرینگے۔ نماز مغرب
سب کے ساتھ ادا کی۔ عثمانیہ کے دو تین نوجوانوں نے آپ سے کیا
القرآن و سیرت کتب خانے کے قیام کی نسبت گفتگو کی۔ اسکے بعد
کسی نے کیا اخبار کا اداریہ جس میں جاگیر و اعزازات کی واپسی پر

پیش کی
مبارک باد دی گئی تھی پھر تبصرہ کیا گیا۔ ایک اور اخبار کے ایڈیٹر کی
نسبت بہت چرچا تھا جس میں آپ کے مسلک کو غلط طور پر پیش کیا گیا تھا۔
آپ نے فرمایا میں دانا و بینا سے زیادہ نادان دوستوں سے ڈرتا ہوں۔ میں نے
اپنا مسلک اخبار نویسوں کے سامنے بخوبی بیان کر دیا ہے پھر کیونکر یہ ملزم ہے
سامنے بخوبی کر دیا مضمون پڑھ کر سنایا۔ کچھ دیر تک گفتگو کرتے رہے آپ نے
سب سے معانقہ کیا اور خدا حافظ کہکر نواب ہاشم علی خاں رکن عدالت العالیہ
کے یہاں دعوت میں جانے کی تیاری کرنے لگے۔ تقریباً ۸½ بجے آپ کار
کے ہمراہ بیرسٹر لیاقت اللہ قریشی کے ساتھ جو اسوقت ملنے آئے ہوئے
تھے۔ خود موٹر چلاتے ہوئے مولوی ہاشم علی خاں رکن ہائی کورٹ کے پاس
دعوت میں بمقام جیل ہل تشریف لے گئے۔ وہاں بیٹھے ہوئے ڈاکٹر رضی الدین صاحب
و قاضی محمد عبد الغفار صاحب مدیر اخبار پیام وغیرہ حضرات کیساتھ باتیں ہو رہی تھیں
جب موضوع اقبال پر آیا۔ یہی دستر خوان بھی چنا ہوا تھا آپ دوبارہ
گفتگو میں حصہ کے دوش لئے اور ساتھ ہی دو مرتبہ ٹھہرا لگا اور آپ
بیہوش ہو گئے۔ فوراً ڈاکٹر طلب کیا گیا لیکن ڈاکٹر کے آتے آتے قلب کی
حرکت بند ہو گئی اور مسلمانوں کے محبوب ترین قائد نے مسکراتے ہوئے
داعی اجل کو لبیک کہا۔ "کل نفس ذائقۃ الموت"

مسا کوی مکرمہ حالات

نواب صاحب کو میری معاشی حالت بہتر بنانے کا ہمیشہ خیال رہا کیا جائے دو چار
دفعہ انہوں نے اپنے طور پر اسکے لئے کوشش بھی کی تھی جو اتفاق سے
کامیاب نہ ہو سکی۔ اسی سلسلہ میں لاکھنؤ سازی کا کارخانہ قائم کرنے کیلئے ولی
حمید الدین صاحب ناظم ترتیب بندی سے بھی شکر اللہ نے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن
اچانک موت نے اسکو بھی ناکام کر دیا۔

نواب صاحب کے انتقال کے دس بارہ دن کے بعد میں اپنے مخلص دوست
نواب محمد فاروق علی خان صاحب جاگیردار سے ملنے گیا۔ موصوف ان دنوں عالم
دل شکستگی میں خورشید گذرانی بنگلہ میں رہا کرتے تھے۔ نواب صاحب کی موت کا تذکرہ ہر زبان پر
ہر محفل و ہر اجتماع میں موضوع گفتگو ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ یہاں بھی یہی ہوا
میرے جاتے ہی نائب موت کا اچانک موت کا ذکر چھڑ گیا۔

نواب فاروق علی خان صاحب اور انکے بچے اس غیر متوقع واقعہ پر دلی
اظہار تاسف کر رہے تھے گویا بچے سے رسم تعزیت ادا کر رہے ہیں۔
نائب دولت کے انتقال سے چند گھنٹے قبل یعنی ۱۰ بجے سے ۱۲ بجے تک میرا
انکے ساتھ رہنا اور مرحوم سے تفصیلی گفتگو کا تذکرہ نواب فاروق علی خان صاحب
سے کیا دوران گفتگو میں شکر اللہ نے کا ذکر بھی آیا۔

اس نوبت پر نواب صاحب موصوف نے اپنے بڑے لڑکے نواب محمد جعفر علی خان
سے کہا۔ بڑے نواب کیا تم ماموں کا شکر اللہ نہیں دے سکتے۔ انہوں نے کہا

دلا تو سکتا ہوں لیکن اتنی مشکل نہیں کیونکہ جتنی قائداعظم نے وعدہ
فرمایا تھا۔ حیدرآباد جب سے قائداعظم کے خاص تعلقات تھے وہ تیس تیس ہزار تک
اس سے زیادہ بھی مشکل دلا سکتے تھے۔ نواب صاحب نے فرمایا خیر تم جتنی بھی
مشکل دلا سکتے ہو ضرور دلاؤ۔ اسی وقت ماموں سے درخواست لیکر
دفتر کے پرنٹنگ پریس میں رکھ دو ورنہ تم بھول جاؤ گے۔ غرض درخواست لکھ دی گئی
چند روز کے بعد خیر علی صاحب نے مطابق کارخانہ کا معائنہ کر کے پندرہ ہزار تیس ماہانہ کا
پرمٹ دلا دیا۔ ہر مشکل سے فروخت نے لکھنؤ جا کر فروخت کیا تو سات سو روپے
منافع حاصل ہوا۔ اسطرح قیام کارخانہ تک ماہانہ ساڑھے تین سو روپیہ مجھے ملتے رہے
ایک دن مسلم بنک انڈیا اسٹورس سے جہاں میں بحیثیت معتمد کارگذار تھا ماہانہ ملنے
کا روپیہ تنخواہ ملا کرتی تھی۔ ریٹائرمنٹ روپیہ وظیفہ حسن خدمت ملا کرتا تھا۔ (وظیفہ کا
کچھ حصہ میں فروخت کر دیا تھا) اسطرح میری جملہ آمدنی ساڑھے ۵۰۰ ماہانہ ہو گئی تھی۔

ایک وقتی تفریح بھی ہو جائے۔

۳ — مدرسۂ سجادگان بھوپال میں جب میں بحیثیت معتمد ادارہ میں خدمت انجام دیا کرتا تھا تو نواب صاحب اعلیٰ اعانت کے علاوہ مدرسہ ہذا سے اپنی خاص دلچسپی کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ جب کبھی مدرسہ کا معائنہ فرماتے تو بچوں کی تعلیمی ترقی پر اظہار مسرت فرماتے اور سید احمد بھوپالی عبد السلام کے سالانہ جلسوں میں (جو بھوپال کلب میں پابندی سے منعقد ہوا کرتے تھے) اس ادارہ کے بچوں کو تحفۃً کتب مرحمت فرماتے۔

۴ — انجمن بھوپال میں آگ کی نشاۃ ثانیہ کے بعد نواب صاحب بحیثیت صدر انجمن اس ادارہ کی ہر ضرورت پر اعلیٰ امداد فرماتے رہے۔ میرے زمانۂ معتمدی میں انجمن کا موجودہ جو عمارت تعمیر ہوئی اس کے بعد میں نے نواب زین یار جنگ بہادر چیف آرکیٹکٹ سے (جن کے مشورہ سے انجمن کی عمارت تعمیر ہوئی تھی) ایک ایسے لٹریچر ہال کے نقشہ کی خواہش کی جو کتب خانہ کا بھی کام دے سکے۔ نواب صاحب موصوف نے انجمن کا معائنہ فرما کر مطلوبہ نقشہ کا ایک خاکہ مرحمت فرمایا جو چودہ ہزار روپے کی لاگت سے تعمیر ہونا تھا۔ تعمیر لٹریچر ہال کی تحریک مجلس عاملہ میں پیش کرتے ہوئے اس کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا تو اس تحریک کی تائید خان صاحب محمد عارف صاحب تبسم بھوپالی نے کی۔ ایک رکن عاملہ نے جنکو ہمیشہ اعتراضات کرنے کی عادت تھی

فرمایا چودہ ہزار روپے فراہم ہونا ناممکن ہے لہٰذا ایسی تحریک پر غور کرنا عبث ہے
محترم صدر نواب بہادر یار جنگ بہادر نے فرمایا۔ یہ تحریک معتمد صاحب نے پیش کی ہے
اسکی تکمیل کی ذمہ داری بھی انہیں پر رہے گی ہم صرف تحریک کی منظوری دیتے ہیں
لہٰذا میں اس تحریک سے متفق ہوں اور اسکی مزید تائید کرتا ہوں اور جناب معتمد صاحب
سے توقع ہوں کہ اس اسکیم کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے میں سعی بلیغ فرمائینگے۔
افسوس بحث و تمحیص کے بعد یہ تحریک بغیر آراء منظور ہوئی۔
ریمارکس کے بعد خزانہ کی نوبت پر میں صدر محترم سے عرض کیا ایک منٹ توقف
فرمائیے۔ ایک کاغذ لیکر پینسل سے لکھا "خدمت معزز اراکین چندہ دہندگان برائے
تعمیر لکچر ہال انجمن ہمدرد"
پھر میں نواب صاحب کا نام لکھکر کاغذ انکے سامنے رکھدیا۔ مسکراتے ہوئے
فرمایا منظوری تحریک کے بعد ہم سانس بھی لینے نہ پائے تھے کہ آپ نے چندہ کا
مطالبہ شروع کر دیا۔ میں عرض کیا کہ آپ اس مسئلہ میں کچھ رقم اور فرمائیے
ارشاد ہوا کیوں؟ اس لئے کہ میں اس تحریک میں ضرور حصہ لونگا۔ عرض کیا پھر تو
نام کے سامنے صرف صفر (تعداد رقم) لکھدیجئے تاکہ مجھ سے یہ نہ پوچھیں کہ
انجمن کے صدر صاحب کتنی رقم مرحمت فرماتے ہیں۔ فرمایا اچھی بات ہے
میں چار ہزار روپے دونگا۔ میں کہا شکریہ یہ ہماری توقع سے زیادہ ہے
اسکے بعد میں پوچھا یہ رقم کب تک دیجائیگی یا بالاقساط۔ ارشاد ہوا بالاقساط

میں عرض کیا رقم اب تو میں اپنے ہی قلم سے لکھ دیتا ہوں۔ ہنس کر فرمایا
پانچ لاکھ روپیہ ایک قسط دیا جائیگا۔ پھر ہنستے ہوئے حاضرین سے کہا چندہ
اپنے وصول کیا جاتا ہے اپنی تحریک کا سیاہی بھی نہیں سوکھی رہنوں نے چار ہزار
کا وعدہ لے لیا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر کہا آپ لوگوں کی بہتری
اسی میں ہے کہ انکو مزید موقع دئے بغیر یہاں سے جلد چلے جائیں۔
سب اور ان ہنستے ہوئے رخصت ہو گئے۔
اس واقعہ کے اظہار سے مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ نواب صاحب قومی مفاد
و بہبود کیلئے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں روپئے دینے سے بھی دریغ نہیں
فرمایا۔ بشرطیکہ آپکو اطمینان ہو جائے کہ پیدا کیا ہوا روپیہ صحیح طور پر
صرف ہوگا۔
افسوس ہے کہ نواب صاحب کی اس موعودہ رقم سے میں صرف دو قسطوں میں پندرہ ہزار روپئے
تعمیر لکھنؤ ہال کے مد میں جمع کرا سکا۔ تیسری قسط سے پہلے مجھے انجمن کی
مسند نیابت سے ہٹا دیا گیا۔ مسموع ہوا کہ اس مد میں پھر کوئی قسط
نواب صاحب سے حاصل نہیں کی گئی۔
انجمن سے میری علیحدگی کے وقت بشمول رقم تعمیر روضۂ اقدس انجمن
کے ملک میں تقریباً تیرہ ہزار روپئے جمع تھے۔ معلوم ہوا کہ اور ان انجمن
روضۂ اقدس کی رقم سے مبلغ چار ہزار روپئے کے شیئرز کسی کمپنی کے

خریدے تھے۔ اتفاق سے وہ کمپنی دیوالیہ ہوگئی جس کی وجہ سے انجمن کی ایک کثیر رقم
ضائع ہوگئی۔ مطلع ہوں کہ مرحوم نے اندوں کے بقیہ تین ہزار کے روپے
نواب محمد ہاشم خاں صاحب اپنے زیر عدالت میں انجمن سے نکال کر اپنے پاس
محفوظ رکھے ہیں۔ نواب صاحب یہ رقم انجمن کو واپس دینا نہیں چاہتے انکو زیادہ
پسند کہ انجمن اس رقم کو بھی مقصد کے خلاف خرچ کر دے گی۔

اسکے علاوہ انجمن کی چھ ہزار سے زائد رقم جو مختلف شعبوں
کیلئے مختص تھی جیسے تعمیر کتب خانہ "تعلیم نسواں" "تعلیم نسواں" نادار طلباء کیلئے
فراہمی کتب درسی" وظائف" وغیرہ غرض ان جملہ مدات کی سب رقم
جناب محمد اکرم علیخاں و نعمت اللہ خاں صاحب کی معتمدیوں کے زمانے میں
میلاد و عرس اور تہنیت و تعزیت کے جلسوں وغیرہ پر صرف کر دی گئی۔

معاف کیجئے اگر میں نواب صاحب مرحوم کے بذل و ایثار کا ذکر کرتے کرتے ان ملاقات کو
بیان کر رہا ہوں جس کا مجھ سے یا نواب صاحب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نواب بہادر یار جنگ مرحوم کے اشتاق فی الرقم کا ایک مختصر خاکہ
اظہار کیا گیا جس کا کسی نہ کسی طرح مجھ سے تعلق رہا ہے۔ خدا جانے نواب صاحب مرحوم
ملک کے کن کن ادارہ جات کو اور کن طلباء و مستحقین افراد کو مالی امداد فرماتے رہے ہیں
قوم میں اہل ثروت حضرات کی کمی نہیں ہے بلکہ نواب صاحب سے زیادہ
سرمایہ دار موجود ہیں لیکن اب معلوم ہوتا ہے یہ لوگ اپنی کوئی قومی برادری

نہیں رہتے۔ صبح شام اپنے ذاتی مفادات میں سرگرداں ہیں۔
ایسے دور میں کسی قومی کام کا آغاز کرنا جسمیں رقم کی ضرورت لاحق ہو
جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

نواب صاحب کی قومی ہمدردی نیز اپنے قومی نوجوانوں کی تعلیمی ترقی و مالی خوشحالی کا
جسقدر خیال تھا اگر اسکی تفصیل لکھی جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائیگی۔
اب میں صرف ایک واقعات لکھکر اس سلسلہ کو ختم کرتا ہوں جو مرحوم کے
جذبات قومی کے آئینہ دار ہیں۔

حضرت مرشد یاں صاحب تشریف الٰہی کے چچا جناب سید خورشید صاحب جو آجکل
اسسٹنٹ ناظم اگزامنر آف آڈٹ ہیں۔ پہلے یہ دفتر صدر مجلس سرمایہ کاری
میں تبدیل گریڈ پر ملازم تھے۔ اس زمانے میں ایک دن میرے پاس دفتر میں تشریف لائے
اور فرمایا کہ اتفاق سے ضلع میں مجلس کی ایک جائیداد تقرر طلب ہے۔ جو سے
کہا جا رہا ہے کہ پندرہ ہزار روپیہ نقد یا اسقدر مالیت کی غیر منقولہ جائیداد
کی کفالت دیجائے تو آپکا اس جائیداد پر تقرر کیا جا سکتا ہے۔ میں اس سلسلہ میں
مدیر گوٹھ کے صاحب جائیداد حضرات سے کفالت مذکور کیلئے کہا۔ لیکن
کسی نے بھی آمادگی کا اظہار نہیں کیا چنانچہ نواب سید علی صاحب ایڈووکیٹ
سے بھی درخواست کی تھی۔ لیکن موصوف نے نہ صرف انکار کیا بلکہ فرمایا کہ
آپ اس خیال سے باز آجائیے آپکے لئے کوئی بھی اتنا رسک نہیں لے سکتا۔

اسکے بعد میں مولوی سید محمود صاحب بیرسٹر سے استدعا کیا۔ انہوں نے بھی صاف انکار کر دیا۔ اس پریشانی میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ آپکے قومی حضرات سے وسیع تعلقات ہیں اگر کسی صاحب کو اس خدمت کیلئے آمادہ فرمالیں تو مجھے ایک معقول جائیداد (ملازمت) مل سکتی ہے اور آئندہ میری ترقی کے امکانات بھی ہیں ورنہ تمام سروس مجھے تہرڈ گریڈ ہی پر گذارنا پڑے گا۔

ان واقعات کی سماعت کے بعد میں موصوف سے کہا کہ آپ کل اسی وقت تشریف لائیے اپنے چند احباب سے دریافت کر کے کچھ کہا جاوے گا۔ دفتر پر خوشی کر کے پانچ بجے حسب عادت قائد ملت کے یہاں گیا اور سید خورشید صاحب کی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے مولوی ابوالحسن سید علی صاحب کے مرنے کا بھی تذکرہ کیا اور کہا کہ لیڈران قوم ایک غریب قومی بھائی کی امداد کرنے سے گریز کرتے ہیں اور جلسوں میں اسٹیج پر کھڑے ہو کر قوم کی خوش حالی و ترقی کی تمنا کا اظہار کرتے ہیں اور نہایت طریقہ عمل کتنا افسوس ناک و مضحکہ خیز ہے۔ ان واقعات کو سنکر قائد ملت کو افسوس ہوا۔ مجھے ارشاد ہوا آپ کل سید خورشید صاحب کو لے آئیے ان شاء اللہ خدمت کا انتظام ہو جائے گا۔ حسب ارشاد دوسرے دن سید خورشید صاحب کو ساتھ لیکر نواب صاحب کے یہاں پہونچا۔ نواب صاحب نے سید خورشید صاحب سے فرمایا کل صبح میں مسلم لیگ کے جلسہ میں شرکت کیلئے بنگلور جا رہا ہوں تیسرے روز

واپس آکر آپکی خانت کا انتظام کرونگا - اتفاق سے نواب صاحب کے آنے میں کچھ
دیر ہوگئی جس سے سید خورشید کی پریشانی میں اضافہ ہونے لگا اسکے کہ
دفتر سے انکو جو نوٹس ملا تھا اسکی آخری تاریخ قریب آگئی تھی - موصوف ایک روز
پھر میرے یہاں آئے اور فرمایا کہ میں پیر مولوی ابوالحسن سید علی صاحب کے یہاں جاکر
ان سے کہا کہ تا بدولت خانت دینے کا وعدہ فرمایا ہے لیکن انکے آنے میں
دیر ہوگئی ہے لہذا فی الحال آپ خانت دیدیجئے نواب صاحب کے آنے پر
خانت منتقل کرا دونگا - اسکے جواب میں مولوی صاحب نے فرمایا نواب صاحب
تا نوش لہنر جانتے وہ آئیں تو میں انکو خانت دینے سے منع کر دونگا - وہ پریشان ہوکر
میں کہا آپ مطمئن رہئے نواب صاحب نے وعدہ فرمالیا ہے اب مولوی صاحب کے
کہنے سے کچھ نہ ہوگا - غرض نواب صاحب چھ روز کے بعد تشریف لائے اور فرمایا
بنگلور سے مجھے مدراس جانا پڑا اسلئے دیر ہوگئی - مجھے افسوس ہے - سید خورشید صاحب نے
فرمایا آپ کل رجسٹرار صاحب کو لیکر خانت کی تکمیل ہو جائیگی -
دوسرے روز موصوف رجسٹرار صاحب کو لیکر آئے - میں بھی موجود تھا -
خانت کے نامہ کی تکمیل کرتے ہوئے رجسٹرار صاحب نے پوچھا نواب صاحب کون سا
مکان منتقل فرمائینگے - ارشاد ہوا یہ دیوڑھی منتقل کر لیجئے پھر ہنستے ہوئے
فرمایا کہ یہ دیوڑھی پندرہ ہزار مالیت کی ہے اسکے بعد سے دیوڑھی کا
ذکر نہ فرمایا اور خانت کی تکمیل فرمادی - اسطرح جناب سید خورشید صاحب

محاسبی ضلع سے ترقی کرتے ہوئے روزگار فلم حسابات کے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوئے ہیں
اور اپنے بچوں و داماد دوں کو امریکہ بھیج کر تعلیم دلا رہے ہیں۔
لطف کی بات تو یہ ہے کہ اگر کسی غریب طالب علم کی امداد اور اعانت
کی دن سے درخواست کی جاتی ہے تو بڑے اطمینان سے انکار فرما دیا جاتا ہے
"ہوئے بر حال قوم"

~~ایک اور واقعہ~~ غرض

چند دن ہوئے ایک غریب خاندان کے ۵ لڑکے سعی مستعدانہ تعلیم کی غرض سے
حیدرآباد آکر اپنی ایک بیوہ رشتہ دارہ کے یہاں قیام پذیر ہوا۔ غالباً
وہ اسوقت چھٹی یا ساتویں جماعت میں زیر تعلیم تھا۔ خورد و نوش کا انتظام مشکل
سے کسی طرح غریب بیوہ کے یہاں ہو گیا تھا لیکن کتب کی فراہمی و اسکول کی
فیس کیلئے غریب بچہ پریشان تھا۔ ایک دن مجھ سے ملکر اپنے درد ناک
واقعات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انجمن مہدویہ نیز دوسرے اداروں
میں امداد کی درخواست دیا تھا لیکن ہر جگہ ناکامی ہوئی۔ اگر آپ کسی
صاحب سے کہکر کم از کم کتابوں کا انتظام فرما دیں تو میرا سلسلہ تعلیم جاری
رہ سکتا ہے۔ مجھے اس لڑکے کی مجبوریوں پر بیحد دکھ ہوا۔ مگر اسوقت
نہ میں انجمن مہدویہ کا رکن عاملہ ہی تھا نہ ادارہ اعانت طلباء سے

میرا کوئی تعلق تھا یہ ارادہ میری معتمدی کے زمانے ہی میں انجمن مذکور میں ختم
ہو گیا تھا۔ پھر بھی میں اس لڑکے کو اطمینان دلا کر بات اور تمہارے کتب
کا کچھ نہ کچھ انتظام ہو جائیگا۔ تم دو روز کے بعد مجھ سے ملو۔
اسی دن میں تائید ملت سے ملکر اس لڑکے کی روئیداد سنایا
اور کہا کہ ایسے علم کے شوقین لڑکوں کی تو ہم مدد نہ کریں تو قوم سے جہالت
کب دور ہو سکتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ آپ کل اس لڑکے کو اپنی چٹھی
کیساتھ میرے پاس روانہ کرو خدا چاہا تو سب انتظام ہو جائیگا۔
دوسرے روز میں خود اس لڑکے کو نواب صاحب کے یہاں لیکر گیا۔ نواب صاحب نے اس
بچے سے کہا کہ کیا تم میرے یہاں قیام کرکے تعلیم حاصل کر سکتے ہیں اسکے
آمادہ ہونے پر فرمایا کل ہی تم میرے یہاں آجاؤ تمہارے رہنے اور کھانے کا انتظام
انتظام ہو جائے گا چنانچہ وہ تقریباً چار سال نواب صاحب کی زیر سرپرستی
رہ کر میٹرک میں کامیابی حاصل کر لی۔ اور نواب صاحب ہی کی سفارش سے
اوسکو سررشتہ صنعت و حرفت میں ملازمت بھی مل گئی۔ جہاں اوس نے
بہت جلد ترقی حاصل کرکے اب کسی ضلع میں معقول تحصیل پا رہا ہے
اب ان صاحبزادے کا حال یہ ہے جب کبھی ہم سے آنکھ دوچار
ہونے کی نوبت آتی ہے تو کترا کر نکل جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ
سعادت مند کسی وقت میرے دو چار پھول چڑھا کر فاتحہ پڑھنے کی زحمت

بس لفظ کی ہوگی - اس کے اس طرز عمل پر کسی کو تعجب نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ
اُس سرزمین کا اثر ہے جہاں انہوں نے آنکھ کھولی ہے - عہدہ نہ ہونے
کے جملہ افراد بڑا خلوتی و احسان فراموشی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے ہیں
نواب صاحب کے یہاں ہمیشہ ۴ چار لڑکے قیام پذیر رہتے جنکے کھانے
کپڑے کے علاوہ انکے جملہ تعلیمی اخراجات نواب صاحب بڑی خندہ پیشانی
سے برداشت فرماتے - بعض لڑکے یہاں بی - اے - بی - ایس - سی تک
تعلیم حاصل کرکے نواب صاحب کی سفارش سے اعلیٰ عہدوں پر نائز ہوئے -
انکی قسمت اسکے لئے لکھی تھی ہم ان سے پیرا کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا -
کیا آج قوم میں ایسا کوئی امیر ہے جسکے دل میں قومی درد عام مسلم نوجوانوں کی
تعلیمی ترقی - انکی معاشی خوش حالی و بہبودی کا اس شدت سے جذبہ ہو جو نواب
صاحب کو تھا اگرچہ نواب صاحب سے زیادہ سرمایہ دار قوم میں موجود ہیں -
خدا نے قائد ملت ہی کو یہ نعمت عطا فرمائی تھی -
این سعادت بزور بازو نیست = تا نہ بخشد خدائے بخشندہ -

نواب صاحب کے داماد تھے

(۳۲) میری سرکاری ملازمت

میری عمر تقریباً ۱۲ یا ۱۳ سال کی تھی اور حضرت والد صاحب نے فرمایا تم ہمارے دفتر میں امیدواری کی حیثیت سے شریک ہو جاؤ ممکن ہے سال چھ ماہ میں کوئی مستقل ملازمت مل جائے۔ (حضرت والد صاحب عدالت فوجداری بلدہ میں ناظر کی حیثیت سے مامور تھے) لیکن میں ملازمت کرنے کے ارادہ نہ تھا کیونکہ اس زمانہ میں ادنیٰ و اعلیٰ عہدہ داروں کی خوشامد و چاپلوسی کرنا پڑتا ہے جو میرے مذاق طبع کے خلاف تھا۔ اسلئے میں حضرت والد صاحب سے عرض کیا کہ میرا خیال کچھ تجارت کرنے کا ہے۔ میرے اس رجحان سے واقف ہو کر حضرت موصوف مجھے اپنے ایک ملاقاتی تاجر محمد روشن علی صاحب کے یہاں لے گئے جنکے کپڑے کی ایک مشہور دوکان قدیم پتھر گٹی پر تھی۔

جناب روشن علی صاحب سے میرا تعارف کراتے ہوئے حضرت والد صاحب نے فرمایا یہ خیال تجارت کرنے کا ہے اگر آپ سال بھر یا سال ایک دوکان میں بطور معاونت کام کرنے کا موقع دیں تو مہربانی ہوگی۔ روشن علی صاحب نے اسکو قبول کرتے ہوئے کہا کہ میں اس دوکان کو آپ اپنی ہی سمجھیے انشاء اللہ بہت جلد صاحبزادے کو تجارت سے واقف کر دوں گا۔ تقریباً ایک سال تک اس دوکان پر کام کرتا رہا اسکے بعد کسی وجہ سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ کچھ چار ماہ بیکاری میں گذرے ایک روز حضرت والد صاحب نے اپنے ساتھ مجھے عدالت فوجداری بلدہ لے گئے اور اپنے ساتھی وزیر وجیہ الدین صاحب سے فرمایا میں انکو یہاں امیدوار کر دینا چاہتا ہوں۔

مرحوم نے بڑی خوشی سے درخواست لکھ کر سررشتہ کی تجویز کے بعد ناظم صاحب سے
منظوری حاصل کر لی۔ اب ہم بالکل بے مدد و فضل و کرم ہو گئے۔
مجھے سررشتہ نظارت ہی میں کام لیا جاتا رہا۔ تین چار ماہ میں ایک نقنوسی کی
جائیداد پر مستقلاً تقرر ہو گیا لیکن کام نظارت ہی میں لیا جاتا رہا۔ پھر
اس تقرر کے ایک سال بعد ہمارے چیف نقنوس صاحب تغلب کے الزام میں برطرف
اس جائیداد پر تقرر کر دیئے گئے۔ ناظم صاحب نے سررشتہ دار سے فرمایا کسی مستعد نقنوس
کا نام پیش کیا جائے۔ سررشتہ دار صاحب نے کہا کہ یہ یوسف نقنوس نہایت مستعد
ہیں لیکن دو سال سے جو غیر ہیں۔ ناظم صاحب نے فرمایا مضائقہ نہیں اسی وقت حکم لکھ کر
میرا تقرر فرما دیا۔ اب ہم چیف نقنوس کی خدمت انجام دینے لگے۔ ایک چھ سال کے
بعد عدالت العالیہ نے آپ کے جدید اقتدار کی جائیدادوں کی عدالت پر کیے منظور فرمایا۔
گورنمنٹ سے احکام آنے کے بعد ان جائیدادوں کے لیے تا ناظم صاحب کے پاس بڑے بڑے امراء
و اعلیٰ عہدہ داروں کے سفارشی رقعے آئے۔ جس کی وجہ سے عملۂ عدالت کا
یہ تاثر تھا کہ مختلف سے کوئی نقنوس کا تقرر ہو گا بقیہ جائیدادوں پر جب
سفارشی امیدوار ہو جائیں گے۔ ناظم صاحب نے سررشتہ دار سے نقنوسوں کی
فہرست طلب فرمائی۔ اس وقت پر مجھے خیال ہوا کہ بلحاظ چیف نقنوس کے
میرا تقرر ہونا چاہیے اگر ایسا ہو تو میں استعفا دے دوں گا۔ چنانچہ استعفا
لکھ کر ناظم صاحب کو دے دیا۔ دوسرے روز ناظم صاحب تعطیلات کی غرض سے

بلیمبری - سب سے پہلے میرا علم تھا مجھے نائب محافظ خزانہ کی خدمت پر مامور کیا گیا تھا۔
بقیہ عائد اعمال پر بطور سینیارٹی نمبر لیسوں ہی کا تقرر کیا گیا تھا۔ کسی
سفارش کا سوال نہیں۔

نائب محافظی کی خدمت کا جائزہ لیکر احتیاطاً ایک اور درخواست استعفا کی
لکھکر جیب میں رکھ لیا تاکہ کسی وقت اسکے پیش کرنے کی نوبت آجائے تو
فوراً اسکو پیش کر دیا جا سکے۔ کیونکہ عہدہ داروں کی بے جا سختی اور
ترش کلامی کا اندیشہ تھا جسکو میں کسی حال برداشت نہیں کر سکتا۔

لیکن خدا کے فضل سے پچیس سال ملازمت میں کبھی ایسی نوبت نہیں آئی
پوری سروس باعتدال اپنی عزت و وقار کیساتھ گذر گئی۔

بعض دفعہ ایسے واقعات بھی پیش آئے جس کا ایک تیر ڈگر ہی اعلیٰ سے
توقع نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر ایک واقعات کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا

نائب محافظی کے زمانے میں جہاں میری سروس کا پہلی مدت گذری
ایک روز پولیس کا ایک سارجنٹ جوان جو صدر امین کے تحت کام کرتا تھا
انجام دیتا تھا کوئی شغل حاصل کرنے صدر امین کی منظورہ درخواست لیکر میرے
پاس آیا۔ میں نے درخواست اپنے چپراسی کو دیکر کہا کہ مطلوبہ شغل دیدیا جائے
چپراسی درخواست لیکر اپنے سارجنٹ کے نام معروف ہوگئی۔ اس جوان نے کہا
میری شغل پہلے مقرر کر دیجئے۔ میں نے کہا صبر کرو شغل ابھی دیدی جائیگی۔

اور میں جو دن نے کہا اگر دیر ہوئی تو صدر امین صاحب ناظم سے آپ کی شکایت کر دینگے
یہ سنکر مجھے بیحد غصہ آیا۔ اپنے چپراسی سے کہا اس بدمعاش کو گردن سے
ہاتھ دیکر حاضری سے باہر کر دو اور اسکی درخواست بھی واپس کر دو۔
چونکہ میں سختی سے کہا تھا اسلئے چپراسی نے جوان کو گردن دیکر حاضری سے باہر کر دیا۔
جس نے صدر امین سے اس ذلت آمیز سلوک کا اظہار کیا۔ جس پر صدر امین صاحب
نہایت طیش میں میرے پاس آئے۔ اور فرمایا۔ آپ پولیس کے جوان کو
گردن دیکر نکالتے ہیں اور عمل دینے سے انکار کرتے ہیں۔ آپ اپنے کو
کیا سمجھ رہے ہیں میں ابھی تار دیکر داغ سیدھا کروا دونگا۔ میں کہا یہ صحیح ہے
آپ خود تو ایسے اقدام نہیں کر سکتے۔ جائیے جو داغ سیدھا کر سکتے ہیں
ان سے شکایت کیجئے۔ جائیے میں آپ سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا۔
صدر امین صاحب کچھ دیر تک بکتے ہوئے سررشتہ دار صاحب کے یہاں جا کر نہ جانے
کیا کچھ کہا۔ سررشتہ دار صاحب مجھے طلب کر کے فرمایا کیا یہ واقعات صحیح ہیں
میں کہا۔ بالکل صحیح ہیں۔ وجہ پوچھی گئی تو عرض کیا آپ ناظم صاحب کو رپورٹ
کیجئے میں انہیں کو وجہ بتلاؤنگا۔ یہ کہکر میں واپس آ گیا۔
سررشتہ دار صاحب نے رپورٹ تو نہیں کی بعد میں مجھ سے فرمایا آپ نے یہ اچھا نہیں کیا
اگر کوئی صاحب کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی اور ضرور ہو گی تو وہ ایک ہنگامہ
کھڑا کر دینگے۔ میں کہا آپ فکر نہ کیجئے جواب دہی میرے ذمہ ہے۔

میری اس حرکت پر بڑا مطمئن اور تمام اہلکار پریشان تھے۔ اور جب سے دریافت
کرتے تھے کہ سید صاحب آپ نے ایسا کیوں کیا؟ میں کہا اس جوان نے کچھ شخص سے
گفتگو کی تھی۔ یہ سنکر وہ کہتے کہ ہم سے تو اسناد پولیس اسطرح پیش آتے
ہیں کہ گویا ہم انگریز کے ملازم ہیں۔ نوکری کا خیال کر کے ہم خاموش ہو جاتے ہیں
ہیں کہتا۔ اسکو میں برداشت نہیں کر سکتا۔ کوتوال صاحب تو میرا کیا بگاڑ لیں گے
البتہ ناظم صاحب خفا ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو وہ استعفیٰ کی درخواست جو
۳ سال کا سال سے انتظار کی گیرہاں کاٹ رہی ہے پیش کر کے اس ملازمت کی
جنجیر کاٹ سے نجات پا جاؤنگا۔

اس واقعہ کے تیسرے روز جناب کوتوال صاحب نے ناظم صاحب کو بصیغہ راز ایک
مراسلہ لکھا۔ جسمیں مرقوم تھا کہ "پولیس و عدالت کا چولی دامن کا ساتھ ہے
ایک دوسرے سے تعاون کرنے پر ہی سرکاری کام ٹھیک سے چل سکتے ہیں۔ آج
تک عملہ پولیس کے جوانوں کو جو عہدہ دار کی تعریف میں داخل ہیں گرد نشان دیکر
نشان دیتا ہے اور آپ اسپر کوئی توجہ نہیں لیتے جسکی وجہ سے عملہ عدالت
کی جرأتیں بڑھ گئی ہیں۔ اگر اسکا انسداد نہ کیا جائے اور خاطی کو قرار واقعی
سزا نہ دیجائے تو پولیس اپنے فرائض انجام نہ دے سکیگی"

اس مراسلہ کے وصول ہونے پر جناب ناظم صاحب نے سررشتہ دار کو طلب فرما کر
کوتوال صاحب کا مراسلہ دیتے ہوئے دریافت فرمایا کس نے پولیس کے جوان کو

اگر دنیا دیکر نکالا ؟ سررشتہ دار صاحب نے کہا سید یہ فرما نائب ناظم نے
تین روز پہلے ایک جوان پولیس کو حافظی باہر نکالا تھا۔ میرے استفسار پر
انہوں نے کہا میں ناظم صاحب کو وجہ بتلاؤنگا۔ ناظم صاحب نے بلوا کر پوچھا
کیا تم نے پولیس کے جوان کو حافظی سے نکلوایا تھا۔ میں عرض کیا جی ہاں میں نے
اسے ایسا کیا کیا کہ ایک شخص تہبند باندھا ہوا جسکے سر پر ایک پھٹا
رومال تھا صرف قمیص پہنے ہوئے حصول شغل کیلئے ایک درخواست لیکر آیا
اور کہا صدر امین صاحب یہ شغل فوراً لانے کیلئے کہا ہے۔ میں نے دریافت کیا
تم کون ہو۔ اس نے کہا میں پولیس کا جوان ہوں۔ میں نے پوچھا کیا تمہاری
پیشانی پر لکھا ہوا ہے کہ تم پولیس کے جوان ہو جاؤ صدر امین صاحب کو کہدو
تمکو شغل نہیں دیا جا سکتا۔ اسپر اس جوان نے سخت سست کہنا شروع کیا
اور بدشغل لے جانے سے انکار کیا۔ اس وقت میں نے شیخ حسین حافظی کے
چپراسی سے کہا کہ اسکو حافظی سے باہر نکالدو۔ چپراسی اس شخص کو حافظی
سے باہر کر دیا۔ نیز میں نے عرض کیا کہ ہمارے فرائض میں اشخاص و جملہ اشیاء کی
حفاظت کرنا داخل ہے۔ اگر ایسا کوئی غیر ذمہ دار شخص دوسرا دیگر کوئی
اہم شغل لیکر چلا جائے تو آپ کے پاس ہم ہی قابل مواخذہ قرار پائینگے۔
اس تفصیل کو سنکر ناظم صاحب نے فرمایا تم بہت اچھا کئے۔ جناب سررشتہ دار صاحب
سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ کیسی سررشتہ داری کرتے ہیں آپ سے تو یہ

ایسا اچھے ہیں جنکو عدالت کے وقار و ڈسپلن کا خیال ہے۔ کچھ خفگی سے
فرمایا جائے آئندہ کیلئے کام کیجئے آئندہ ایسے بے ضابطگیاں نظر انداز
نہیں کیے جائینگے۔ جو سے ارشاد ہوا جاوید میاں اپنا کام کرو۔
مولوی محمد رسول اللہ صاحب صدیقی جو بعد میں عدالت العالیہ کے
جج ہو کر "صدیق یار جنگ" کا خطاب پایا تھا واقع بذکر الصدر کے وقت
ناظم اول عدالت فوجداری بلدیہ تھے۔ انہوں نے کوتوال صاحب کے مراسلہ متذکرہ صدر
کا ایک طویل جواب لکھا۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ
"سررشتہ کوتوالی عدالت کا ایک ماتحت محکمہ ہے
اسکو اپنے مافوق سررشتہ کے وقار و ڈسپلن کا
ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض
جوانان پولیس وغیرہ عدالت میں بلا وردی آتے ہیں چنانچہ
جس جوان کو حافظی سے نکالا گیا تھا وہ بلا وردی
حاضل شل کیے آیا تھا اور عملہ عدالت کے ساتھ زبان درازی
سے پیش آیا تھا۔ پولیس کا یہ فعل ان احکام کی صریحی
خلاف ورزی ہے جسمیں پولیس کو عدالت میں
بلا وردی جانے کی ممانعت ہے۔ اگر آئندہ سے کوئی
جوان پولیس یا عہدہ دار پولیس عدالت میں بلا

ڈرپس آئے گا یا عملہ عدالت کے ساتھ
بدتمیزی سے پیش آئے گا تو اسکو سپرد
حوالات کر کے تحقیر عدالت میں سخت سزا
دی جائیگی۔

ناظم صاحب کے اس حوالہ مرسلہ کی بناء پر جناب کوتوال صاحب بہادر نے
شہر کے جملہ رسالات کو ہدایت ضروری میں ایک سرکلر جاری کر کے
ہدایت کر دی کہ کوئی جوان پولیس یا کورٹ انسپکٹر وغیرہ عدالت کے
بلا ڈریس نہ جائے۔"

اسکے دوسرے روز سے ہر جوان پولیس یا ڈریس عدالت میں آتا اور
چپڑاسیوں کو باضابطہ سلوٹ کر کے اپنی حاضری پیش کرتا۔
پولیس کی اس تبدیلی سے عملہ عدالت میں مسرت کی ایک لہر
دوڑ گئی۔ بعض میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا سید صاحب ہمکو ڈر تھا کہ
آپکے اس بے باکانہ عمل سے کہیں آپ کسی دردسر میں مبتلا نہ ہو جائیں
اسکے خلاف ناظم صاحب نے آپکی شکایت کی اور پولیس کی ایسی مذمت
پلے باندھ دی کہ بنا سب تم طاق نہیں گئے۔
میں کہا "بفضل ربی"

دورۂ عدالت کا ایک اور دلچسپ واقعہ

نواب غازی یار جنگ بہادر رکن عدالت العالیہ کو حکومت نے جنرل انسپکٹنگ آفیسر کی حیثیت سے عدالت ہائے بلدہ و اضلاع کی تنقیح کیلئے مامور فرمایا تھا۔ نواب صاحب موصوف اپنی بدمزاجی کیوجہ سے ماتحتین کو بے جا ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے علاوہ ناشائستہ الفاظ کہنے کے بھی عادی تھے۔ جسکا عدالتوں میں عام طور پر چرچا تھا۔ چنانچہ اضلاع کے دوروں کے سلسلہ میں انہوں نے اہل عدالت کیساتھ نہایت بدسلوکی سے پیش آیا۔

عدالت ہائے اضلاع کا دورہ ختم کرکے نواب غازی یار جنگ بہادر جب عدالت ہائے بلدہ کی ~~تاریخوں~~ تنقیح کے تاریخوں کا اعلان فرمایا تو ہمارے ناظم صاحب اول نے اپنے عملہ کو طلب کرکے ہدایت فرمایا کہ غازی یار جنگ بہادر تنقیح کو تشریف لا رہے ہیں تم لوگ اپنے صفحہ پاک صاف رکھو۔ جناب ناظر صاحب نے فرمایا کہ دیکھا جائے گا۔ اسیطرح ناظر دفتر صاحب نے فرمایا کہ ہماری حافظہ بہت قدیم ہے ابھی سے اشد و ضروریات کی ترتیب کا کام شروع کردوں تا نواب صاحب کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ مل سکے۔ غرض نواب صاحب موصوف کی تیز طبیعت کا ذکر کرتے ہوئے جناب سررشتہ دار صاحب نے فرمایا صفحہ جات کی اصلاح کا کام آپ اپنی نگرانی میں انجام دیجئے۔

اس زمانہ میں اشد کا کام میری نگرانی میں شروع ہو گیا تھا۔

چار اہلکار چھپہ نقلوں پر بے ہاتھ اس کام کو انجام دیتے تھے۔
تاریخ معلومہ پر نواب غازی یار جنگ بہادر ہمارے یہاں بغرض تفتیش
تشریف لائے اور جناب بابائی صاحب ناظم محکمہ عدالت بذاتہا پیشی میں
تفتیش آغاز کیگئی۔ سب سے پہلے سررشتہ نظارت کی تفتیش ہوئی۔ جہاں نواب صاحب نے
کافی اعتراضات فرمائے اور پیشکش کے متعلم نے ان اعتراضات کو نوٹ کرتا رہا۔
دوران تفتیش میں جناب ناظر صاحب و عملہ نظارت کو سخت سست بھی کہدیا۔
غرض اسی نہج سے مالخانہ۔ حوالات۔ وغیرہ محکموں کی تفتیش فرماتے ہوئے
حافظی میں تشریف لائے۔ حافظی میں جانے کیلئے اس ہال سے گذرنا پڑتا تھا
جہاں اسٹامپ اشٹامپ کا کام ہو رہا تھا۔ نواب صاحب اندر آتے ہی تلف شدہ
اشٹامپ کے ڈھیر کو دیکھکر فرمایا یہ کیا ہو رہا ہے جناب سررشتہ دار صاحب نے
کہا اشٹامپ تلف کئے جا رہے ہیں۔ ارشاد ہوا یہ کام کسکی نگرانی میں ہو رہا ہے
سررشتہ دار صاحب نے طرف اشارہ کرکے کہا نائب حافظ صاحب کی نگرانی میں۔
نواب صاحب نے مخاطب ہوکر فرمایا۔ کیا تم کو گشتیات تلف حفظ ہیں؟
میں نے عرض کیا قطعاً نہیں۔ یہ سنکر کچھ سخت لہجہ میں ارشاد ہوا۔ پھر کام کیسے
چل رہا ہے؟ میں کیا جواب دیتا۔ اسطرح جسطرح نظماء عدالت فصل خصومات کا
کام انجام دیتے ہیں۔ نظماء صاحبین تحریرات و ضابطہ فوجداری کے حافظ
نہیں ہوتے۔ انکے اجلاس پر مذکورہ دونوں جلدیں موجود رہتی ہیں

کسی دفعہ کی تعریف دیکھنا مقصود ہو تو جلد اٹھا کر دیکھ لیتے ہیں۔ میرے میز
پر بھی قواعد تلفظ و گشتیات کا مجموعہ رکھا ہوا ہے ضرورت پر ان سے
مدد لی جاتی ہے۔ پھر ذرا ترش روئی سے کہا۔ قرآن شریف ہمارا ایمان ہے
اسکے باوجود ہم اوسکے حافظ نہیں۔ یہ سطریہ گشتیات کون حفظ کرتا رہے گا۔
پھر یہ جواب سنکر غازی یار جنگ بہادر چند سکنڈ مجھے تیز نظروں سے دیکھا
اسکے بعد سررشتہ دار صاحب سے دریافت فرمایا کیا اوپر ناظم صاحب کے اجلاس
پر جانے محافظی میں سے راستہ ہے؟ اثبات میں جواب دینے پر جمعدار
چپراسی غلام مرتضیٰ کی رہبری میں معہ رشتہ دار روانہ ہو گئے۔ جنگ بہادر
ہمارے محافظ دفتر صاحب ایک شریف طبع مذہبی شخص تھے۔ نواب غازی یار
کی بدکلامی سے ڈرے ہوئے تسبیح پڑھتے بیٹھے تھے۔ نواب صاحب انکے سامنے سے
گذرے نہ انکی طرف دیکھا نہ انکے سلام کا جواب دیا اور نہ محافظی ہی کا
تنقیح فرمایا۔ سیدھے ناظم صاحب کے چیمبر میں چلے گئے۔ یہاں عدالت بند کر کے
سب نظماء جمع تھے۔ نواب صاحب کی چاء و فواکہ ہاتھ سے تواضع کی گئی۔
بہ ضرورت پھر جملہ نظماء صاحبان انکی موٹر تک جا کر خدا حافظ کہا۔
ناظم صاحب اول اپنے چیمبر میں آ کر جناب باباجی صاحب سے تنقیح کی
تفصیل دریافت فرمائے۔ انہوں نے تنقیح کی تفصیلات کا اظہار کرتے ہوئے
فرمایا کہ صرف محافظی کی تنقیح لینے ہوئی ہے کہ وہاں ایک واقعہ پیش آیا

جناب ناظم صاحب نے تعجب سے پوچھا کیا واقعہ پیش آیا۔ جناب بابا جی صاحب نے
نواب صاحب کے استفسار اور میرے جواب کو من و عن سناتے ہوئے فرمایا
اسکے بعد نواب صاحب آپکے ابدالس کا راستہ دریافت کرکے سیدھے
یہاں آگئے۔ یہ تفصیل سنکر سب نظارہ شدہ رہے۔ ناظم صاحب نے فرمایا جواب
معقول تھا اسکی ابھی میں وہ ماتحتی کی تنقیح بھی اثر کر سکے۔
اسکے بعد جناب سررشتہ دار صاحب میرے یہاں تشریف لاکر خفگی کے انداز میں
ارشاد فرمایا کیا عدالت الٰہی کے جج کو ایسا ہی جواب دیا جاتا ہے۔ میں عرض کیا
پہلے آپ ان جج صاحب سے پوچھئے کہ انہوں نے ایسا مہمل سوال ہی کیوں فرمایا؟
کیا میں جناب سے دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ جو سررشتہ کے ایک ذمہ دار
عہدہ دار ہیں آپکو عدالت۔ مالیہ۔ فینانس وغیرہ کے کتنے گشتیات
یاد ہیں جنکا روزانہ کام پڑتا رہتا ہے۔ یہ سنکر وہ غریب خاموش چلے گئے۔

دفتر کے مخصوص احباب نے تنقیح کی چنچھٹ سے
نجات پانے کے صلہ میں بیچارے ماتحت نواب صاحب سے
ایک ٹی پارٹی کا وعدہ لے لیا۔

ایک اور واقعہ

اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر آصف سابع کی سلور جوبلی کی تقریب میں جہاں سیکڑوں رعایا و عملجات عام انعام دئے گئے اور یادگاریں قائم کی گئیں وہاں اس تقریب سعید میں مخصوص ملازمین سرکار کو جو دیانت و جفاکشی سے اپنے فرائض انجام دیرہے تھے انکو جوبلی مڈل یعنی تمغۂ کارگذاری بھی دئے جانے کے احکام خسروی بھی شرف صدور پاچکے تھے۔

اس سلسلہ میں مخصوص اعلیٰ عہدہ دار و عمال کے نام متعلقہ معتمدین سے مراسلے اجراء کئے گئے جسمیں مرقوم تھا کہ تمام تابع فرمان پٹیک دس بجے جوبلی ہال باغ عامہ میں حصول تمغہ کیلئے حاضر رہیں۔ چنانچہ عدالت فوجداری کا عملہ میں بھی ہر مراسلے وصول ہوئے۔ ایک ناظم صاحب اول کے نام دوسرا میرے نام۔ مگر میرے نام مراسلہ آنے پر عملۂ عدالت میں ایک ہل چل مچ گئی کیونکہ فٹ گریڈ کلرک ملازمین کو نظر انداز کرکے ایک تھرڈ گریڈ اہلکار کو یہ اعزاز دیا گیا جو قابلیت، شایستہ، سینیارٹی میں اکثروں سے کم ہے۔ غرض ہائیکورٹ کے اس انتخاب پر سب کو تعجب ہوا۔ مخلص احباب نے مجھے مبارکباد کہا۔

تابع مقررہ پر میں جوبلی ہال پہونچا۔ یہاں ہر سررشتہ کیلئے علیحدہ علیحدہ بلاک بنائے گئے تھے جن پر متعلقہ سررشتہ کی تختیاں آویزاں تھیں۔ ہال کے بیچ میں منشی نشین کے طور پر ایک چبوترہ بنایا گیا تھا جسکے چاروں سمت پانچ پانچ کرسیوں کی دو طرف قطاریں تھیں جسکے درمیان آمد و رفت کیلئے راستہ تھا۔

ہر بلاک میں گزٹیڈ و نان گزٹیڈ سب لوگ بیٹھے تھے۔
صدر نشین پر عالیجناب سر اکبر حیدری صدر اعظم بیٹھے اور صدر الیمین و ہائیکورٹ کے
جج وغیرہ اعلیٰ شخصیتیں تشریف فرما تھیں۔
ایک مقام پر میں عدالت کی تختی دیکھ کر رک گیا۔ وہاں میں نے دونوں طرف دور تک
لوگ بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ میں جگہ تلاش ہی کر رہا تھا کہ سامنے سے مولوی حافظ
محمد حسین صاحب مددگار معتمد ہائیکورٹ (جو سابق میں ہمارے یہاں ناظم سر بھی رہ چکے تھے
اور جنکی پیشی میں میں بحیثیت ضمنی دار پیشی میں کام بھی کیا تھا) تشریف لائے اور
فرمایا سید صاحب آپ کہاں ہیں آپ کے قریب ہی کرسی خالی ہے تشریف رکھئے۔
میں دیکھا تو واقعی ایک کرسی خالی تھی اسپر بیٹھ گیا۔ میرے بازو کی سیٹ پر
ایک شخص جج صاحب تشریف فرما تھے انکے قریب دو بیچ کی لین میں اکثر عدالت
کے نظار وغیرہ بیٹھے تھے۔ میرے یہاں بیٹھنے کے پانچ منٹ بعد ایک صاحب
دستار بگلوس لگائے ہوئے تشریف لائے اور مجھ سے دریافت فرمایا
آپکا تعلق کس سررشتہ سے ہے؟ میں نے کہا عدالت سے۔ پوچھا گیا کس عدالت سے
میں نے کہا عدالت فوجداری بلدہ سے۔ فرمایا وکیل آپ کس عدالت میں۔
میں نے کہا ریڈر۔ یہ سنکر ارشاد ہوا یہ جگہ آپکے لئے مناسب ہے آخری
حصہ میں جا کر بیٹھئے۔ میں پہلے ہی ان سوالوں سے زچ ہو گیا تھا۔
ریڈر کا لفظ سنکر انہوں نے جس حقارت سے مجھے مخاطب کیا

اسپر مجھکو بہت غصہ آیا - میں کہا یہاں عہدہ دار و اہلکار کوئی تحصیل لینے آپ جا کر آخری بیٹھے - اس وقت پر میرے بازو جو شخص جج تھے انہوں نے مجھ سے فرمایا آپ پیچھے ہیں تشریف رکھیے - دیکھیے معتمد صاحب عینک بھی کرسی پر رکھی ہوئی ہے - میں دیکھا تو واقعی ایک عینک کیس میرا کرسی کے کنارے پر رکھا ہوا تھا - میں وہ کیس اٹھا کر معتمد صاحب سے کہا لیجیے آپ کی عینک اور جائیے آخری حصہ میں تشریف رکھیے (معتمد عدالت الاعلیٰ علم ہونے کے بعد ایک رہیلا کا ان سے اصطلاح تخاطب انکو حیرت زدہ کر دیا وہ تو خشن جج و نظامت عدالت سے خوشامدانہ الفاظ سننے کے عادی تھے) غرض میرے دونوں ہاتھ اٹھے ہوئے تھے ایک ہاتھ میں عینک کیس تھا اور دوسرے ہاتھ سے آخری حصہ کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہا تھا یہ عینک لو اور وہاں جا کر بیٹھو -

پانچ چھ منٹ اسی پوزیشن میں گزرے - خدا جانے وہ کیا سوچ رہے تھے اس اثناء میں میں خیال کر رہا تھا اگر معتمد صاحب بہ زعم عہدہ کچھ غیر غلط کہیں تو دل کھول کر انکو گالیاں دونگا اور عینک کیس سر اگر حیدری کے سامنے پھینک کر ان سے کہوں گا کیا عورت اسی لئے لی گئی تھی کہ شرفا کی عزت پر حملے کئے جائیں - مجھے ایسے تمغہ کی ضرورت نہیں یہ کہکر وہاں چلا جاؤنگا - خدا کا شکر ہے کہ اسکی نوبت نہیں آئی -

میرے قریب و عقب کے لوگ یہ سب گفتگو سن رہے تھے - ایسے میں

نواب حامد علیخاں صاحب مشیر جج (جو سابق میں ہمارے پیلاں نام اول ہی ہو چکے تھے)
مجھ سے فرمایا مولوی صاحب آپ براہ کرم میرے پاس آ جائیے پیلاں والا
کرسی خالی ہے جناب معتمد صاحب کو وہیں بیٹھنے دیجئے۔ مولوی کے
اس ارشاد پر میں علیک سلیک کر کے کرسی پر بیٹھ کر پیچھے کی لین میں چلا گیا۔
اتفاق سے وہاں میرے بازو سررشتہ دار صاحب عدالت دیوانی بلدہ تشریف
فرما تھے جو مجھ سے اچھی طرح متعارف تھے۔ انہوں نے نہایت آہستہ
آواز سے فرمایا۔ سید صاحب آپ معتمد صاحب کو اچھا سبق دیئے۔
میں بلند آواز سے کہا دیکھئے مولانا یہ کہتے ہیں۔ نزع علیحدہ اپنے ماتحتوں کو
اپنا غلام سمجھتے ہیں۔ یہ سنکر نواب حامد علیخاں صاحب نے فرمایا اب
جانے بھی دیجئے آپ پہلے ہی کافی سنا چکے ہیں۔ ایسے میں تقسیم تمغہ جات
کی کارروائی شروع ہو گئی۔

ہر سررشتہ کے معتمد مشہ نشین سے تبدیلی خدمت لیے ایک ایک
کا نام پکار کر طلب کر رہا تھا۔ سررشتہ عدالت کی نوبت پر مولوی
انظر حسین صاحب معتمد عدالت و امور عامہ بموجب خدمت اپنے سررشتہ
کے اشخاص کا نام پکار رہے تھے۔ جب انہوں نے مولوی سید یوسف صاحب
عدالت فوجداری بلدہ کو تمغہ عطا کر گیا۔ نواب رحمت یار جنگ بہادر
کو تمغہ بلدہ تمغوں کی کشتی لیے کھڑے تھے سر اکبر حیدری صدر اعظم

کشتی میں سے ایک تمغہ لیکر اپنے ہاتھ سے میرے سینہ پر لگا دیا۔
غرض اسطرح سبھوں نے تمغے حاصل کئے۔

تقسیم تمغہ جات ۵ بجے ختم ہونے پر ایک شاندار ایڈریس
دیا گیا۔

جناب سررشتہ دار جات عدالت دیوانی بلدہ نے شائع کیا اور
معتمد جات عدالت العالیہ کی گفتگو کا اپنے عہدہ میں ذکر کیا تھا۔
شدہ شدہ یہ خبر ہمارے دفتر میں بھی پہنچ گئی۔ میرے ساتھیوں نے
پورسان ہو کر کہا محی الدین احمد معتمد عدالت العالیہ بہت تیز مزاج واقع
ہوئے ہیں نہ معلوم آئندہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کریں۔
میں ہنس کر کہا آپ حضرات پریشان نہ ہوں مجھے اسکی کوئی فکر نہیں ہے اگر ملازمت
رہے یا جائے۔ خدا کو جو منظور ہے وہی ہوگا۔
ختم ملازمت تک کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ خدا کا فضل شامل حال رہا
اور پچیس ۲۵ سالہ ملازمت عزت و وقار کیساتھ کٹ گئی۔

تبادلہ وظیفہ حسن خدمت

عدالت العالیہ کے ایک ہندو چیف جج نے جو عدالت ہائے بلدہ
سے دیر قیام ملازمین کی فہرست طلب فرمایا۔ مقصد یہ تھا کہ
پانچ سال سے زیادہ کسی ملازم کو ایک ہی جگہ نہ رکھنے کے احکام
سے فائدہ اٹھا کر بلدہ کے دیر قیام ملازمین کا تبادلہ کر کے اضلاع کے
ہندو ملازمین کو بلدہ طلب کر لیں۔

ہمارے دفتر میں ایسے دس بارہ افراد تھے جنکی بیس پچیس سالہ
سروس پیشتر گزری تھی [redacted] میں میں بھی شامل تھا۔
اس پچیس سالہ دور ملازمت میں کئی مواقع ایسے بھی آئے کہ میں اضافہ
گریڈ سے میں اضلاع پر جا سکتا تھا۔ لیکن مجھکو اضلاع کی ملازمت
اسلئے پسند نہیں تھی کہ وہاں منصفین کے ماتحت کام کرنا پڑتا تھا جو اپنے کو
خدائے تعالیٰ یا ضلع سمجھتے ہیں۔ ان منصف صاحبین کا ماتحتین کے ساتھ
نہایت گھٹیا قسم کا برتاؤ ہوتا۔ اسکے علاوہ ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی
کہ بیان کے قومی و دیگر ادارہ جات کی خدمت سے محروم ہو جانا پڑتا
جسکو میں کسی قیمت پر گوارہ نہیں کر سکتا تھا۔ غرض جب اسکا یقین
ہو گیا کہ تبادلہ ناگزیر ہے تو میں اپنے ایک دوست مولوی نسیم احمد صاحب
ناظم عدالت العالیہ سے کہہ رکھا تھا کہ جب عملۂ عدالت فوجداری کے تبادلے
کے احکام اجراء ہوں تو مجھے قبل از قبل مجھے اطلاع فرما دیجئے۔

اسکے ساتھ ہی ایک رخصت خاص کی درخواست ناظم صاحب کے علم خطا میں اس عذر سے
پیش کر دیا کہ میری آنکھ کا آپریشن ہونے والا ہے۔ اسمیں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ
رستفادہ ضرورت پر کیا جائیگا۔ درخواست منظور ہو چکی اور منصرم نامزد کر دیئے گئے
تقریباً ایک ماہ بعد مولوی نسیم احمد صاحب نے اطلاع دی کہ محکمۂ عدالت قوالاری کے
تبادلوں کا تختہ مرتب و منظور ہو چکا ہے۔ احکام آج ہی جاری ہوں گے تک آپکے
دفتر کو آ جائینگے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی اسی وقت رستفادہ رخصت کی درخواست
پیش کر دیا جسمیں لکھا کہ کل میری آنکھ کا آپریشن ہونے والا ہے۔ منظور درخواست
شریک مشل کروا دیا۔ تین بجے ہائیکورٹ سے تبادلے کے احکام آ گئے۔
دفتر کا عملہ پریشان حال بنا۔ سررشتہ دار صاحب کے اہلکار جمع ہو گئے یہ دیکھنے کہ
کس کا تبادلہ کہاں ہوا ہے۔ میں اپنے مددگار کو جو میرا بگ مقرر کئے گئے تھے جائزہ دیکھا لگا
لوگ کہتے سید صاحب آپکا تبادلہ تلوۃ عالم اور ضلع ہیرکور پر ہوا ہے جائیے دیکھئے
میں کیا دیکھکر کیا کروں۔ حکم حاکم مرگ مفاجات ہے تعمیل ہی کرنا ہے تو کیا ضلع
اور کیا حیدرآباد۔ یہ سنکر وہ کہتے کیا بے فکر آدمی ہیں۔
اس زمانے میں ہمارے یہاں اکبر سلطان نامی ایک صاحب سررشتہ دار تھے
جو نواب بیسون یار جنگ بہادر ہائیکورٹ جج کے برادر نسبتی تھے۔ یہ مولانا اپنے کو
شاہان مغلیہ کے خاندان کا فرد ہونا کہا کرتے شاید اسی بنا پر نہایت مغرور
اور خوشامد پسند واقع ہوئے تھے۔ مجھ سے یہ ہمیشہ ناراض رہے اسلئے کہ

میں انکی خوشامد نہیں کرتا تھا حتیٰ کہ انکو سلام تک نہیں کرتا - ناظم صاحب سے ہمیشہ
میری شکایت کرتے لیکن انکو کبھی کامیابی نہیں ہوئی جسکی وجہ سے خفگی میں
اضافہ ہی ہوتا رہا -

تبادلے کے احکام آنے پر انہوں نے حاضرین سے کہا سید یوسف صاحب
اضلاع پر ترقی سے جانے ہی انکار کرتے رہے ہیں اب تو انکو لازمی
جانا پڑے گا - صیغہ دار انتظامی جو اپنے اشد لیئے اپنی پیشی میں کھڑے تھے
انہوں نے کہا وہ اب بھی نہیں جائینگے - فرمایا اب کیسے نہیں جائینگے انکو
کے احکام آچکے ہیں - صیغہ دار صاحب نے کہا وہ رخصت لے لیئے ہیں -
سررشتہ دار صاحب نے فرمایا اب انکو رخصت اپنے مستقر پر جا کر لینا ہوگا
صیغہ دار کے یہ کہنے پر کہ رخصت منظور ہو چکی ہے نقل منگوا کر دیکھا اور
فرمایا انکو کیسے علم ہوا کہ آج ہی احکام آنے والے ہیں - غرض اس سلسلہ
میں وہ ناکام رہے - المختصر تین ماہ رخصت خاص حاصل کر کے میں
نے ضلع کے صدر دفتر ناظر معذوری ~~داخل کر کے~~ وظیفہ کی درخواست
پیش کر دیا - چونکہ میری ملازمت پچیس سال ۲۵ کی تکمیل مدت وظیفہ کیلئے
پانچ سال باقی تھے اسلئے جب ضابطہ ملازمت صدر دفتر طبی کی ضرورت
نہ حق ہوئی - بہرحال اسطرح اضلاع پر جانے سے محفوظ رہا -
دو لڑکیاں بالغ اور سررشتہ حاصل کر کے وظیفہ کی وثیقہ نام ۱۵ ترا سیز

وظیفہ بجائے تیس ۳۰ روپیہ کے پچیس ۲۵ روپیہ منظور ہونا لکھا تھا۔
تحقیق پر معلوم ہوا کہ پچیس ۲۵ سال ملازمت کی تکمیل کیلئے ابھی چار ماہ کم
کم بیس بسلی وجہ سے چھ وظیفہ میں کمی واقع ہوئی ہے۔ ایک روز
میرے دوست مولوی نسیم احمد صاحب منتظم ہائیکورٹ نے مجھ سے کہا کہ سابق میں
اسطرح کمی ایام کی معافی کے اختیارات صدر اعظم بہادر کو حاصل تھے
اب یہ اختیارات ہر سررشتہ کے صدر المہام کو دیدئے گئے ہیں اگر وہ اپنے
صوابدید پر اس اختیار کو بمشورہ فینانس ممبر استعمال کر سکتا ہے۔ لہذا
آپ ایک درخواست صدر المہام عدالت کو بتوسط ہائیکورٹ دیدیجئے۔ میں کہا بھائی
نسیم صاحب کون اس جھگڑے میں پڑے پھر آپ کا کیا مجھے رنج نہیں ہے انہوں نے
کہا جب ہمکو رعایت مل سکتی ہے تو کیوں نہ حاصل کریں۔ میرے انکار کے باوجود
وہ خود ایک درخواست لکھکر مستعد ہائیکورٹ سے میری دیانتدارانہ ملازمت وغیرہ
کا ذکر کرکے درخواست پر ایک سفارشی نوٹ لکھوا کر صدر المہام عدالت کے پاس بتوسط
ہوم سکریٹری روانہ کردیا۔ چھ تین ماہ کے بعد مجھے ہائیکورٹ سے ایک نیا لیٹر نامہ
موصول ہوا جسمیں لکھا تھا کہ آپکی درخواست کو صدر المہام عدالت نے نامنظور کردیا ہے۔
اس سے میں دریافت پر معلوم ہوا کہ نواب عالم یار جنگ بہادر صدر المہام عدالت نے تو
ہائیکورٹ کی سفارش پر میری درخواست منظور کرکے تکمیل ضابطہ کیلئے فینانس ممبر کے
پاس روانہ کردیا تھا لیکن نواب زاہد جنگ صدر المہام فینانس نے اسپر یہ تجویز فرمایا

فرمان مبارک نامہ عدالت

درخواست گذار کو پچیس سالہ ملازمت پر پورا وظیفہ دئے جانے کی ایک رعایت دیگئی تھی اب یہ دوسری رعایت سے فینانس اتفاق نہیں کرسکتا لہذا درخواست نامنظور۔

فینانس جنرل کی اس تجویز کی بنا پر صدر المہام عدالت نے درخواست کی نامنظوری کی اطلاع ہائیکورٹ کو دیدی ہے۔ ان واقعات کا علم ہونے کے بعد میں نے حسب ذیل ایک درخواست بذریعہ ہائیکورٹ صدر المہام عدالت کی خدمت میں روانہ کردیا۔

بملاحظہ عالیجناب نواب عالم یار جنگ بہادر صدر المہام عدالت و کوتوالی و امور عامہ

عالیجناب! بجواب درخواست معافی بابت کمی مدت ملازمت عدالت العالیہ نے ذیل مرسلہ نمبر ۳۵۶ مورخہ ۱۹ رلنندر ۱۳۵۵ اطلاع دی ہے کہ

"معافی کی مدت کی تحریک سے سررشتہ فینانس نے اختلاف کیا ہے اسلئے حسب حکم صدر المہام بہادر سررشتہ عدالت کارروائی ختم کردیگی"

عالیجاہ۔ گذارش ہے کہ سررشتہ فینانس کی یہ تجویز کہ

"پچیس سالہ ملازمت پر پورے وظیفہ حسن خدمت کی اجرائی خود ایک رعایت ہے پھر بعد معقول وجوہ کے مزید رعایت سے فینانس اتفاق نہیں کرسکتا"

اسلئے صحیح نہیں ہے کہ میں نے پچیس سالہ ملازمت پر وظیفہ کی درخواست تحت ضابطہ ملازمت پر اسلئے کہ صدر اقتدار نامہ معذوری پیش کی تھی جس پر خالی

منظور کرلی گئی اسکو رعایت نہیں کہا جاسکتا - البتہ درسری درخواست کو رعایت طلب درخواست
نام دیا جاسکتا ہے - چونکہ کمی ایام کی سامانی کا اختیار صدر اعظم بہادر نے ہر سررشتہ کے
صدر المہام کو عطا فرمایا ہے اسلئے احقر عالیجناب سے رعایت طلب ہوا تھا
جس پر عالیجناب نے عدالت العالیہ کی سفارش پر درخواست کو قابل منظوری تصور فرما کر تکمیل
ضابطہ کیلئے فینانس ممبر کے پاس روانہ فرمایا تھا - اگر فینانس ممبر کو عالیجناب کی رائے سے
اتفاق نہیں ہے تو یہ مسئلہ اولاً صدر اعظم بہادر کے ملاحظہ میں پیش کرنا ہوگا کیونکہ وہ
صدر المہامی کے اختیارات پر قبضہ حاصل موصوف ہی کو حاصل ہے - بحالت مجبوری ہمیں
باب حکومت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا - گزارش ہے کہ رخصت بیماری کیوجہ سے
چار ماہ یوم کی مدت ملازمت میں کمی واقع ہوئی ہے ایسے ہی مجبوریات کے پیش نظر
حکومت نے مراعات کو روا رکھا ہے - اگر سررشتہ فینانس اپنے ضابطہ استدلال کی
بنا پر ساٹھ روپے پانے والے غیر اہلکار کے وظیفہ حسن خدمت سے ایک قلیل رقم
بچا کر حکومت کے مالیہ کو قوی بنانا چاہتا ہے تو بہتر ہے میرا بقیہ وظیفہ مبلغ سو تیس روپے آرڈر آنے
پر داخل خزانہ فرمالے - صرف ۸ روپے بچا کر میرے خیال میں فینانس نے کوئی مستحسن اقدام نہیں فرمایا
دیگر گزارش یہ ہے کہ اعلیحضرت ہز ہائنس (عثمان) خلد اللہ ملکہ کی سلور جوبلی کی
مبارک تقریب میں ممالک محروسہ سرکار عالی کے جو سررشتہ جات کے گزیٹڈ و غیر
گزیٹڈ ملازمین کو جو اپنے خدمات نہایت دیانت و محنت نیز وفادارانہ طریقہ پر
انجام دیتے ہیں بطور خوشنودی جوبلی مڈل سرفراز فرمایا گیا تھا چنانچہ غیر گزیٹڈ

عدالت فوجداری علاقہ سے صرف میرا انتخاب فرما کر سر اکبر حیدری صدر اعظم وقت نے
نواب اعلیحضرت مڈل سے سرفراز فرمایا تھا جو میرے لئے باعث عزت و افتخار تھا۔
لیکن جب حکومت ہی نے میرے آئی خدمات کا جسے اس نے اعتراف فرمایا تھا
لحاظ نہ کر کے ایک قلیل ترین رعایت کا بھی مستحق قرار نہ دیا اور پھر یہ
مڈل میرے لئے ایک بیکار سی چیز ہے جسکو میں اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرتا
لہذا واپس کرتا ہوں تو یہ لیتے تو ۔ قدر دانی عہدہ دار اعلیٰ معلوم شد۔

نوٹ ۔ ایک عدد جوبلی مڈل فریم بذریعہ سرکل عدالت ہے ۔ الراقم بکم ماہ اپریل ۱۳۵۵ف

منشی انجمن علی خاں معتمد جات محکمہ ہائے سررشتہ عدالت اضلاع برار

منظور ۔ نظارت شریف جات معتمد جات عدالت الاحاطہ ۲۵ ماہ اپریل فرخی دادرسی

در حضور ست گذار

سید یوسف نظر

ملخصہ باب ۔ سابق اسپکٹر عدالت فوجداری علاقہ

کئی ماہ تک یہ درخواست ہوم سکریٹری کے صیغہ عدالت میں بلا تجویز پڑی رہی
ہم نے بھی کوئی پیروی نہیں کی تقریباً ایک سال کے بعد اتفاق سے میرے ایک
دوست رضا صاحب سے تبادلہ ہو کر ہوم سکریٹری میں سررشتہ عدالت کی منتظمی پر
آئے تو انکو جائزہ میں میری شکل بھی نظر آئی انہوں نے میرا ایک معقول نوٹ لکھکر
صدر الہام بہادر کے یہاں روانہ کر دیا ۔ اسوقت نواب عالم یار جنگ بہادر

وظیفہ پر ریٹائر ہو چکے تھے انہی جگہ صدر الحاج پر رہے بہادر آرد امدو انتظار
نائیز تھے۔ موصوف نے میری مشل کو غور کر کے سیلے انیسانی بھر کے بدل اور اند
کر دیا۔ اس نوبت پر میری درخواست کے معائنہ کے بعد فرایب نزاہد خبگ بہادر
جنہوں نے سابق میری درخواست نامنظور کی تھی بہ معافی کی مدت ۴ ماہ ۱۰ یوم بسلغ
چار روپے آٹھ آنہ شریک وظیفہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جس بنا پر
صدر عالی نے تاریخ وظیفہ سے یہ کا بقایا شریک کر کے تیس روپیہ وظیفہ
و شبقہ اجراء فرمایا۔

تعلقہ مانوی ضلع رائچور میں جانب غرب ایک پہاڑی کے دامن میں مجاہدوں کے
دو خطرے واقع ہیں جن میں ایک خطرہ میرے جدی سعد کے بزرگ حضرت بندگی
سید ایاس رضی اللہ عنہ کا دوسرا حضرت بندگی اسمٰعیل رضی اللہ عنہ کا ہے
یہ دونوں خطرے ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

اعلیٰحضرت میر عثمان علیخان والی دکن کی سلور جوبلی کے موقع پر مالک محروسہ
کے ہر ضلع و تعلقہ جات میں بنا بر حکومت و ریاست سلور جوبلی کی یادگار کے
طور پر مختلف رفاہ عام کے کام نیز بڑے بڑے تعمیر کئے جا رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں حکومت نے
تعلقہ مانوی میں پینے کے پانی کی دقت کا رفع دفع کرنے کیلئے پہاڑی کے دامن میں
پانی کی ایک ٹانکی تعمیر کر کے پورے تعلقہ کو آب نوشی سپلائی کرنا طے کیا۔
چنانچہ اس تجویز کے پیش رفت میں تعمیر ٹانکی کا کام آغاز کیا گیا۔

ٹانکی سے پائپ آبادی میں لے جانے کیلئے کوئی قریبی راستہ نہیں تھا اسلئے
عہدہ دار ریاست آبپاشی نے پائپ خطرہ میں سے لے جانا طے کیا۔ مقامی مجاہدوں نے خلیل مانوی ایک کنبر
اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ ہم اپنی زندگی میں اپنے بزرگوں کی قبر میں کھود کر
پائپ لے جانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ان مجاہدوں نے مقامی عہدہ داروں کے
علاوہ ضلع رائچور کے متعلقہ اعلیٰ عہدہ داروں کو بھی درخواست و محضر دے کر
انکی کچھ شنوائی نہیں ہوئی تو انہوں نے انجمن مجاہدین کو بھیجا کے اس سلسلہ میں قبل اسکے کام
شروع کشت و خون کی نوبت آئے حیدرآباد کے چیف رنجنیر آبپاشی کو بھیجا

کسی طرح یہاں کا دورہ کرا دیا جائے۔ وقت بہت کم ہے خطرے کی دیوار کے
قریب تک کھدائی ہو چکی ہے۔ حضرت حکیم صاحب جی یہاں کے ساکن ہیں
اور اس زمانے میں حضرت عیسیٰ تھے انہوں نے کہا ہے میرا پلنگ خطرے کی دیوار
کے پاس رکھ دو جب تک میں زندہ ہوں کسی کو مزدوروں میں شامل لگانے نہ دو گا
چند چوٹیے نواجوان مجھ دیوانے بھی مارنے مرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔
یہ خط دیکھ کر مجھے سخت تکلیف ہوئی بروقت اول تعلقدار صاحب ضلع رائچور
سے فون پر کہا۔ از دفتر انجمن مہدویہ حیدرآباد
بخدمت اول تعلقدار صاحب ضلع رائچور
بنام سید یوسف تعلقدار مقیم انجمن مہدویہ
مقدمہ
تعلقہ مانوی میں آبرسانی کی
پائپ نہ لگائی کیے جس
قبرستان کی کھدائی۔

بمقدمہ عرض گزارش ہے کہ تعلقہ مانوی میں جماعت مہدویہ کی کثیر آبادی
جانب ان کے دو خطرے (قبرستان) ہیں یہاں سلطان جوبلی کی یادگار کے
طور پر آبادی کے قریب پہاڑی پر سے کنواں میں پینے کے پانی کی سپلائی
کیلئے ایک ٹانکی تعمیر کی گئی ہے اس پائپ پہاڑی کے زیر دامن مہدویہ
قبرستان کے اندر سے لے جانے کی تجویز ہے چنانچہ قبرستان کے قریب تک
کھدائی ہو چکی ہے۔ اس نوبت پر مہدویوں نے مقامی عہدہ داروں سے
کھدوائی نہ کرانے کی استدعا کرتے ہوئے کہا ہم قبرستان میں سے پائپ لے جانے کی

بتوسط عہدہ داروں کے

ناجائز لہنر کرسکتے ہیں اسی متعلق مورخہ ۱۰ پر کی کو جو لہنر بھیجی تو مختار ضلع کے عہدہ داروں نے آبپاشی کی خدمت میں حضور سے پیش کئے انتظام سے کہ ان عہدہ داروں نے بھی رشوت کوئی اثر لہنر لیا جس کی وجہ سے مانوی میں تعفن اس کا اندیشہ پیدا ہوگیا ہے۔ مہدوی جان دینا پسند کرتے ہیں لیکن اپنے بزرگوں کے ہڈیاں باہر نکالنے کی بے حرمتی گوارا نہیں کرسکتے۔ مہدویان حیدرآباد میں مانوی کی یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی ہے۔ اگر اس فتنے کو روکا نہیں گیا تو ایک خطرناک صورت پیدا ہوجائیگی۔ حکومت کو حیدرآباد کے پچیس ہزار مہدویوں کے سر کاٹ کر قبرستان کے اندر سے پاؤں سے جانا پڑے گا۔

مجھے امید ہے کہ جناب یہ نوبت نہ آنے دینگے۔ مانوی کے عہدہ داروں متعلقہ کو پائپ قبرستان سے ہٹکر لے جانے کے احکام صادر فرماکر مہدویان حیدرآباد کو ممنون و مشکور فرمائینگے۔

تصدیق

محمد احمد مہدوی

نقل مراسلہ کے دوسرے پر نقل کے ساتھ جناب اول تعلقدار جات نے مہتمم آبپاشی مہتمم تعمیرات و دوم تعلقدار وغیرہ چھ سات عہدہ داروں کے ساتھ لیکر مانوی پہونچے اور بعد معائنہ مقام فرمایا کہ مہدویوں کا عذر معقول ہے۔ قبرستان میں سے پائپ لے جانے کی تجویز قطعاً غلط ہے پائپ قبرستان

لے جایا جائے۔ مقامی انگریز حاکم نے فرمایا اگر پاپ قبرستان سے ہٹا کر لے جایا گیا تو
تقریباً بارہ ہزار روپیہ مزید خرچ کرنے ہوں گے جس کی جوبلی فنڈ سے گنجائش نہیں ہے
روپیے کا معمولی نہیں ہے رعایا کے جذبات کا لحاظ کرنا ضروری ہے لہٰذا
جلد ریزولیوشن تیار کر کے یہ بے بیل روانہ کیا جائے ضلع کی گنجائش سے رقم
دلوا دی جائے گی۔ اسطرح یہ قضیہ طے ہوا۔ مہدوی ناظم نے بذریعہ خط رجسٹری پاپ کے پسماندگان کا
شکریہ ادا کیا
ہمارے مراسلہ کا جواب دیتے ہوئے جناب تعلقدار صاحب نے لکھا کہ آپ
رعایا کو مطمئن کرا دیجئے کہ پاپ قبرستان میں سے نہیں ہٹایا جائے گا
حالانکہ یہ سراسر کسی مہدوی کو اس کا دور بھی علم نہیں تھا۔
میں نے جواباً عرض کیا۔ اول تعلقدار صاحب نے تسلیم کر کے
ہماری رعایا کو ممنون کیا جب جماعت مہدویہ نے شکریہ ادا کیا۔

۳ ۹ ۷۸۶

تعلقہ اوسہ ضلع عثمان آباد کے مہدویوں نے مجھے بخیت معتمد انجمن ایک
خط لکھا جس میں مرقوم تھا کہ ہمارے شادیوں کے موقع پر مقامی قاضی صاحب
جو طلب تشریف لا کر خطبۂ نکاح خود پڑھنے اور سیاہہ نویسی کیلئے مجبور کرتے
ہم نے ان سے کہا کہ زمانۂ قدیم سے ہمارے یہاں سیاہہ نویسی کا عمل نہیں ہے
اور خطبۂ نکاح بھی ہمارے مرشدوں ہی سے پڑھوایا جاتا ہے لہذا ہم
نہ تم سے خطبۂ نکاح پڑھوائینگے نہ سیاہہ نویسی کا عمل کروائینگے۔
ہمارا یہ جواب سنکر قاضی صاحب نے جناب کھیلدار صاحب سے ہماری شکایت
کی جو مدعی بنکر طلب کر کے فرمایا کہ حکومت کے ریاست سے رشتہ اور
قاضیوں کو مقرر کر کے انکو مسلمانوں کی شادیوں میں خطبۂ نکاح پڑھنے اور
سیاہہ نویسی کا تکمیل کرنے کے احکام دیے ہیں چنانچہ حالانکہ جو سرکاری
کے جو مسلمانوں نے ان سرکاری احکام کی بدعقدر تعمیل کر رہے ہیں انکو
تمکو بھی سرکاری احکام کی پابندی کرنی چاہئے۔ ہم نے کہا کہ ہمارے
قول و روایات و عمل درآمد کے خلاف ہے ہم نہ قاضی صاحب سے خطبہ پڑھوائینگے
نہ سیاہہ لکھوائینگے۔ اسپر بات اتنی بڑھی کہ جناب کھیلدار صاحب نے پولیس کو
حکم دیکر ہمارے شادیاں رکوا دئے ہیں۔

تعلقہ اوسہ کے ہم جملہ مہدوی پابند اسلام کرتے ہیں ہمارے کثیر رشتہ دار
مختلف مواضعات و دیہاتوں میں ایسی بیشمار کو انجام دیتے ہیں ہمارے یہاں

شادیوں کے معاملہ میں ایسا ہوتا ہے کہ مختلف مقامات کی شادیوں میں جملہ برادری کے
لوگ بوجہ غربت شریک نہیں ہو سکتے اس لئے یہ کیا جاتا ہے کہ ایک ہی ماہ میں چار
پانچ شادیاں مقرر کر کے سب تعلقداروں کو جمع ہو جانے دیں اور مختلف تاریخوں میں
عقد مقرر کر کے بعد تکمیل اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے ہیں چنانچہ اس دفعہ
بھی چار شادیوں کے لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ آجکل ایک نئے قاضی صاحب یہاں
آئے ہیں جنہوں نے یہ ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ تقریباً ایک ماہ سے شادیاں
رکی ہوئی ہیں جس کی وجہ سے غریب مہدوی زیر بار ہو رہے ہیں۔ لہٰذا
استدعا ہے کہ جناب انجمن مہدویہ ناظم صاحب اور مفتی کو اس واقعہ کی
اطلاع کر کے قاضی صاحب موصوف کو سمجھا دیں کہ ہمارے اعتقادی امور میں
مداخلت نہ کرنے کے لئے احکام اجراء فرمائیں ورنہ شادیاں رک جانے
کی وجہ سے مہدوی سخت پریشان ہیں۔

اس خط کے موصول ہوتے ہی میں نے جناب اول تعلقدار صاحب ضلع شمال آباد
کو ایک مراسلہ لکھا جس کی نقل درج ذیل ہے۔

بخدمت شریف عالیجناب اول تعلقدار صاحب ضلع شمال آباد } خوانندگی خط ہذا مطالعہ
جناب سید یوسف انور صاحب مدیر انجمن مہدویہ حیدر آباد } مبایہ نوٹس بخدمت جماعت مہدویہ

بعد ہدیہ گذارش ہے کہ آج تقریباً دو سو سال سے جماعت مہدویہ کا
سیاہ پرچم لہرا رہا ہے اور خطبہ نکاح بھی وہ اپنے مرشدوں سے

پڑھواتے ہیں۔ اب اطلاع ملی ہے کہ بعض اضلاع و تعلقہ جات میں چند
اشرار و متعصب قاضیوں نے مہدویوں کے مقرر کردہ خود خطبۂ نکاح
پڑھنے اور سیاہ زلفی پر مجبور کرا رہے ہیں جس کے نتیجہ میں ہر دو فریقین میں
کشیدگی بڑھ کر خطرناک صورتیں پیدا ہو رہی ہیں چنانچہ تعلقہ اودگیر کے قاضی صاحب
ودگل کے مقیم مہدویوں کو مجبور کر رہے ہیں مہدویوں کے نکاح پر تعصب سے
شکایت کر کے بذریعہ پولیس مہدویوں کے شادیوں کو رکوا دیا ہے جس کی
وجہ سے نقض امن کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔

گذارش ہے سیاہ زلفی حکومت کا ایک بے ضرر عمل ہے تاہم مسلم معتمد
رستاویزات محفوظ رہیں اور نقل حضورات میں پیش کا موجب ہو
شرعاً رسالہ لزوم نہیں ہے۔ ممالک محروسہ سرکار عالی میں مہدوی
ڈھائی کوس سال سے مقیم ہیں وہ شادیوں میں خطبۂ نکاح اپنے مرشدوں سے
پڑھواتے ہیں حکومت نے اُنکے عقاید و اصول مذہبی میں کسی وقت مداخلت
نہیں کی۔ جب دارالسلطنت میں مہدویوں کی شادی پر قاضی صاحب سے خطبہ
پڑھوانے اور سیاہ زلفی کے کام میں نہیں ہے تو اضلاع و تعلقہ جات میں انکو
مجبور کرنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ ہر لائق تعمیدار صاحب اودگیر و
قاضی صاحب کو ہدایت فرمائی جائے کہ وہ ایسے غلط اقدامات نہ کریں
جس سے حکومت و رعایا میں کشیدگی کا باعث ہو۔ توقع کیا جاتا ہے کہ

حاکم صاحب بصحت ممکنہ احکام صادر فرمائیں کہ تعلقہ ادسہ کے عہدیداران کی
پریشانی رفع فرمائیں گے۔

مشفقی بندہ جناب ناظم صاحب سررشتہ امور مذہبی مرسل و گذارش
ہے کہ جملہ اضلاع و تعلقہ جات کے قاضی صاحبان کو ہدایت کیجائے کہ
وہ جماعت [illegible] کے معتمدین خطبۂ نکاح پڑھنے اور سیاہیہ نکھوانے
پر اصرار [illegible] کریں

شدت عہدیداران تعلقہ ادسہ کو اطلاع مرسل ہے۔
اس مراسلہ کی بنا پر جناب تعلقہ دار صاحب خود تعلقہ ادسہ کو تشریف لے جاکر
تحصیلدار صاحب و قاضی صاحب کی سرزنش کی اور عہدیداران کو طلب کرکے
فرمایا کہ آپ اپنے طریقہ پر عمل کریں۔

جواباً انجمن عہدیہ کو اطلاع دی گئی کہ تحصیلدار صاحب و قاضی صاحب
ادسہ کو بہت شکر دیا گیا ہے کہ آئندہ ہمیں ایسے غلط کاموں پر
سے احتراز کریں۔

عہدیداران ادسہ نے انجمن عہدیہ کی اس مخلصانہ توجہ کا بذریعہ خط
شکریہ ادا کیا۔

ادارہ ندوۃ المہدویہ

حضرت حسین شاہ میاں صاحب دائرہ نور کی قیادت میں جو تاریخ نیابت
حضرت رہنما مہدی موعود علیہ السلام فرمان مبارک کر گئی تھا اور مکی واپسی کے
بعد حضرت موصوف واقعات سفر بیان کرتے ہوئے مہدویوں کے ایک کثیر مجمع کو
مخاطب کر کے بروضۂ اقدس کا خستہ حالی کا دل دردناک الفاظ میں اظہار فرمایا کہ
حاضرین متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ
نیابت انور کا مقام ہے حیدرآباد کے علاوہ اقطاع ہند میں مہدویوں کی ایک
کثیر جماعت کی موجودگی میں ایام آخر الزمان کے بروضۂ اقدس کی یہ تباہ حالی
ہم سب کے لئے موجب شرم ہے۔ حضرت حسین شاہ صاحب کی اس تقریر سے حاضرین میں
ایک جوش پیدا ہوا اور اسی نشست میں ندوۃ المہدویہ کے نام سے ایک ادارہ کی
تشکیل عمل میں آئی۔ اس ادارہ کی معتمدی پر نواب محمد بہادر خان خلف نواب
محبوب یار جنگ بہادر کا انتخاب عمل میں آیا۔ اور اراکین میں
مولوی شاہ رکن الدین صاحب وکیل، مولوی سید حسن صاحب ایڈووکیٹ، راجہ محمد علی صاحب وغیرہ
وغیرہ شامل تھے۔ حیدرآباد کے ہر محلہ میں اس ادارہ کی سب کمیٹیاں بنائی گئیں
اور کمیٹیوں کے صدور و معتمدین کا انتخاب عمل آیا۔ اس ادارہ کا واحد مقصد یہ تھا کہ
افراد قوم سے نذرانہ کی رقم وصول کر کے مرکزی کمیٹی کے معتمد نواب بہادر خان صاحب
کے پاس جمع کرتے رہنا تھا۔ اس تحریک سے متعلق قوم کا ہر فرد جوش و خروش کا اظہار کرتا تھا
اور اس سے اندازہ لگایا جا رہا تھا کہ چند ماہ میں لاکھ دو لاکھ روپے جمع ہو جائیں گے

اصول ہے کہ قوم کا ہر تحریک کسطرح یہ اہم تحریک بھی ایک سال کے اندر دم توڑ دی
اور قوم کا وہ پنگھلی جو شروع وہ کا ابال ثابت ہوا جو آب بے عملی کے چھینٹوں سے
ٹھنڈا ہو گیا۔ روز کیلیٹیوں سے جو نا قابل لحاظ رقم وصول ہو گی وہ بسلغ روپیہ
عالی اور بسلغ روپیہ کلدار تھی۔ جسکو اب حاجی نے اپنے بینک میں
جمع کروا دیا تھا۔

۴

مولانا سید محمد پاشاہ حسینی صاحب معتمد مجلس علمائے دکن کا لفظ سعید و پر اعتراض

سنہ ۱۳۲۹ فصلی میں نواب مجاہد یار جنگ اپنی اہلیہ کی علالت کے سبب دہلی تشریف لے گئے تھے
انکی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر جناب پاشاہ حسینی صاحب نے ایک نیا فتنہ کھڑا کر دیا یعنی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر پیش کو اسم سعید جو لکھا جاتا ہے اور اسکے مخالف انہوں نے جو کتاب
تحفۃ الاسلام کی اصل تفصیل درج ذیل ہے۔ موصوف نے ناظم صاحب دار الطبع کو حسب ذیل مراسلہ لکھا۔
لکھا ہے۔ مورخہ ۱۳ ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

مقدمہ

نائب سید محمد پاشاہ حسینی معتمد مجلس علمائے دکن کا لفظ استعمال لفظ سعید و شریف
خدمت ناظم صاحب دار الطبع سرکار عالی کا در جتنی سرکار عالی
باحترام مندرجہ عنوان ترقیم ہے کہ اصطلاح عام میں سعید و شریف کا لفظ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی ذات مبارک کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور کے ساتھ

جو حضور اکرم کے مقدس اور استعمال سے ہو اس لفظ کے غلط استعمال کی سرکاری جنتری میں
دیکھ کر مسلمان ناخوش ہوتے ہیں امید کہ اسکی اصلاح فرمائی جائیگی۔

مشرح مرسلہ ۔ محمد پادشاہ حسینی مہتمم مجلس علمائے دکن

سرشتہ دار المطبع جناب سے اکثر ملاقاتی ہے انکے ذریعہ سے مجھے نہ صرف اس کی اطلاع ملی
بلکہ پادشاہ حسینی صاحب کے مراسلہ کی نقل بھی لی گئی۔ اس بنا پر میں مسٹر وجو گوپال پلے مہتمم دار المطبع سے
جن سے میری سابقہ شناسائی بھی تھی انکے دفتر پر جا کر ملا اور کہا کہ جناب پادشاہ حسینی صاحب نے لفظ مبارک
متعلق جنتری میں اصلاح کرنے کے جو مراسلہ لکھا ہے اگر انکی خواہش کے موافق اصلاح کی گئی تو مسلمانوں
مقبول میں سخت کشیدگی پیدا ہو جائیگی لہذا آپ اسکو شایع نہ کیجئے۔ انہوں نے کہا مجلس
علمائے دکن کو میں نے جواباً لکھدیا ہے کہ ہم جنتری میں کسی قسم کی اصلاح کرنے کا اختیار نہیں رکھتے
صرف جنتری طبع کرنا ہے اسلئے آپکا مراسلہ دفتر رصد گاہ کو روانہ کر دیا گیا ہے جنتری مرتب ہوتی ہے
چنانچہ انہوں نے مجھے اپنے مراسلہ مرسلہ رصد گاہ کی نقل دیدی۔ نقل مراسلہ مذکور درج ذیل ہے۔

۷۲۹/۱۱ مورخہ ۱۴ اردی بہشت ۱۳۲۹ف

مقدمہ

نقل مراسلہ راجہ وجو گوپال پلے مہتمم ایڈیٹر ناظم محکمہ طباعت
خدمت شریف مہتمم صاحب رصد گاہ نظامیہ سرکار عالی

غلط استعمال لفظ مبارک
در جنتری سرکار عالی

بمقدمہ مشروح عنوان تحریر ہے کہ نقل مراسلہ مجلس علمائے دکن لا ۷۶ مورخہ ۱۳ اردی بہشت ۱۳۲۹ف
مرسلہ ہے ملاحظہ مراسلہ میں جس طرف اشارہ کیا گیا ہے تعلیماً جنتری سال رواں میں درج نہ کیا جائیگا
مطابق ۲۱ رجب ۱۳۴۰ھ کو جو تعطیل ظاہر کیگئی ہے اوسکا سے متعلق ہے آئندہ کیلئے یہ انتظام فرمایا جائیگا

شنیدہ ۔ حکومت جناب معتمد مالیات فینانس سے نقل مراسلہ نمبر کیفیت ۱ ملحوظہ مسل ہے
شائع حکومت جناب معتمد مالیات ۔ بعض ملحقات کی بحوالہ مراسلہ محولہ بالا مرسل درج ہے
ترتیب سے وہ ۱۵ ۔ ۱۶ ۔ ۱۷ ۔ ۱۸ ۔ ۱۹ ۔ ۲۰ ۔ ۲۱ ۔ ۲۲ ۔ ۲۳ ۔ ۲۴ ۔ ۲۵ ۔ ۲۶ ۔ ۲۷ ۔ ۲۸ ۔ ۲۹ ۔ ۳۰ ۔ ۳۱ ۔ ۳۲ ۔ ۳۳ ۔ ۳۴ ۔ ۳۵ ۔ ۳۶ ۔ ۳۷ ۔ ۳۸ ۔ ۳۹ ۔ ۴۰ ۔ ۴۱ ۔ ۴۲ ۔ ۴۳ ۔ ۴۴ ۔ ۴۵ ۔ ۴۶ ۔ ۴۷ ۔ ۴۸ ۔ ۴۹ ۔ ۵۰ ۔ ۵۱ ۔ ۵۲ ۔ ۵۳ ۔ ۵۴ ۔ ۵۵ ۔ ۵۶ ۔ ۵۷ ۔ ۵۸ ۔ ۵۹ ۔ ۶۰ ۔ ۶۱ ۔ ۶۲ ۔ ۶۳ ۔ ۶۴ ۔ ۶۵ ۔ ۶۶ ۔ ۶۷ ۔ ۶۸ ۔ ۶۹ ۔ ۷۰ ۔ ۷۱ ۔ ۷۲ ۔ ۷۳ ۔ ۷۴ ۔ ۷۵ ۔ ۷۶ ۔ ۷۷ ۔ ۷۸ ۔ ۷۹ ۔ ۸۰ ۔ ۸۱ ۔ ۸۲ ۔ ۸۳ ۔ ۸۴ ۔ ۸۵ ۔ ۸۶ ۔ ۸۷ ۔ ۸۸ ۔ ۸۹ ۔ ۹۰ ۔ ۹۱ ۔ ۹۲ ۔ ۹۳ ۔ ۹۴ ۔ ۹۵ ۔ ۹۶ ۔ ۹۷ ۔ ۹۸ ۔ ۹۹ ۔ ۱۰۰ ۔ ۱۰۱ ۔ ۱۰۲ ۔ ۱۰۳ ۔ ۱۰۴ ۔ ۱۰۵ ۔ ۱۰۶ ۔ ۱۰۷ ۔ ۱۰۸ ۔ ۱۰۹ ۔ ۱۱۰ ۔ ۱۱۱ ۔ ۱۱۲ ۔ ۱۱۳ ۔ ۱۱۴ ۔ ۱۱۵ ۔ ۱۱۶ ۔ ۱۱۷ ۔ ۱۱۸ ۔ ۱۱۹ ۔ ۱۲۰ ۔ ۱۲۱ ۔ ۱۲۲ ۔ ۱۲۳ ۔ ۱۲۴ ۔ ۱۲۵ ۔ ۱۲۶ ۔ ۱۲۷ ۔ ۱۲۸ ۔ ۱۲۹ ۔ ۱۳۰ ۔ ۱۳۱ ۔ ۱۳۲ ۔ ۱۳۳ ۔ ۱۳۴ ۔ ۱۳۵ ۔ ۱۳۶ ۔ ۱۳۷ ۔ ۱۳۸ ۔ ۱۳۹ ۔ ۱۴۰ ۔ ۱۴۱ ۔ ۱۴۲ ۔ ۱۴۳ ۔ ۱۴۴ ۔ ۱۴۵ ۔ ۱۴۶ ۔ ۱۴۷ ۔ ۱۴۸ ۔ ۱۴۹ ۔ ۱۵۰ ۔ ۱۵۱ ۔ ۱۵۲ ۔ ۱۵۳ ۔ ۱۵۴ ۔ ۱۵۵ ۔ ۱۵۶ ۔ ۱۵۷ ۔ ۱۵۸ ۔ ۱۵۹ ۔ ۱۶۰ ۔ ۱۶۱ ۔ ۱۶۲ ۔ ۱۶۳ ۔ ۱۶۴ ۔ ۱۶۵ ۔ ۱۶۶ ۔ ۱۶۷ ۔ ۱۶۸ ۔ ۱۶۹ ۔ ۱۷۰ ۔ ۱۷۱ ۔ ۱۷۲ ۔ ۱۷۳ ۔ ۱۷۴ ۔ ۱۷۵ ۔ ۱۷۶ ۔ ۱۷۷ ۔ ۱۷۸ ۔ ۱۷۹ ۔ ۱۸۰ ۔ ۱۸۱ ۔ ۱۸۲ ۔ ۱۸۳ ۔ ۱۸۴ ۔ ۱۸۵ ۔ ۱۸۶ ۔ ۱۸۷ ۔ ۱۸۸ ۔ ۱۸۹ ۔ ۱۹۰ ۔ ۱۹۱ ۔ ۱۹۲ ۔ ۱۹۳ ۔ ۱۹۴ ۔ ۱۹۵ ۔ ۱۹۶ ۔ ۱۹۷ ۔ ۱۹۸ ۔ ۱۹۹ ۔ ۲۰۰ ۔ ۲۰۱ ۔ ۲۰۲ ۔ ۲۰۳ ۔ ۲۰۴ ۔ ۲۰۵ ۔ ۲۰۶ ۔ ۲۰۷ ۔ ۲۰۸ ۔ ۲۰۹ ۔ ۲۱۰ ۔ ۲۱۱ ۔ ۲۱۲ ۔ ۲۱۳ ۔ ۲۱۴ ۔ ۲۱۵ ۔ ۲۱۶ ۔ ۲۱۷ ۔ ۲۱۸ ۔ ۲۱۹ ۔ ۲۲۰ ۔ ۲۲۱ ۔ ۲۲۲ ۔ ۲۲۳ ۔ ۲۲۴ ۔ ۲۲۵ ۔ ۲۲۶ ۔ ۲۲۷ ۔ ۲۲۸ ۔ ۲۲۹ ۔ ۲۳۰ ۔ ۲۳۱ ۔ ۲۳۲ ۔ ۲۳۳ ۔ ۲۳۴ ۔ ۲۳۵ ۔ ۲۳۶ ۔ ۲۳۷ ۔ ۲۳۸ ۔ ۲۳۹ ۔ ۲۴۰ ۔ ۲۴۱ ۔ ۲۴۲ ۔ ۲۴۳ ۔ ۲۴۴ ۔ ۲۴۵ ۔ ۲۴۶ ۔ ۲۴۷ ۔ ۲۴۸ ۔ ۲۴۹ ۔ ۲۵۰ ۔ ۲۵۱ ۔ ۲۵۲ ۔ ۲۵۳ ۔ ۲۵۴ ۔ ۲۵۵ ۔ ۲۵۶ ۔ ۲۵۷ ۔ ۲۵۸ ۔ ۲۵۹ ۔ ۲۶۰ ۔ ۲۶۱ ۔ ۲۶۲ ۔ ۲۶۳ ۔ ۲۶۴ ۔ ۲۶۵ ۔ ۲۶۶ ۔ ۲۶۷ ۔ ۲۶۸ ۔ ۲۶۹ ۔ ۲۷۰ ۔ ۲۷۱ ۔ ۲۷۲ ۔ ۲۷۳ ۔ ۲۷۴ ۔ ۲۷۵ ۔ ۲۷۶ ۔ ۲۷۷ ۔ ۲۷۸ ۔ ۲۷۹ ۔ ۲۸۰ ۔ ۲۸۱ ۔ ۲۸۲ ۔ ۲۸۳ ۔ ۲۸۴ ۔ ۲۸۵ ۔ ۲۸۶ ۔ ۲۸۷ ۔ ۲۸۸ ۔ ۲۸۹ ۔ ۲۹۰ ۔ ۲۹۱ ۔ ۲۹۲ ۔ ۲۹۳ ۔ ۲۹۴ ۔ ۲۹۵ ۔ ۲۹۶ ۔ ۲۹۷ ۔ ۲۹۸ ۔ ۲۹۹ ۔ ۳۰۰ ۔ ۳۰۱ ۔ ۳۰۲ ۔ ۳۰۳ ۔ ۳۰۴ ۔ ۳۰۵ ۔ ۳۰۶ ۔ ۳۰۷ ۔ ۳۰۸ ۔ ۳۰۹ ۔ ۳۱۰ ۔ ۳۱۱ ۔ ۳۱۲ ۔ ۳۱۳ ۔ ۳۱۴ ۔ ۳۱۵ ۔ ۳۱۶ ۔ ۳۱۷ ۔ ۳۱۸ ۔ ۳۱۹ ۔ ۳۲۰ ۔ ۳۲۱ ۔ ۳۲۲ ۔ ۳۲۳ ۔ ۳۲۴ ۔ ۳۲۵ ۔ ۳۲۶ ۔ ۳۲۷ ۔ ۳۲۸ ۔ ۳۲۹ ۔ ۳۳۰ ۔ ۳۳۱ ۔ ۳۳۲ ۔ ۳۳۳ ۔ ۳۳۴ ۔ ۳۳۵ ۔ ۳۳۶ ۔ ۳۳۷ ۔ ۳۳۸ ۔ ۳۳۹ ۔ ۳۴۰ ۔ ۳۴۱ ۔ ۳۴۲ ۔ ۳۴۳ ۔ ۳۴۴ ۔ ۳۴۵ ۔ ۳۴۶ ۔ ۳۴۷ ۔ ۳۴۸ ۔ ۳۴۹ ۔ ۳۵۰ ۔ ۳۵۱ ۔ ۳۵۲ ۔ ۳۵۳ ۔ ۳۵۴ ۔ ۳۵۵ ۔ ۳۵۶ ۔ ۳۵۷ ۔ ۳۵۸ ۔ ۳۵۹ ۔ ۳۶۰ ۔ ۳۶۱ ۔ ۳۶۲ ۔ ۳۶۳ ۔ ۳۶۴ ۔ ۳۶۵ ۔ ۳۶۶ ۔ ۳۶۷ ۔ ۳۶۸ ۔ ۳۶۹ ۔ ۳۷۰ ۔ ۳۷۱ ۔ ۳۷۲ ۔ ۳۷۳ ۔ ۳۷۴ ۔ ۳۷۵ ۔ ۳۷۶ ۔ ۳۷۷ ۔ ۳۷۸ ۔ ۳۷۹ ۔ ۳۸۰ ۔ ۳۸۱ ۔ ۳۸۲ ۔ ۳۸۳ ۔ ۳۸۴ ۔ ۳۸۵ ۔ ۳۸۶ ۔ ۳۸۷ ۔ ۳۸۸ ۔ ۳۸۹ ۔ ۳۹۰ ۔ ۳۹۱ ۔ ۳۹۲ ۔ ۳۹۳ ۔ ۳۹۴ ۔ ۳۹۵ ۔ ۳۹۶ ۔ ۳۹۷ ۔ ۳۹۸ ۔ ۳۹۹ ۔ ۴۰۰ ۔ ۴۰۱ ۔ ۴۰۲ ۔ ۴۰۳ ۔ ۴۰۴ ۔ ۴۰۵ ۔ ۴۰۶ ۔ ۴۰۷ ۔ ۴۰۸ ۔ ۴۰۹ ۔ ۴۱۰ ۔ ۴۱۱ ۔ ۴۱۲ ۔ ۴۱۳ ۔ ۴۱۴ ۔ ۴۱۵ ۔ ۴۱۶ ۔ ۴۱۷ ۔ ۴۱۸ ۔ ۴۱۹ ۔ ۴۲۰ ۔ ۴۲۱ ۔ ۴۲۲ ۔ ۴۲۳ ۔ ۴۲۴ ۔ ۴۲۵ ۔ ۴۲۶ ۔ ۴۲۷ ۔ ۴۲۸ ۔ ۴۲۹ ۔ ۴۳۰ ۔ ۴۳۱ ۔ ۴۳۲ ۔ ۴۳۳ ۔ ۴۳۴ ۔ ۴۳۵ ۔ ۴۳۶ ۔ ۴۳۷ ۔ ۴۳۸ ۔ ۴۳۹ ۔ ۴۴۰ ۔ ۴۴۱ ۔ ۴۴۲ ۔ ۴۴۳ ۔ ۴۴۴ ۔ ۴۴۵ ۔ ۴۴۶ ۔ ۴۴۷ ۔ ۴۴۸ ۔ ۴۴۹ ۔ ۴۵۰ ۔ ۴۵۱ ۔ ۴۵۲ ۔ ۴۵۳ ۔ ۴۵۴ ۔ ۴۵۵ ۔ ۴۵۶ ۔ ۴۵۷ ۔ ۴۵۸ ۔ ۴۵۹ ۔ ۴۶۰ ۔ ۴۶۱ ۔ ۴۶۲ ۔ ۴۶۳ ۔ ۴۶۴ ۔ ۴۶۵ ۔ ۴۶۶ ۔ ۴۶۷ ۔ ۴۶۸ ۔ ۴۶۹ ۔ ۴۷۰ ۔ ۴۷۱ ۔ ۴۷۲ ۔ ۴۷۳ ۔ ۴۷۴ ۔ ۴۷۵ ۔ ۴۷۶ ۔ ۴۷۷ ۔ ۴۷۸ ۔ ۴۷۹ ۔ ۴۸۰ ۔ ۴۸۱ ۔ ۴۸۲ ۔ ۴۸۳ ۔ ۴۸۴ ۔ ۴۸۵ ۔ ۴۸۶ ۔ ۴۸۷ ۔ ۴۸۸ ۔ ۴۸۹ ۔ ۴۹۰ ۔ ۴۹۱ ۔ ۴۹۲ ۔ ۴۹۳ ۔ ۴۹۴ ۔ ۴۹۵ ۔ ۴۹۶ ۔ ۴۹۷ ۔ ۴۹۸ ۔ ۴۹۹ ۔ ۵۰۰ ۔ ۵۰۱ ۔ ۵۰۲ ۔ ۵۰۳ ۔ ۵۰۴ ۔ ۵۰۵ ۔ ۵۰۶ ۔ ۵۰۷ ۔ ۵۰۸ ۔ ۵۰۹ ۔ ۵۱۰ ۔ ۵۱۱ ۔ ۵۱۲ ۔ ۵۱۳ ۔ ۵۱۴ ۔ ۵۱۵ ۔ ۵۱۶ ۔ ۵۱۷ ۔ ۵۱۸ ۔ ۵۱۹ ۔ ۵۲۰ ۔ ۵۲۱ ۔ ۵۲۲ ۔ ۵۲۳ ۔ ۵۲۴ ۔ ۵۲۵ ۔ ۵۲۶ ۔ ۵۲۷ ۔ ۵۲۸ ۔ ۵۲۹ ۔ ۵۳۰ ۔ ۵۳۱ ۔ ۵۳۲ ۔ ۵۳۳ ۔ ۵۳۴ ۔ ۵۳۵ ۔ ۵۳۶ ۔ ۵۳۷ ۔ ۵۳۸ ۔ ۵۳۹ ۔ ۵۴۰ ۔ ۵۴۱ ۔ ۵۴۲ ۔ ۵۴۳ ۔ ۵۴۴ ۔ ۵۴۵ ۔ ۵۴۶ ۔ ۵۴۷ ۔ ۵۴۸ ۔ ۵۴۹ ۔ ۵۵۰ ۔ ۵۵۱ ۔ ۵۵۲ ۔ ۵۵۳ ۔ ۵۵۴ ۔ ۵۵۵ ۔ ۵۵۶ ۔ ۵۵۷ ۔ ۵۵۸ ۔ ۵۵۹ ۔ ۵۶۰ ۔ ۵۶۱ ۔ ۵۶۲ ۔ ۵۶۳ ۔ ۵۶۴ ۔ ۵۶۵ ۔ ۵۶۶ ۔ ۵۶۷ ۔ ۵۶۸ ۔ ۵۶۹ ۔ ۵۷۰ ۔ ۵۷۱ ۔ ۵۷۲ ۔ ۵۷۳ ۔ ۵۷۴ ۔ ۵۷۵ ۔ ۵۷۶ ۔ ۵۷۷ ۔ ۵۷۸ ۔ ۵۷۹ ۔ ۵۸۰ ۔ ۵۸۱ ۔ ۵۸۲ ۔ ۵۸۳ ۔ ۵۸۴ ۔ ۵۸۵ ۔ ۵۸۶ ۔ ۵۸۷ ۔ ۵۸۸ ۔ ۵۸۹ ۔ ۵۹۰ ۔ ۵۹۱ ۔ ۵۹۲ ۔ ۵۹۳ ۔ ۵۹۴ ۔ ۵۹۵ ۔ ۵۹۶ ۔ ۵۹۷ ۔ ۵۹۸ ۔ ۵۹۹ ۔ ۶۰۰ ۔ ۶۰۱ ۔ ۶۰۲ ۔ ۶۰۳ ۔ ۶۰۴ ۔ ۶۰۵ ۔ ۶۰۶ ۔ ۶۰۷ ۔ ۶۰۸ ۔ ۶۰۹ ۔ ۶۱۰ ۔ ۶۱۱ ۔ ۶۱۲ ۔ ۶۱۳ ۔ ۶۱۴ ۔ ۶۱۵ ۔ ۶۱۶ ۔ ۶۱۷ ۔ ۶۱۸ ۔ ۶۱۹ ۔ ۶۲۰ ۔ ۶۲۱ ۔ ۶۲۲ ۔ ۶۲۳ ۔ ۶۲۴ ۔ ۶۲۵ ۔ ۶۲۶ ۔ ۶۲۷ ۔ ۶۲۸ ۔ ۶۲۹ ۔ ۶۳۰ ۔ ۶۳۱ ۔ ۶۳۲ ۔ ۶۳۳ ۔ ۶۳۴ ۔ ۶۳۵ ۔ ۶۳۶ ۔ ۶۳۷ ۔ ۶۳۸ ۔ ۶۳۹ ۔ ۶۴۰ ۔ ۶۴۱ ۔ ۶۴۲ ۔ ۶۴۳ ۔ ۶۴۴ ۔ ۶۴۵ ۔ ۶۴۶ ۔ ۶۴۷ ۔ ۶۴۸ ۔ ۶۴۹ ۔ ۶۵۰ ۔ ۶۵۱ ۔ ۶۵۲ ۔ ۶۵۳ ۔ ۶۵۴ ۔ ۶۵۵ ۔ ۶۵۶ ۔ ۶۵۷ ۔ ۶۵۸ ۔ ۶۵۹ ۔ ۶۶۰ ۔ ۶۶۱ ۔ ۶۶۲ ۔ ۶۶۳ ۔ ۶۶۴ ۔ ۶۶۵ ۔ ۶۶۶ ۔ ۶۶۷ ۔ ۶۶۸ ۔ ۶۶۹ ۔ ۶۷۰ ۔ ۶۷۱ ۔ ۶۷۲ ۔ ۶۷۳ ۔ ۶۷۴ ۔ ۶۷۵ ۔ ۶۷۶ ۔ ۶۷۷ ۔ ۶۷۸ ۔ ۶۷۹ ۔ ۶۸۰ ۔ ۶۸۱ ۔ ۶۸۲ ۔ ۶۸۳ ۔ ۶۸۴ ۔ ۶۸۵ ۔ ۶۸۶ ۔ ۶۸۷ ۔ ۶۸۸ ۔ ۶۸۹ ۔ ۶۹۰ ۔ ۶۹۱ ۔ ۶۹۲ ۔ ۶۹۳ ۔ ۶۹۴ ۔ ۶۹۵ ۔ ۶۹۶ ۔ ۶۹۷ ۔ ۶۹۸ ۔ ۶۹۹ ۔ ۷۰۰ ۔ ۷۰۱ ۔ ۷۰۲ ۔ ۷۰۳ ۔ ۷۰۴ ۔ ۷۰۵ ۔ ۷۰۶ ۔ ۷۰۷ ۔ ۷۰۸ ۔ ۷۰۹ ۔ ۷۱۰ ۔ ۷۱۱ ۔ ۷۱۲ ۔ ۷۱۳ ۔ ۷۱۴ ۔ ۷۱۵ ۔ ۷۱۶ ۔ ۷۱۷ ۔ ۷۱۸ ۔ ۷۱۹ ۔ ۷۲۰ ۔ ۷۲۱ ۔ ۷۲۲ ۔ ۷۲۳ ۔ ۷۲۴ ۔ ۷۲۵ ۔ ۷۲۶ ۔ ۷۲۷ ۔ ۷۲۸ ۔ ۷۲۹ ۔ ۷۳۰ ۔ ۷۳۱ ۔ ۷۳۲ ۔ ۷۳۳ ۔ ۷۳۴ ۔ ۷۳۵ ۔ ۷۳۶ ۔ ۷۳۷ ۔ ۷۳۸ ۔ ۷۳۹ ۔ ۷۴۰ ۔ ۷۴۱ ۔ ۷۴۲ ۔ ۷۴۳ ۔ ۷۴۴ ۔ ۷۴۵ ۔ ۷۴۶ ۔ ۷۴۷ ۔ ۷۴۸ ۔ ۷۴۹ ۔ ۷۵۰ ۔ ۷۵۱ ۔ ۷۵۲ ۔ ۷۵۳ ۔ ۷۵۴ ۔ ۷۵۵ ۔ ۷۵۶ ۔ ۷۵۷ ۔ ۷۵۸ ۔ ۷۵۹ ۔ ۷۶۰ ۔ ۷۶۱ ۔ ۷۶۲ ۔ ۷۶۳ ۔ ۷۶۴ ۔ ۷۶۵ ۔ ۷۶۶ ۔ ۷۶۷ ۔ ۷۶۸ ۔ ۷۶۹ ۔ ۷۷۰ ۔ ۷۷۱ ۔ ۷۷۲ ۔ ۷۷۳ ۔ ۷۷۴ ۔ ۷۷۵ ۔ ۷۷۶ ۔ ۷۷۷ ۔ ۷۷۸ ۔ ۷۷۹ ۔ ۷۸۰ ۔ ۷۸۱ ۔ ۷۸۲ ۔ ۷۸۳ ۔ ۷۸۴ ۔ ۷۸۵ ۔ ۷۸۶ ۔ ۷۸۷ ۔ ۷۸۸ ۔ ۷۸۹ ۔ ۷۹۰ ۔ ۷۹۱ ۔ ۷۹۲ ۔ ۷۹۳ ۔ ۷۹۴ ۔ ۷۹۵ ۔ ۷۹۶ ۔ ۷۹۷ ۔ ۷۹۸ ۔ ۷۹۹ ۔ ۸۰۰ ۔ ۸۰۱ ۔ ۸۰۲ ۔ ۸۰۳ ۔ ۸۰۴ ۔ ۸۰۵ ۔ ۸۰۶ ۔ ۸۰۷ ۔ ۸۰۸ ۔ ۸۰۹ ۔ ۸۱۰ ۔ ۸۱۱ ۔ ۸۱۲ ۔ ۸۱۳ ۔ ۸۱۴ ۔ ۸۱۵ ۔ ۸۱۶ ۔ ۸۱۷ ۔ ۸۱۸ ۔ ۸۱۹ ۔ ۸۲۰ ۔ ۸۲۱ ۔ ۸۲۲ ۔ ۸۲۳ ۔ ۸۲۴ ۔ ۸۲۵ ۔ ۸۲۶ ۔ ۸۲۷ ۔ ۸۲۸ ۔ ۸۲۹ ۔ ۸۳۰ ۔ ۸۳۱ ۔ ۸۳۲ ۔ ۸۳۳ ۔ ۸۳۴ ۔ ۸۳۵ ۔ ۸۳۶ ۔ ۸۳۷ ۔ ۸۳۸ ۔ ۸۳۹ ۔ ۸۴۰ ۔ ۸۴۱ ۔ ۸۴۲ ۔ ۸۴۳ ۔ ۸۴۴ ۔ ۸۴۵ ۔ ۸۴۶ ۔ ۸۴۷ ۔ ۸۴۸ ۔ ۸۴۹ ۔ ۸۵۰ ۔ ۸۵۱ ۔ ۸۵۲ ۔ ۸۵۳ ۔ ۸۵۴ ۔ ۸۵۵ ۔ ۸۵۶ ۔ ۸۵۷ ۔ ۸۵۸ ۔ ۸۵۹ ۔ ۸۶۰ ۔ ۸۶۱ ۔ ۸۶۲ ۔ ۸۶۳ ۔ ۸۶۴ ۔ ۸۶۵ ۔ ۸۶۶ ۔ ۸۶۷ ۔ ۸۶۸ ۔ ۸۶۹ ۔ ۸۷۰ ۔ ۸۷۱ ۔ ۸۷۲ ۔ ۸۷۳ ۔ ۸۷۴ ۔ ۸۷۵ ۔ ۸۷۶ ۔ ۸۷۷ ۔ ۸۷۸ ۔ ۸۷۹ ۔ ۸۸۰ ۔ ۸۸۱ ۔ ۸۸۲ ۔ ۸۸۳ ۔ ۸۸۴ ۔ ۸۸۵ ۔ ۸۸۶ ۔ ۸۸۷ ۔ ۸۸۸ ۔ ۸۸۹ ۔ ۸۹۰ ۔ ۸۹۱ ۔ ۸۹۲ ۔ ۸۹۳ ۔ ۸۹۴ ۔ ۸۹۵ ۔ ۸۹۶ ۔ ۸۹۷ ۔ ۸۹۸ ۔ ۸۹۹ ۔ ۹۰۰ ۔ ۹۰۱ ۔ ۹۰۲ ۔ ۹۰۳ ۔ ۹۰۴ ۔ ۹۰۵ ۔ ۹۰۶ ۔ ۹۰۷ ۔ ۹۰۸ ۔ ۹۰۹ ۔ ۹۱۰ ۔ ۹۱۱ ۔ ۹۱۲ ۔ ۹۱۳ ۔ ۹۱۴ ۔ ۹۱۵ ۔ ۹۱۶ ۔ ۹۱۷ ۔ ۹۱۸ ۔ ۹۱۹ ۔ ۹۲۰ ۔ ۹۲۱ ۔ ۹۲۲ ۔ ۹۲۳ ۔ ۹۲۴ ۔ ۹۲۵ ۔ ۹۲۶ ۔ ۹۲۷ ۔ ۹۲۸ ۔ ۹۲۹ ۔ ۹۳۰ ۔ ۹۳۱ ۔ ۹۳۲ ۔ ۹۳۳ ۔ ۹۳۴ ۔ ۹۳۵ ۔ ۹۳۶ ۔ ۹۳۷ ۔ ۹۳۸ ۔ ۹۳۹ ۔ ۹۴۰ ۔ ۹۴۱ ۔ ۹۴۲ ۔ ۹۴۳ ۔ ۹۴۴ ۔ ۹۴۵ ۔ ۹۴۶ ۔ ۹۴۷ ۔ ۹۴۸ ۔ ۹۴۹ ۔ ۹۵۰ ۔ ۹۵۱ ۔ ۹۵۲ ۔ ۹۵۳ ۔ ۹۵۴ ۔ ۹۵۵ ۔ ۹۵۶ ۔ ۹۵۷ ۔ ۹۵۸ ۔ ۹۵۹ ۔ ۹۶۰ ۔ ۹۶۱ ۔ ۹۶۲ ۔ ۹۶۳ ۔ ۹۶۴ ۔ ۹۶۵ ۔ ۹۶۶ ۔ ۹۶۷ ۔ ۹۶۸ ۔ ۹۶۹ ۔ ۹۷۰ ۔ ۹۷۱ ۔ ۹۷۲ ۔ ۹۷۳ ۔ ۹۷۴ ۔ ۹۷۵ ۔ ۹۷۶ ۔ ۹۷۷ ۔ ۹۷۸ ۔ ۹۷۹ ۔ ۹۸۰ ۔ ۹۸۱ ۔ ۹۸۲ ۔ ۹۸۳ ۔ ۹۸۴ ۔ ۹۸۵ ۔ ۹۸۶ ۔ ۹۸۷ ۔ ۹۸۸ ۔ ۹۸۹ ۔ ۹۹۰ ۔ ۹۹۱ ۔ ۹۹۲ ۔ ۹۹۳ ۔ ۹۹۴ ۔ ۹۹۵ ۔ ۹۹۶ ۔ ۹۹۷ ۔ ۹۹۸ ۔ ۹۹۹ ۔ ۱۰۰۰

نے اپنی مجلس کا جلسہ [illegible] موضع [illegible] ۱۳۲۵ھ ناظم صاحب دارالطبع
[illegible] سے خوش کی ہے" اور مطابع عام میں لفظ سیدنا و شریف جب کہ آپ کی ولادت
یا سعادت کیلئے مخصوص ہے کسی اور کے ساتھ جو حضور اکرم کے مقدس اور بابرکت نام
اس لفظ کے غلط استعمال کو سرکاری جنتری میں دیکھ کر مسلمان ناخوش ہیں اسکو روکا
اصلاح فرمائی جائے گی" شرمندہ مخلص - محمد پاشاہ حسینی - معتمد مجلس علماء دکن
اس مسودہ میں ناظم صاحب دارالطبع نے رحمۃ اللہ علیہ کو اور رحمۃ اللہ علیہ نے ناظم صاحب کو
جو درخواست کیے ہیں انکے نقول درشتہ دوز ہیں - مولوی ابوالحسن سید علی صاحب معتمد مجلس علماء دکن
اس خصوص میں مشورہ کیا گیا تو ارشاد ہوا کہ "فیلہ یہ خاموش رہنے سے انکا وقار بڑھ جائے
گا یعنی حضرت محبوب سبحانی کی سیدو کے بعد کا انکے کسی متعلق سے اپنی الفاظ کے
ساتھ اصلاح کرا جائے گا اسکے بعد پھر وہ گرفت میں آسکتے ہیں"
نواب صاحب مولوی صاحب کا یہ تجویز بالکل درست ہے جسطرح بگڑا شاہ دکن کے سر پر
مسکہ رکھکر کیا جا سکتا ہے - نواب صاحب مجھے یقین ہے کہ حکومت نظام فرمان مبارک کے خلاف
جنتری میں ترمیم نہیں کرے گا لیکن وہاں برادر [illegible] کی کوشش [illegible] جو اس مسئلہ کو مذہبی رنگ دیکر
حضرت پاشاہ صاحب کا احکام جاری کروا دیں تو اس وقت ہمکو کوشش کرنی پڑے گی
بہت جرأت آزما ہوگی اسلئے بہتر ہوگا کہ آپ مولوی لیاقت اللہ صاحب نظام نے نام ایک
رقعہ لکھکر آپکے آنے تک اس تحریک کو ملتوی رکھیں - اور یہ رقعہ میرے پاس روانہ کیجئے تاکہ
میں خود اس رقعہ کو لیجا کر [illegible] نظام کو حال [illegible] روانگی سے واقف کروں اس خط کا

[illegible]

[illegible] جیسے اور مہدویت کا نگ چمکتا رہے۔ یہ خیال ہے عام اسطرح نکل سکتا ہے
نواب صاحب جب مجھے پاشاہ حسینی صاحب سے ملنے کی توقع تھی یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہم رشتہ
اتحاد جوڑ کر ایک پلیٹ فارم پر عام کرنا چاہتے ہیں اور جماعت پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔
نواب صاحب نے نہ صرف نواب صاحب بلکہ بہادر صدر الصہبا نیاز کو خط لکھا بلکہ
ناظم دار الطبع و لیتھو صاحب، صدر گاہ نظامیہ اور پاشاہ حسینی صاحب کو بھی خطوط
لکھے جناب پاشاہ حسینی صاحب کے خط میں نفس نفیس مارواڑی کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ
"مجلس علمائے دکن اس مجلس کے مشابہ ہے جو علامہ سر اقبال نے اپنی ایک نظم میں
ابلیس کی مجلس شاورت کا خاکہ کھینچا ہے۔" پاشاہ حسینی صاحب کو یہ خطوط وصول
ہونے کے بعد نواب صاحب کو ہزار روپے گالیاں دیتے اور اپنے حلقہ شاگردان میں انہوں
نے کہا کہ غیر مہدی بچے نے ہماری مجلس کو ابلیس کی مجلس کے مشابہ کہا ہے نواب صاحب کے
خلاف پروپگنڈہ شروع کر دیا۔ بلیغ اندیشہ ہوا کہ نواب صاحب حیدرآباد آجائیں تو اس پروپگنڈہ کو
ختم کر دیں گے اس لئے ایک دعا نامہ لکھ کر اعلیحضرت کے پاس باشاف پیش کر دیا اور نواب صاحب کو لکھا گیا کہ
اعلیحضرت نے فرمان جاری کر دیا کہ لفظ سید کے بجائے ولد سے لکھا جائے۔
میں نے اس فرمان کی اطلاع نواب صاحب کو دیتے ہوئے لکھا کہ اگر آپ پاشاہ حسینی کو خط نہ لکھتے
یہ نوبت نہ آتی۔ نواب صاحب حیدرآباد آکر علمائے ہند، عرب، ترکی و مصر وغیرہ کو دستخط
کے خط لکھے جواباً سبھی علماء نے لکھا کہ لفظ سید و آنحضرت سے مختصر لفظ ہے۔ ترکی و مصر کے
علماء نے تو لکھا کہ ہم ہر بچہ کی پیدائش پر لفظ سید و استعمال کرتے ہیں [illegible]

معتمدی کمیٹی دوکان ارزاں فروشی

ملک میں بڑھتی ہوئی گرانی کے پیش نظر حضرت شاہزادی دُرِ شہوار نے ۱۵ جون کو کہ روپیوں کے سرمایہ سے غربا کو بقدر جو ارسپید کی کرنے کا ارادہ فرما کر اپنے زیر سرپرستی ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے ارکان میں نواب بہادر یار جنگ، نواب محمد ولی داد خان، سندھ زنگی گردھر، مسٹر رامانجاچاری وکیل کوتوالی بلدہ، سید محمد موسوی، مسٹر بی رام کشن راؤ چیف منسٹر، مس پدمجا نائڈو وغیرہ شامل تھے۔ اس کمیٹی نے شہر کے مختلف محلوں میں ۳۰-۳۵ دوکانات قائم کرکے ہر دوکان کا انتظام مقامی نزدیکی کمیٹی کے تفویض کیا تھا۔ چنانچہ محلہ مشیر آباد میں جو دوکان قائم کی گئی تھی اس کی کمیٹی کو معتمد بنایا گیا۔ ہر دوکان کی افتتاح خود شہزادی دُرِ شہوار فرمایا کرتی تھیں۔ افتتاح کے بعد دو تھیلے جو ارغربا کو مفت تقسیم کرنے کا حکم تھا۔ مشیر آباد کی دوکان کی افتتاح کا وقت صبح نو بجے مقرر ہوا۔ اس دن صبح ۸ بجے ہی سے پولیس کے اعلیٰ عہدہ دار مصروف انتظام ہو گئے تھے۔ ۹ بجے دوکان کو گیا اسی وقت نواب اکبر علی خاں بیرسٹر، مس پدمجا نائڈو، سید محمد موسوی وغیرہ چند ارکان کمیٹی تشریف لائے۔ نواب اکبر علی خاں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ حضرت شہزادی دُرِ شہوار تشریف لا رہی ہیں آپ کو دستار و بگلوس میں آنا چاہئے تھا۔ میں کہا یہ دوبارہ لوازم میں یہاں شہزادی صاحبہ ایک رسمی کام کیلئے آ رہی ہیں اس لئے میں اسکی ضرورت نہیں سمجھا۔ انہوں نے کہا شہزادی صاحبہ رائل فیملی کی ایک اہم ممبر ہیں ہمکو انکا احترام کرنا چاہئے ورنہ ہم سب دستار بگلوس میں آئے ہیں۔ میں کہا ایسا ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا نہیں نہیں آپ ٹھہرئے آپکا رہنا ضروری ہے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ پولیس کے سیٹیاں شروع ہو گئیں اور شہزادی صاحبہ تشریف لائیں۔ نواب اکبر علی خاں نے فوجی سلام کرکے موٹر کا دروازہ کھولا۔ مس پدمجا نائڈو نے

بحیثیت صدر کمیٹی دو کمال بیارا تعارف شہزادی صاحبہ سے کروایا۔ شہزادی صاحبہ دو کمال کے اندر نہایت ایک
میں قینچی پیش کیا۔ رہنوں نے فیتہ چاک کر کے رسم افتتاح انجام دیا اور دو غریب عورتوں کو طلب کر کے
خود اپنے ہاتھ سے ان عورتوں کو دو دو جیب جوار مرحمت فرمایا اور مجھ سے ارشاد ہوا کہ آپ
آپ تقسیم کیجئے۔ کہکر دو کمال سے اتر گئیں اور کمال صدر کمیٹی سے مصروف گفتگو ہو گئیں۔

میں اس خیال سے کہ غریب عورتیں سو ڈیڑھ سو کی تعداد میں جمع ہو گئی ہیں اگر دو دو جیب جوار دی جائے تو
دو تھیلے جوار کافی نہیں ہو گی اسلئے ایک ایک جیب جوار دیرہا تھا۔ ناگہاں شہزادی صاحبہ کی نظر پڑ گئی
تو میرے قریب تشریف لا کر فرمایا کہ آپ دو دو جیب جوار دیجئے میں حسب ارشاد دو دو جیب تقسیم
کرنے لگا تقریباً دس منٹ کے بعد شہزادی صاحبہ تشریف لے گئیں تو پھر میں ایک ایک جیب تقسیم کرنے لگا
تھوڑے عرصہ میں دو تھیلے ختم ہو گئے۔ اب بھی عورتوں کی ایک کثیر تعداد باقی تھی۔ میں قریب کے
ایک دو کمال غلہ فروش رنگیا کو سمجھا سے کہا مسٹر تم ایک تھیلہ جوار بطور خیرات دو اس نے بہت اچھا
کہکر اپنی دوکان سے ایک تھیلہ جوار روانہ کر دیا۔ یہ جوار بھی ختم ہو گئی لیکن بہت ساری
غریب عورتیں اب بھی لین میں موجود تھیں۔ میں اپنے ہی سب سے کہا دو کمال کی دوکان سے ایک تھیلہ اور
کھلوا۔ رہنوں نے کہا خیرات کیلئے صرف ایک تھیلہ کی منظوری دی گئی ہے میں کیا مضائقہ ہے تم ایک اور تھیلہ
کھلوا دو سنے تھیلہ کھلوا دیا اس چوتھے تھیلے کے بعد بھی کچھ عورتیں باقی رہ گئی تھیں۔ میں نے سب سے
کہا ایک اور تھیلہ کھلوا لیا۔ وہ غریب پریشان ہو کر کہا ان دو تھیلوں کی قیمت کر کے حساب لکھی جائے
میں کیا کھلی کے حساب میں لکھو اگر اعتراض ہوا تو میں جواب دیدونگا چنانچہ تھیلہ کھولا گیا اور
جوار تقسیم کر دی گئی اسطرح پانچ تھیلے جوار تقسیم کی گئی۔ ختم اور پر جمع و خرچ کا تختہ تیار کر کے

دو سال کے بعد نواب محمد ولی داد خان صاحب سعدزئی کے عدم خطرہ میں پیش کیا نواب صاحب نے عدم خطرہ
سے تخت دیکھکر ہنسنے لگا منظور دو تمبے جوار کے عدم خطرہ مزید دو تمبے کس قسم سے تقسیم ہونگے
تقسیم کرو اسے میں سعدزئی صاحب بگڑ کر کہا کون ہیں وہ تمہارے۔ میں نے کہا کہ دو سال کے عدم خطرہ
فرمایا انکو کیا حق تھا کہ عدم خطرہ دو تمبے خرچ کرنے کا قیمت اپنی ذات سے ادا کیا جائیگا اور
کیا انکو میرے سے ملنے کیلئے کہو۔ ہمارے میں نے جب سے کہا زاید دو تمبے خرچ کرنے پر نواب صاحب
اور آپ کو ملنے کیلئے کہا ہے۔ دو چار روز کے بعد میں نواب ولی داد خان صاحب سعدزئی سے ملنے گیا۔
نواب صاحب دلنواز چراغ علی گلی کے بنگلے میں مقیم تھے۔ بنگلہ کے پہرے پر فوجی غالباً سعدزئی (کتا ہلیا)
تھے میرے شناسا تھے اور مجھے مرشد کہکر پکارتے تھے۔ میں انکو مرزا بیگ صاحب کو دیکھکر نواب صاحب کو دو
وہ دوڑ کر آکر کہے تشریف لائے۔ میں اندر گیا نواب صاحب ایک آرام کرسی پر براجمان تھے۔ میرے سلام
جواب میں بیٹھے ہوئے دیا۔ میں مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا تو بڑی کشادگی سے تھوڑا اٹھکر مصافحہ کیا۔
دونوں نے مجھے بیٹھنے کیلئے بھی اشارہ کیا میں خود ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور کہا کہ مشیر آباد کی اندرونی خوشی یا
دو سال کے عدم خطرہ میں آپ نے مجھے بلوایا ہے اسلئے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا اچھا آپ ہی دو سال کے عدم
میں۔ میں کہا ہاں۔ بڑی ترش روئی سے ارشاد ہوا کہ آپ منظور دو تمبے کے عدم خطرہ مزید
دو تمبے جوار کس کے حکم سے تقسیم کئے۔ میں کہا شہزادی صاحب کے حکم سے۔ فرمایا کہ شہزادی نے
آپ کو چار تمبے تقسیم کرنے فرمایا تھا۔ میں کہا نہیں یہ فرمایا تھا کہ ہر عورت کو دو دو تمبے
جوار دیا جائے اور حکم کی تعمیل کیجائے تو دو تمبے جوار کی اضافی ہوئی اسلئے مزید دو تمبے جوار
تقسیم کیجائے۔ ارشاد ہوا یہ تمام تمبوں کی قیمت آپکو اپنی ذات سے ادا کرنی ہوگی

میں نے کہا اچھی بات ہے میں شہزادی صاحبہ سے ملکر عرض کروں گا کہ
آپ کے حکم کی تعمیل کرنے کی صورت میں مجھے دو تمغے جواہر کی قیمت
بطور جرمانہ ادا کرنے کہا جا رہا ہے۔ اگر شہزادی صاحبہ نے بھی مجھے
رانی نہرو کی قیمت ادا کرنے فرمائیگی تو میں ضرور ادا کر دونگا
یہ کہکر میں بلا سلام کئے چلا آیا۔ جب صدر کمیٹی کا اجلاس منعقد
ہوا تو نواب ولی داد خان نے روئداد حاضر سے کہا کہ شہزادی روہان کے
صدر سید یوسف نقوی نے منظور کئے ہوئے مزید دو تمغے جواہر تقسیم کر دیئے ہیں
میرے استفسار پر انہوں نے کہا حضرت شہزادی صاحبہ جس تعداد میں جواہر تقسیم کرنے
کا حکم فرمایا تھا اتنی جواہر تقسیم کرنے پر ہر تمغہ ناقص ہونے کے سبب مزید دو تمغے جواہر
تقسیم کیئے گئے۔ میں نے کہا اس زائد دو تمغوں کی قیمت آپکو ادا کرنی ہوگی تو انہوں نے کہا
میں شہزادی صاحبہ سے ملنے کے بعد آپکی مطلوبہ رقم ادا کر دونگا۔
نواب اکبر علی خان نے کہا نواب آپ تو صورت حال سے واقف نہیں ہیں وہ ضرور شہزادی صاحبہ
سے ملنے بہتر ہے اور ہم مزید دو تمغوں کی منظوری دیدیں۔ انکی تائید میں پدمنابھا
و مسٹر راما چاری صاحب وکیل نے بھی لہذا منظوری دیدی گئی۔ اس روئداد کی تعمیل مجھ سے
جناب سوکی صاحب نے کی۔ رات میں مجھے تائید ملت نے فرمایا نواب صاحب اور ان
سندھ کے وفد کے ساتھ شہر آباد کے روہان کے صدر جناب نواب آئے کیا ہے کچھ عجیب آدمی ہیں
تمغے جواہر زائد تقسیم کرنے کی روئداد کی تعمیل کی ہے۔ میں نے کہا نواب وہ ایک پیشکار کے
ہیں اور میرے ساتھ بیٹھ کر گورنر بمبئی کے دربار میں شریک ہوئے تھے وہ شہزادی صاحبہ

نوٹ ! بقیہ صفحہ ۱۳۳

عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام اور ملک میں تعلیم کے معیار کو بلند کرنے کی طرف حکومت کی قابل تحسین توجہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اب ملک میں ہر ایک عدالت کی اہلیت رکھنے والے فرزندوں کی ایک کافی تعداد تیار ہو گئی ہے۔ دوسری طرف حیدرآباد کی نظم و نسق کی خرابیوں کا ایک فوری توجہ کے قابل پہلو یہ ہے کہ ہر عدالت سرکار اپنی عدالت کو ختم کرنے کے بعد توسیع پانے کا متمنی رہتا ہے اور ایک قابل اعتراض عمل درآمد کے طور پر اسکو توسیع پانے میں کوئی مشکل بھی پیش نظر آتی۔ عالیجناب کے کرسی صدارت عظمیٰ کو زینت بخش نے کے بعد پہلی فرصت میں جن امور کی طرف آپکی توجہ مبذول کی گئی تھی اس میں اس وقت بھی پہلا مسئلہ یہی تھا۔ میں جناب کا خیال ہوں کہ آپنے اس طرف توجہ کی اور کرسی کا ایک مزید بیوشن حکومت کی پالیسی کے طور پر شائع ہوا اور گزشتہ عدالت عدالت میں توسیع نہ دیجائیگی لیکن خود اس مزید بیوشن میں ایسی گنجائش رکھی گئی تھی جس سے حیدرآباد کے عدالت کا اندازہ کرنے والوں نے پہچان لیا تھا اور میں نے اپنی تقریروں میں صاف طور پر اظہار کیا تھا کہ یہ مزید بیوشن مفید نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس مزید بیوشن کے بعد ہی "ناظم جات بنگلہ جات تعمیر و اوقاف جات بلدہ" اور "ناظم جات آثار قدیمہ" کی توسیعات عمل میں آئیں۔ بجز میر مجلس جات صدر الصدور العالیہ کے کوئی ایسی مثال پیش نظر نہیں ہے کہ عدالت عدالت کے ختم ہونے پر اس کو علیحدہ کیا گیا ہو۔ یہ مسند اول کے کسی شخص کا وجود اس محکمہ کے لئے ضروری ہے مگر اسکے بغیر کام کو جاری رکھا جا سکتا اور جناب کے نزدیک کوئی وزن نہیں رکھتا اور خود قانون قدرت اسکے خلاف ہرگز ناطق ہے۔ جب کسی کی موت کا نسبت خبر دیجا سکتی اور دنیا کے معمر ترین انسان کی موت دنیا کے کاروبار کو جاری رکھنے میں مانع نہیں ہو سکتی اور

انبیاء کرام کا ذکر کیا۔ ارسطاطالیس جیسے وزیر اعظم اور سکندر اعظم جیسے شہنشاہ
سے بڑے کر زراعت مالی کے مدبرین تک کسی قوت نے دنیا کی ترقی کو لیکن نہ روکا۔
یہ قیاس رائی کے برابر بھی وزن نہیں رکھتا کہ دکن کے کسی عہدہ دار کی معمولی سے ملک کی
ترقی رک جائیگی۔ دین تو اسلامیات کا مدلل تجربہ ہو رہا ہے کہ ابنائے ملک کے جذبات
خدمات ملک پر چھا رہے ہیں اور ایک عہدہ دار کی عمر کی کے سعید میں قوت کی جائیداد کو
کے پڑ کرنے میں جو زخم پیدا ہو رہا ہے وہ تعلیم یافتہ بے روزگاری کو بڑھا رہی ہے اور
جناب سے بڑھ کر کسی کو اندازہ کر سکتا ہے کہ تعلیم یافتہ بے روزگاری ہی ملک میں انقلاب
کا سب سے اہم عنصر ہوتی ہے۔ حیدرآباد کی سول لسٹ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخر
سنہ ۵۳ فصلی تک نو اعلیٰ عہدہ دار رکھے جاتے تھے مدت ملازمت ختم ہوتی ہے جو درج ذیل ہے
(۱) معتمد جات عدالت و کوتوالی و امور عامہ (۲) پرنسپل جات بجز ملک کالج (۳)
ناظم جات صدر مہتممی جیوڈیشل (۴) ناظم جات طبابت یونانی (۵) ناظم جات صدر مہتممی
(۶) ناظم جات جنگلات (۷) ناظم جات آثار قدیمہ (۸) نائب ناظم جات طبابت
(۹) پرنسپل صاحب مدرسہ آرٹ و کرافٹ۔

ان میں سے اکثر ایسے ہیں جنکو ایک سے زیادہ مرتبہ توسیع حاصل ہو چکی ہے۔ ملک کے بعد لاط
مذہب و ملت عام ہو جانا اور مجلس ارتقاء المسلمین مملکت اسلامیہ آصفیہ دیگر پبلک
ادارہ جات کے مطالبات کی طرف جناب کی توجہ مبذول کراتے ہوئے میں یقین کامل رکھتا ہوں کہ
حکومت کا دس مہینہ پالیسی پر کہ آئندہ کسی کو توسیع نہ دی جائیگی سختی سے عمل کرے گی
مگر جات متعلقہ کو حکم دیجئے تاکہ ملک کی بے چینی رفع ہو اور موجودہ حکومت کا
اعتماد رعایا کے دل میں بڑھے اور اقتدار شاہی کو نقصان پہونچانے والی تحریک کا

مقابلہ کرنے میں ملک کے خیر خواہ اور ملک کو فادار افراد اور ان کی ملازمت

آخر میں اس امر کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا ضروری تصور کرتا ہوں کہ جس کی بدولت ملازمت ختم ہو اور اس کی جگہ کو پُر کرنے کا سوال بھی پیدا نہ ہو۔ اہم تغیر ہوا کرتا ہے۔ عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس محکمہ میں برسوں سے کام کرنے والے تربیت یافتہ اور تجربہ کار ملازمین کو نظر انداز کر کے دوسرے سروسز سے کسی اعلیٰ خدمت پر بعض خاص وجوہ کی بنا پر بعض خاص لوگوں کو نامزد کیا جاتا ہے جس سے اس سروس کی خدمت کرنے والے بہترین افراد کی دل شکنی ہوتی ہے اور ان کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے

مجھے یقین ہے کہ جناب کی ماہرانہ اور قابل نگرانی میں ملک کو آئندہ یہ شکایت بھی نہ ہوگی۔

[redacted]

مشائخین بہدینہ کو اعلیٰحضرت کی دعوت طعام

اعلیٰحضرت بریلوی کا ایک شیدائی شیرخوار کی تقریب میں مشائخین اہل سنت الجماعت و اہل تشیع کو مدعو فرمایا تھا
نواب سلطان یار جنگ بہادر جو اعلیٰحضرت کی پیشی میں رہا کرتے تھے نواب بہادر یار جنگ سے فرمایا کہ شیرخوار کی
دعوت میں مشائخین بہدینہ بھی شرکت فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ آپ نے مشائخین سے استفسار کیا اگر وہ
اگر شادی دعوت میں شریک ہونا پسند فرمائیں تو انکے طعام و پینے کے لئے دعوت نامے روانہ کردیئے جائیں نواب صاحب نے
مولوی سید شاہ بہدینہ صاحب۔ مولوی سید علی مرتضیٰ صاحب حاجی سید آقا صاحب وغیرہ کے نام دعوت نامے روانہ کرکے
فرمایا میں اس دعوت سے شرکت کرکے آپکو مطلع کرونگا اگر وہ آمادہ ہوں تو دعوت نامے روانہ فرمائیے۔ یہ کہکر نواب
ہمیں کوٹھی تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ سید مرتضیٰ صاحب چین میں تشریف لے گئے ہیں۔ مولوی شاہ اسمٰعیل صاحب سید شاہ سے ملکر
نواب صاحب نے اعلیٰحضرت کی دعوت میں شرکت کیلئے فرمایا۔ اس حضرت نے کہا ہم غور کرکے کل آپکو جواب دینگے۔ دوسرے دن
نواب سلطان یار جنگ نے ٹیلیفون پر نواب سے فرمایا کہ مشائخین بہدینہ کی دعوت کا تذکرہ اعلیٰحضرت سے کیا تو حضور نے فرمایا
"ہم انکو بھی مدعو کرنا چاہئے" اسکے دوسرے روز مولوی سید شاہ اسمٰعیل صاحب کی ایک چٹھی مولوی محمد حسین صاحب
اپنی عدم شرکت کا اظہار فرمایا تھا۔ یہ چٹھی جس وقت آئی میں نواب صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ چٹھی پڑھکر
نواب صاحب نے فرمایا بڑی مشکل ہے آغا جانی (سلطان یار جنگ) نے مشائخین بہدینہ کی دعوت کا تذکرہ
اعلیٰحضرت سے کردیا ہے۔ مولوی سید مرتضیٰ صاحب بہدینہ سے باہر ہیں مولوی صاحب نے شرکت سے انکار کردیا ہے
اب حاجی صاحب (سید علی آقا صاحب سجادہ) بھی اگر انکار کردیں تو معلوم اعلیٰحضرت کیا خیال فرمائینگے۔ میں کہا
چلیئے ہم حاجی صاحب سے ملکر انکا خیال معلوم کرینگے۔ چنانچہ میں اور نواب صاحب حاجی صاحب کے ہاں پہونچے
دعوت مولوی سید شاہ اسمٰعیل صاحب کے انکار کی وجہ سے کچھ پس و پیش کر رہے تھے اور اس دعوت میں تنہا جانے
کے خواہش مند نہ تھے۔ میں کہا حاجی صاحب اگر مرتضیٰ صاحب رہتے تو وہ دعوت قبول کرلیتے مگر
وہ نہیں ہیں اور مولوی صاحب نے انکار کردیا ہے اس دعوت میں آپکا بھی نہ جانا نامناسب ہوگا کیونکہ نواب

سلطان یار جنگ نے آنحضرت سے صدر مشائخین کی دعوت کا تذکرہ کر دیا ہے۔ نواب صاحب نے فرمایا
آپ کسی قسم کا خیال نہ کیجئے میں نواب سلطان یار جنگ کو سمجھا دوں گا وہ آپکو بڑے احترام سے
اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اور آنحضرت سے تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ انکے خوردنوش کا پورا انتظام کیا ہے
اسلئے میں انکو تاکید کروں گا کہ ہمارے مشائخین بغیر اللہ دیا کے کیا نہ شروع افطار کریں گے
خیال رکھئے۔ بہرحال میں سب کچھ انکو سمجھا دوں گا آپ کوئی فکر نہ کیجئے۔ وقت دعوت کے پندرہ بیس
منٹ پہلے موٹر آپکو لینے آجائیگی۔ الغرض ہم نے عالی جناب کو دعوت میں جانے آمادہ کر لیا۔
مقررہ وقت پر نواب صاحب کی موٹر آگئی۔ جب انکی موٹر کنگ کوٹھی کے گیٹ پر پہنچی تو سلطان یار جنگ
دوڑتے ہوئے آئے اور موٹر کا دروازہ کھولکر بڑے ادب سے سلام کیا اور اپنے ساتھ لے گئے
وہاں ہندو، پارسی، شیعہ و سنی مشائخین بھی تھے سب سے ملنے ملانے کے بعد جناب بادشاہ صاحب
صدر مجلس ملانیہ دکن جو حیدرآباد کے نامی و گرامی مشائخ ہیں یہ عالی جناب سے متعارف تھے انہوں نے اپنے
ساتھ کوچ پر بٹھا لیا۔ دسترخوان تیار تھا۔ پانچ منٹ کے بعد آنحضرت صاحب جنرل اگر عالی جناب
تشریف لائے جو مشائخین کھڑے ہو کر جھک جھک کر سلام کئے اور عالی جناب عالی جناب سینہ پر ہاتھ رکھکر
ذرا خم ہو کر سلام علیک کہا۔ نواب سلطان یار جنگ نے تعارف کرواتے ہوئے کہا آپ حضرت صدر
کے سجادہ ہیں۔ آنحضرت نے سب کو بیٹھنے کا حکم فرما کر کہا نہ شروع کرنے کا ارشاد فرمایا۔
سب حضرات نے کہا نہ شروع کیا لیکن عالی جناب ہاتھ روکے رہے چونکہ سامنے کا منظر تھا آنحضرت انکو بار بار
دیکھ رہے تھے سلطان یار جنگ کی نظر پڑ گئی انکو خیال ہوا کہ کیا خیال آیا۔ فوراً عالی جناب کے کان میں کہا کہ آپ
روزہ کا ہاتھ جوڑ کر کہا پیر و مرشد اللہ دیا ہے بسم اللہ کیجئے۔ یہ تعمیل مجھے چاہیئے تھی۔ نواب سلطان یار جنگ نے بیدار یار جنگ سے کہا
آنحضرت بندگان عالی نے ختم دعوت پر مجھ سے ارشاد فرمایا تم صدر مشائخ سے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ رہے تھے
میں عرض کیا صدر مشائخ تب تک اللہ دیا نہ کیا جائے کہا نہ شروع افطار کرتے فرمایا "ہاں ہاں میں ذکر کرتا تھا
سب نے کہا نہ شروع کر دیا تھا رہتے انہوں نے شروع افطار کیا یہ لوگ اپنے معمول کے سنت پابند ہیں اور فرمایا مشائخین
مشائخ بڑے دلچسپ ہوتے ہیں" انکے چہرے سے تقدس کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ سنکر نواب سلطان یار جنگ
بہت خوش ہوئے۔

فرمان حضرت مہدی علیہ السلام

دور اتفاق نصرت دین

رپورٹ تنظیمی کمیٹی مسجد حضرت مہتاب میاں صاحب مرحوم واقع باکوالم شرقاً
من ابتدائے ماہ اگست لغایت آخر دسمبر 1909ء

مرتبہ۔ سید یوسف تقوی۔ معتمد کمیٹی

حضرت مرحوم کی مسجد کے تعمیر کی مستقل آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کے بعض اہم ضروریات کی تکمیل میں سخت دشواری پیش آ رہی تھی۔ عدم ادائی رقم کے باعث ایک عرصہ سے بجلی کی روشنی بند ہو گئی تھی۔ بارش اللہ میں چھت سے کئی مقامات پر پانی ٹپکتا تھا غربی دیوار میں پانی رس کر اوپر کا دیوار کو نم کر دیا تھا جس سے دیوار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا غرض ان امور کی تکمیل نیز دیگر متفرق ضروریات کیلئے روپیہ کی ضرورت تھی جس کے بغیر نہ مسجد کی تحفظ ہو سکتا اور نہ روزمرہ کی ضروریات کی تکمیل۔ اسلئے یہ کمیٹی تحریک پر مصلیان مسجد نے اغراض مذکورہ کے انصرام کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دیکر اہل خیر حضرات سے ماہوار امداد عطا کرنے کی اپیل کی۔ حسب ذیل حضرات اور کمیٹی منتخب ہوئے۔

جناب محمد عبدالکریم صاحب مالک نیشنل پلمر ڈپو۔ جناب سید منور صاحب عرف شاہ میاں صاحب۔ جناب الحاج سید نعیم صاحب مالک کارخانہ بیڑی۔ جناب سید خورشید صاحب اہل بستر پاڑہ = اور کمیٹی نے اتفاق معتمد کی اور جناب سید خورشید صاحب کو محاسبی کے فرائض انجام دینے کا حکم دیا۔ صرف پانچ ماہ کی کوشش سے جسقدر رقم وصول ہوئی اور جن جن مدات پر خرچ ہوئی رسالہ ایک گوشوارہ درج ذیل ہے جس کے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ افراد قوم اگر اجتماعی طور پر کسی قومی کام کو انجام دینا چاہیں تو

بڑے سے بڑا کام بھی کسی آسانی سے انجام پا سکتا ہے۔ مثلاً مسجد کی ایک چھوٹی سی تحریک کو مدنظر رکھیے اگر صرف
کثیر افراد بنا سے صرف دس چند حضرات نے دو روپیہ سے ہر آنہ تک ماہوار چندہ عطا فرما کر مسجد کے ایک
حصہ سے متعلق چندہ اور کی تکمیل فرما دیا کیا واحد شخص تنہا ان تمام امور کی تکمیل کرنا بالخصوص اس بحرانی دور میں
قطعی ناممکن تھا۔ یہ صرف پانچ ماہ کی اجتماعی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اگر اسی طرح یہ ہندو اور قوم اس قسم کی تعمیری ایثار
کا تسلسل قائم رکھیں تو چند سال میں مسجد کو ایک مثالی مسجد بنایا جا سکتا ہے۔

آج جو قومیں اجتماعی طاقت پر ایمان رکھتی ہیں اور اس طاقت سے کام لے کر وہ ہر ایک ترقی کے مراحل طے کر رہی
اور جو قومیں اس سے صرف نظر کر کے زندگی گذار رہی ہیں وہ اپنی انفرادیت میں الجھ کر منزل تو بڑی چیز ہے چند
گام بھی آگے نہ بڑھ سکیں۔ آج ہمارے سامنے ایسے مسائل ہیں جن کا انجام دینا اجتماعی قوت کے بغیر ناممکن
ہے مثلاً تبلیغ مذہب۔ نئی نسل کی دینی تعلیم (وہ بھی اسلامی) کا انتظام وغیرہ ان تمام وقت کے اہم تقاضوں کو پوری قوم
ہی متفقہ طور پر پورا کر سکتی ہے۔ ہمارا ایک قومی مسئلہ ایسا ہے جس کے عدم تکمیل کی وجہ سے ہماری گردنیں
شرم سے جھکی ہوئی ہیں اور ہم دنیا میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رہے وہ ہے تعمیر دوقطعہ مبارک کا
رہا تھا مہدی علیہ السلام کا مسئلہ۔ اس مقدس قومی فریضہ کو ادا کرنے کیلئے آج سے تقریباً چالیس پچاس سال قبل سے
قومی چھوٹے بڑے اداروں۔ لاتعداد اور دیگر اجتماعات میں تحریکیں پیش کی گئیں۔ کمیٹیاں بنائی گئیں
بہت کچھ شور و غوغا ہوا لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ یہ مسئلہ آج بھی ویسا ہی تشنہ کام ہے جیسا آج سے چالیس پچاس
ایسی بنیادی اور ضروری تحریک جس کا اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ہر ہندو کا دل سے تعمیر دوقطعہ مبارک کا خواہشمند ہے
تو پھر کام کیوں ہمہ گیر رجحان و آمادگی کے باوجود وہ کون سے اسباب ہیں کہ اتنا مقدس کام کیوں انفرادی اور قومی
رنگ اختلافات تعمیر میں رکاوٹ کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ ہماری ان ناکامیوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالیے

واضح ہو گا کہ گزشتہ پچاس سال کے عرصہ میں جب کبھی اور جہاں کہیں سے اس جماعت کا نام لے کر تحریک کو دبایا گیا تو مقصد اور حضرت کا شخصی تعصب "مستی شہرت طلبی" "جھوٹا وقار" یا نام و نمود کے غلط خواہشات" ہی نے اس تحریک کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ مگر جب کبھی اور جہاں سے اس تحریک کو آگے بڑھایا جاتا تو صرف ہند و پاکستان سے ایک دو کیا کئی لاکھ روپے فوراً کئے جا سکتے تھے اور روحانی مقدس قوم کی تعداد سے زیادہ شاندار تیار کیا جا سکتا تھا۔ آج بھی یہ امکان ہے صرف ضرورت اسی کی ہے کہ بے لوث خدمت گذار اور قوم اجتماعی طاقت سے کام لینے پر تیار ہو جائیں۔ غالب نے سچ کہا۔ اصلاح حالات اسیر ہیں تناقض بہت پوچھ ہے جو کہ آپ نے کچھ اس مثال میں

آخر میں مسجد کی اس چھوٹی سی کمیٹی کی روئیداد کو ختم کرتے ہوئے میں جو مساعی کا شکریہ ادا کرتا ہوں حضرت نے باہوار عطیہ مرحمت فرما کر مسجد کے موجودہ و آئندہ ضروریات کی تکمیل کے اسباب فراہم فرما دیئے۔ مسجد کے انتظامات کمیٹی کے زیر نگرانی اچھی طرح سے چل رہے تھے کہ صاحب مسجد حضرت میاں صاحبان نے ارادہ فرمایا کہ مسجد کے متصل حجرہ کو دو ملحقات میں تبدیل کیا جائے تاکہ مستقل آمدنی سے مسجد کے انتظامات کئے جا سکیں۔ کمیٹی نے اس تحریک کی مخالفت کی لیکن حضرت موصوف نے اس حجرہ کو دو ملحقات میں تبدیل فرما دیا جس کے نتیجہ میں چند ہندو بنیے گاہک نے اپنا ارادہ بند کر دیا۔ چند روز پہلے کیمیہ سے کمیٹی تحلیل کر دی گئی۔ اب ان ملحقات کا کرایہ ساٹھ ستر روپے ماہوار ہے۔ اس طرح مسجد کے انتظامات پر صرف ہونے کے بجائے حضرت کے خالی ضروریات پر صرف ہو رہا ہے۔ مسجد کی حالت پر انتظام طلب ہوتی ہے۔

کارروائی بازیابی دارالاسلام

حکومت ہند یونین نے پولیس ایکشن کے نام سے باقاعدہ فوج حیدرآباد میں داخل کر کے مرحومہ مملکت
مجلس اتحاد المسلمین کی سرکوبی کے بہانے سے اصلاح و ہدایت کے پردہ میں مسلمانوں کا
بیخ کنی کا فیصلہ کر لیا اور مملکت حیدرآباد کو بالجبر ہندیونین میں شامل کر لیا۔ صدر اعظم مملکت
حیدرآباد میر لائق علی صاحب کو انکے اپنے بنگلہ میں نظر بند کر دیا اور انکی کابینہ کے اکثر وزراء
کو نیز جناب قاسم رضوی صدر مجلس اتحاد المسلمین اور انکے بعض اور کارکنان کو
گرفتار کر کے چنچل گوڑہ و مشیر آباد کے جیلوں کے اندر کر دیا۔ مجلس کے صدر دفتر دارالسلام اور اسکے
جملہ اثاثہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جناب قاسم رضوی کا پیشی کے بعد سات سال کی سزا دیگئی۔ اس اثناء میں مولانا میر لائق علی صاحب صدر اعظم جنکے بنگلہ پر فوج کا
زبردست پہرا تھا خفیہ طور پر فرار ہو کر پاکستان چلے گئے۔ اس سلسلہ میں خان بہادر احمد علاء الدین صاحب
(احمد نواز جنگ بہادر) اور خان صاحب محمد عبدالحکیم صاحب جنرل کنٹرولر اور سابق آنریری مجسٹریٹ سکندرآباد کو
سرآدمیوں صاحب کو اس الزام سے کہ میر لائق علی صاحب صدر اعظم کی فراری میں انہوں نے مدد کی تھی
گرفتار کر کے جیل کی سلاخوں کے اندر کر دیا گیا۔ ایک عرصہ کی قید و بند کے بعد ان اسیران سیاسی کو
رہا کر دیا گیا۔ رہائی بعد وزراء مملکت حیدرآباد جناب محمد یامین زبیری صاحب ایڈوکیٹ وزیر داخلہ۔ جناب
محمد عبدالرؤف صاحب ایڈوکیٹ وزیر تعلیمات۔ جناب محمد عبدالرحیم صاحب ایڈوکیٹ وزیر مالیات نے پاکستان چلے گئے
حکومتی مجلس کے چند بچے کھچے ممبران اعلاء و شوریٰ نے حکومتی مجلس کا نام بدل کر آندھرا پردیش مجلس اتحاد المسلمین نام رکھ لیا
اور دارالسلام کی حکومت سے مطالبہ کرتے رہے۔ جب قاسم رضوی صاحب اپنی سزا پوری کر کے
جیل سے باہر آئے تو انکو حکومت کی ایک نوٹس ملی کہ دو ہفتہ کے اندر وہ ہندوستان چھوڑ دیں

چاہیں جانا چاہتے ہیں حکومت اپنے خرچ و انتظام سے انکو روانہ کر دے گی۔ چنانچہ وہ پاکستان
چلے گئے۔ جانے سے قبل انہوں نے اپنے اراکین عاملہ و شوریٰ کا اجلاس طلب کیا نئے قائد کی
صدر منتخب کر کے صدارت کا جانشین بنا دیا۔ برخلاف اسکے اپنی شخصی حیثیت سے مدرسہ الواعظین
ایجاد کر گئے جسے اقتدار کے بھوکے شخص کو عارضی طور سے مجلس کا صدر بنا کر روانہ ہو گئے۔
جناب اویسی صاحب صدارت سے مستعفی ہونے کے بعد آنجہانی مجلس اتحاد المسلمین سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھا بلکہ
اپنی ایک علیحدہ مجلس تشکیل دیکر اسکا نام بھی مجلس اتحاد المسلمین رکھا اور اسی نام سے رجسٹری کروا لی
حیدرآباد میں اتحاد المسلمین نام کے دو ادارے ہو گئے۔ میں نے ان پر دو صدور صاحبان سے گذارش کی
کہ مجلس کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی بازیابی کی کوشش کیجئے دیگر کسی نے بھی اس مسئلہ پر
توجہ نہیں کی۔ جناب اویسی صاحب حیدرآباد کے چند کو اپنی مجلس کا رکن عام بنا کر سیدھے بھاگ کے جلسوں میں
پہونچ کے کار پیشکر چند سے اویسی صاحب زندہ باد کے نعرے لگواتے رہے اور جناب حبیب محمد صاحب
صدر آنجہانی مجلس اتحاد المسلمین چونکہ جیل کی ہوا کھا کر آئے تھے اسلئے حکومت سے دارالسلام کا مطالبہ
کرتے ہوئے قائل کرتے رہے۔ ان دونوں حضرات سے مایوس ہو کر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ کم از کم اس جائیداد
کو وقف کروا دینا چاہئے تاکہ یہ قیمتی جائیداد تلف ہونے سے محفوظ رہ سکے۔ اسی خیال کے پیش نظر
میں نے بیگم لطیف یار جنگ سے ملکر کہا کہ نواب صاحب نے خیری تمر باغ (دارالسلام) کیلئے بڑی جانفشانی سے
سرمایہ جمع فرمایا اور خود بھی تقریباً بیس ہزار روپے مرحمت فرما کر اس وسیع جائیداد کو حاصل کیا۔ پولیس کارروائی
بعد سے آج تک یہ جائیداد حکومت کے قبضہ میں ہے کل ہند۔ آنجہانی دونوں مجلس کے صدور اسکی بازیابی
کی کوشش نہیں کر رہے ہیں اسلئے بہتر ہوگا کہ آپ اپنی جانب سے مسلم وقف بورڈ سے درخواست دیکر اس قیمتی جائیداد کو
وقف کروا دیجئے۔ اور چند نمائندگان ملک کا ایک ٹرسٹ بورڈ تشکیل دیکر اسکے حوالہ کر دیجئے تو یہ جائیداد
ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو جائیگی۔ بیگم صاحبہ نے میری رائے سے اتفاق فرمایا۔ میں نے جسٹس آصف سے خیری دارالسلام کا
نقشہ حاصل کر کے بیگم صاحبہ کیطرف سے توقیف دارالسلام کی درخواست مسلم وقف بورڈ میں پیش کر دی۔

وقف بورڈ کی جانب سے جب اخبارات میں حسب ضابطہ اشتہار شائع ہوا تو مدعی کے مقدمہ نے
مقدمہ داران پیش کر دیں اب وقف بورڈ مقدمہ داران کی تحقیقات شروع کر دیا۔ نواب بی ماہ کی طرف سے
مولوی سردار علی صاحب بیرسٹر و جناب سید شاہ عابد علی صاحب ایڈوکیٹ پیروی کر رہے تھے۔ مقدمہ مسلم وقف بورڈ
مولوی عبدالرحیم صاحب سابق ششن جج و ظہیر یاب جو میرے شناسا تھے اس مقدمہ کی سماعت فرما رہے تھے۔ موصوف
بحال ہو گئے جاتے ہی کیطرف فیصلہ سنانے لگا تھا۔ پیش کشی شہادت و تکمیل بحث کے بعد فیصلہ کیلئے تاریخ مقرر ہوئی تھی کہ
اس اثناء میں حکومت نے عدالت دیوانی بلدہ میں دار السلام کا مقدمہ دائر کر کے گلبرگہ میں جائیداد کے چار دعویدار
(۱) عبدالواحد اولاد صاحب (۲) کل ہند تعاون المسلمین (۳) بیگم فاطمہ صاحب (۴) انجمن تعاون المسلمین (۵)
(۵) سید خلیل اللہ حسینی صاحب ادارہ تعمیرات۔ لہذا عدالت بلدہ تحقیقات جسکو مستحق قرار دیکر ڈگری دے گی یہ جائیداد
اسکے حوالے کر دی جائیگی۔ حکومت اس پر قابض رہنا بہتر جانتی۔ اسطرح مسلم وقت بورڈ تا ختم تحقیقات عدالت اپنا فیصلہ صادر
کرنے سے احتراز کیا۔ بعد ازاں مقدمہ دیوانی بلدہ جناب سید خلیل اللہ حسینی صاحب نے مجھ سے کہا کہ دار السلام ادارہ تعمیرات کو
دے دیا جائے ہم نے بھی حکومت سے مطالبہ کیا تھا۔ مسلم وقت بورڈ میں بیگم صاحبہ کے مقابلہ میں مقدمہ داری پیش کرنا میں مناسب نہیں سمجھا
بہرحال یہ حکومت۔ الغرض مقدمہ عدالت دیوانی میں بڑے زور و شور سے چلتا رہا۔ ہر روز پبلک کا اس قدر
ہجوم ہوتا تھا کہ پولیس کو انتظام کرنے میں دشواری پیش آتی۔ دوران سماعت مدعی کی طرف سے جو وکلاء پیش
فرما رہے تھے وہ نئے تبادلے ہو گئے۔ انکی جگہ جو وکلاء آئے وہ اردو سے ناواقف تھے۔ اسلئے کئی سال تک
یہ مقدمہ اردو دان اڈیشنل جج کے انتظار میں ملتوی رہا۔ ایک زمانہ کے بعد ایک بیرسٹر
کی حکومت پر آئے تو دار السلام کے دیرینہ مقدمہ کی روزانہ سماعت فرما کر اولیاء کے حق میں
مشروط فیصلہ صادر فرمایا۔ مشروط یہ کہ کل کے کل جملہ دعویداروں کے علاوہ چند علماء دین پر مشتمل
ایک ٹرسٹ بورڈ تشکیل دیکر اس کو دی جائیداد کا انتظام کرے۔

اس بورڈ کے ایک ممبر جناب محمد سردار علی خان صاحب بیرسٹر بھی ہیں جو بیگم صاحبہ کی جانب سے پیروی
کر رہے تھے۔